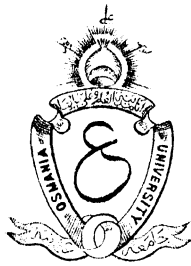


187881









سلسلہ کتابت اسلامیہ جامعہ اسلامیہ

داستان نندکار

مواخذہ سرالجاہی

جلد اول

تصنیف

سرجمین فٹز جیمس اسٹیفن (کے۔ سی۔ ایس۔ آئی)

ترجمہ

مولوی محمد حیدر رضا مرحوم و مولوی سید ہاشمی صناقریلابادی

مولوی محمد عبدالستار صاحب ایم۔ اے

(رکن سررشتہ تالیف ترجمہ)

۳۵۹ء ۲۹ صفر ۱۳۵۰ھ

طبع و اشاعت دارالکتاب اسلامیہ

یہ کتاب مسرز میکسن اینڈ کمپنی کی اجازت سے جن کو  
حق اشاعت حاصل ہے اردو میں ترجمہ کر کے  
طبع اور شایع کی گئی ہے۔

# فہرست مضامین

## داستان نندکمار و مواخذہ سرالہجیاپی جلد اول

صفحات		
۱ تا ۹	تمہید	باب ۱
۱۰ تا ۱۸	تجلس اعلیٰ و عدالت عظمیٰ	باب ۲
۱۹ تا ۴۲	ہیستنگز اور فرانسس ایپی اور اس کے رفقا۔ نندکمار، کونسل میں اختلافات	باب ۳
۴۳ تا ۷۱	نندکمار کا ہیستنگز پر الزام	باب ۴
۷۲ تا ۹۷	بیان ان الزامات کا جو نندکمار پر وارنٹ ہیستنگز اور موہن پر شاؤ نے لگائے۔	باب ۵
۹۸ تا ۱۰۴	نندکمار کی تحقیقات کو گواہی کے بیان میں	باب ۶

- ۲۴۱ تا ۲۵۵ | نندکمار کے مجسوم قرار پانے سے لے کر  
باب ۱: اس کے پھانسی دیے جانے تک  
کے واقعات -
- ۲۴۲ تا ۲۶۰ | نندکمار کی پھانسی سے لیکر ایشی کے  
باب ۲: موافقہ تک کے واقعات



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْ مُحَمَّدٍ وَآلِیْهِ فَجَمَّ

# سندھ مارا اور امبی

جلد اول

باب اول

تمہید

انگلستان کے قانون تعزیر کی تاریخ لکھتے لکھتے مجھے یہ حیرت آگیز خیال آیا کہ ہمارے قریب قریب تمام تاریخی اہم واقعات اور تعزیری عدل گستری میں ایک نہ ایک طریقے پر ربط پایا جاتا ہے اور تاریخ لکھنے میں فن قانون جاننے کی شدید ضرورت واقع ہوتی ہے۔ اسی باعث سے میں نے یہ کیا کہ جو بڑے بڑے فوجداری کے مقدمات تاریخ میں بکثرت مندرج ہیں ان میں سے کچھ اہم مقدمات کو قانون دان کی نظر سے مطالعہ کر کے ان کا حال اس طرح پر لکھوں جس کا نتیجہ ہونا قانون دان بھی تسلیم کر لیں اور تاریخ کے طالب علموں کو بھی اس سے فائدہ ہو۔ کچھ پس پیش کے بعد میں نے فیصلہ کر لیا کہ دارن ہیسننگز کے الزام کا حال تحریر کروں کیونکہ یہ مقدمہ چند وجوہ سے زیادہ توجہ کے قابل ہے۔ نہ صرف اس وجہ سے کہ اس میں نہایت دلچسپ مطالب ہیں بلکہ اس سبب سے بھی کہ اس پر

جتنی توجہ مبذول ہونا چاہیے تھی اتنی کمی نہیں ہوئی اور جو تھوڑی سی فرصت مجھ کو عدالتی فرائض سے ملی اس کا بڑا حصہ میں نے اس مقدمے کے مطالعے میں صرف کر دیا۔ مواد کی کثرت اور مقدمے کی پیچیدگی کو دیکھ کر مجھے یہ خوف دامنگیر ہوا کہ آیا میں اس کو ایک مناسب مدت میں ختم بھی کر سکوں گا یا نہیں اور اگر ختم بھی کر لیا تو آیا لوگوں کو میری تحریر کے پڑھنے کی پروا بھی ہوگی کہ نہیں۔ لہذا میں نے یہ قصد کیا کہ اس مقدمے کی ایک شاخ یعنی (نندکار) کا قصہ تجزیہ لکھوں کہ مضمون طویل الذیل نہیں ہے اور اس کی قسار واقعی تحقیقات بھی نہیں ہوئی ہے اور مواد بھی پورے بیان کے لیے وزارت ہند اور دارالمنو اور برطانی میں موجود ہے۔ اس چھوٹے مضمون سے جس درجہ دلچسپی ہوگی اس سے معلوم ہو جائے گا کہ اس پورے مقدمے سے جس کا یہ ایک جزو ہے کس درجہ دلچسپی ہونے والی ہے۔

جیسا کہ کہتا ہے کہ جیسا بد نما دھبہ ہیسیٹنگز کے نام پر نندکار کے انسوٹناک قصے سے لگا اس کی تمام حکومت کے دور میں کسی معاملے سے نہ لگا ہوگا اور ایسا ہی متولد ولیم دلبر فورس کا ہے۔ نندکار کے قصے میں جس نے سب سے بڑا کثرت دکھایا سربراہی ہے۔ اور ہمدی کی طبیعت کا مقتضا ہے کہ ایک سچ جو ہندوستان میں کونسل کارکن بھی رہ چکا ہو بنگالے کی عدالت عظمیٰ کے اس میں مجلس کے قصے سے دلچسپی رکھے جس پر الزام لگا تھا کہ خود قاضی ہو کر قتل عمد کا مرتکب ہوا اور یہ اس غرض سے کہ بنگالے کے اول گورنر جنرل کے لیے سپرین کرکونسل کے باقی ارکان پر اس کی رشوت ستانی کھلنے نہ دے۔

اس بارے میں میرے اوپر ایک اور بھی ذاتی امر کا اثر پڑا ہے۔ ایسی جو تاج کل انگلستان میں زبان زدِ خلوت ہے اس سبب سے کہ لارڈ مکالنے نے اپنے مقالے میں جو وارن ہیسیٹنگز کے حال میں لکھا ہے اس پر سخت حملہ کیا اور کلنگ کا ایک لگا لگا کیا کہ وہ بدترین خلافی سے تھا۔ جب سے کہ جفریس نے قید خانے میں شراب پی پی کے اپنے نہیں

۱۷ جلد سوم صفحہ ۲۲۹

۱۸ یعنی مصنف۔ مترجم

۱۹ یعنی (پی) مترجم

ہلاک کیا تھا کسی انگریز نے اپنے عہدے کو ایسا ذلیل نہیں کیا جیسا کہ امپری نے۔ امپری نے حاکم عدالت کی حیثیت سے اپنے مطلب کے لیے ایک شخص کو ناحق قتل کیا۔ وقت آگیا تھا کہ جس عبا کو اُس نے یوں نہیں کیا تھا وہ اُس کے شانے سے آٹا رہی جاتی۔ ان ہولناک الزامات کو میں سارے مقدمے پر پوری طرح غور کر کے علی الخصوص اس طویل شہادت پر جو مجھے معلوم ہوتی ہے کہ مکالمے کی نظر سے کبھی نہ گزری ہو گی باہل ناحق سمجھتا ہوں۔ خود مکالمے سے مجھ کو محبتاً نہ نیا تھا اور میرا اور میرے باپ اور دادا کا بھی دوست تھا اور ایسے لوگوں کے نہ بھلا دینے کے حکم کے سوا چند ہی ایسے احکام ہوں گے جن کی پابندی کی طرف میں زیادہ اُل ہوں۔ علاوہ بریں اس کے عہد پر بھی میں مامور رہا ہوں اور جس شان سے اُس نے ہندوستان کی خدمت گزار کی اس کی قدر دانی اکثر لوگوں سے زیادہ میں کر سکتا ہوں۔ ان امور کے لحاظ سے مجھ کو فکر ہے کہ اگر ممکن ہو تو میں اُس نقصان کی تلافی کروں جو اُس سے ہوا تو ہے مگر نادانستہ اس لیے کہ اس شخص سے زیادہ کوئی آدمی رحم دل نہ تھا بلکہ سبب یہ ہوا کہ امپری سے جو قیوم عداوت و بگ فزوق کو تھی اُس کو اُس نے بلاوجہ مجھ پر اختیار کر لیا اور ایک باعث یہ بھی ہوا کہ اپنی تحریر کے حیرت انگیز زور میں اُس کو اپنی عبارت کا وہ اثر دکھائی نہ دیا جو بعد کے پیدا ہوا یا اسے خود اپنی قوت معلوم نہ تھی اور وہ واقف نہ تھا کہ چند فقرے جو میساختہ اُس کے قلم سے نکلے وہ ایک شخص پر ایسا بدنامی کا داغ لگائیں گے۔

اس کتاب کا اصل مضمون نندکار کا قصہ ہے جس کی میں نے بغور تحقیق کر لی ہے۔ اس کے علاوہ امپری پر جو الزامات ہیں انھیں میں نے کسی قدر کم تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اگرچہ یہ الزامات ویسے دلچسپ نہیں ہیں جیسا کہ نندکار سے متعلقہ الزام ہے تاہم ان کی تاریخی اہمیت بڑھی ہوئی ہے اس لیے کہ ان سے ہندوستان میں انگریزی آئین جاری ہونے کی تاریخ کا پہلا باب شروع ہوتا ہے اور جو مشکلیں ہندوستان میں سلطنت قائم کرنے میں پیش آئیں وہ بھی اس سے ظاہر ہوتی ہیں اور طبعی طور سے ہی ہیسٹننگز کے الزام کے بیان کی تہید ہیں۔

ذیل میں اُن بنیادی اور اہم مواد کی تفصیل درج کی جاتی ہے جن کتاب میں نے مطالعہ کیا ہے اور جن کی طرف میں اس کتاب میں اشارہ کروں گا۔

(۱) بنگال کانسلٹیشنس یعنی آرائے بنگالہ جو وزارت ہند میں محفوظ ہیں۔ یہ دفتر دنیا کے نہایت دلچسپ اور صحیح اور عجیب مجموعوں میں سے ہے۔ برسوں مسلسل معمول رہا کہ کونسل کے ہر ایک جلسے کی تمام کارروائی درج ہوتی تھی جس سے دریافت ہو جاتا تھا کہ ہر ایک امر زیر بحث میں کس کس رکن نے کیا رائے دی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ رائیں عین جلسے ہی میں لکھ لی جاتی تھیں اور جس نے جو رائے ظاہر کی تھی اسی وقت اُس پر دستخط بھی کر دیتا تھا۔ یہ معلوم کرنا کہ اس کام کا انتظام کیوں کر ہوا تھا ایسا دشوار ہے جیسا کہ اس امر کا دریافت کرنا کہ سر چارلس رائڈیشن کے تاگ میں جو اداکاریں انھیں آپس میں اس قدر خطوط لکھنے کی جن سے یہ کتاب مملو ہے فرصت کیونکر ملی۔ بہر حال کسی نہ کسی طریقے سے یہ کام انجام پاتا تھا اور نتیجہ یہ ہے کہ مسلسل سال بسال جو ترقی حکومت ہند کے ہر ایک شعبے میں ہوتی رہی خواہ قانون بنانے کے بارے میں ہو خواہ مال یا فوج یا نظم و نسق سے متعلق ہو ہم اُس کی صورت آج تک پوری وضاحت کے ساتھ دیکھ سکتے ہیں۔ اس دفتر میں اور بھی توضیح کرنے والے کاغذات ہر قسم کے موضوع پر درج ہیں اور اکثر نہایت قابل غور ہیں۔

(۲) ہندوستان کے متعلق پارلیمنٹ کی ذیلی مجلسوں کی رویداں جو ۱۸۷۲ء اور ۱۸۷۳ء کے مشہور ہوئیں۔ ان رویداوں کی تعداد تیرہ ہے کیونکہ متعدد ذیلی مجالس بلٹھیں اور ہر ایک نے چند رویداں مشہر کیں۔ جس رویدا میں عدالت عظمیٰ اور ایسی کے متعلق سب سے زیادہ ذکر ہے یہ وہ رویدا ہے جو چند عرض کے پیش ہونے پر لکھی گئی تھی۔ یہ عرض ہندوستان کے عدالتی انتظام کے متعلق تھے اور ان میں اہم عرضی ٹوشٹ (Touchet) وارونگ کی تھی جو بنگالے کے یورین باشندوں کے ناپیدے تھے۔ اس رویدا کی معتموں کے ایک جلد پورے پورے تاؤ کی بنی ہے۔ اس جلد میں ان کاغذات کی کثیر تعداد درج ہے جو ایسی کے تمام پڑے پڑے معاملات پر تھوڑی بہت روشنی ڈالتے ہیں۔ میں اسے ٹوشٹ رپورٹ کے نام سے موسوم کر رہا ہوں گا۔

(۳) اسٹیٹ ٹرانس (یعنی سرکاری مقدمات) کی میسوں جلد میں ننگار پر جعل سازی کے مقدمے کی مکمل رویدا اور اس پر سازش کے مقدمے کی ناقص رویدا موجود ہے، ان رویداوں کو میری رائے میں ہندوستان کی تاریخ لکھنے والوں میں سے

کسی نے ٹھیک طور سے مطالعہ نہیں کیا ہے۔

(۴) ۱۲ دسمبر ۱۹۸۶ء کو سرگلبرٹ ایلٹ نے اپنی پارلیمنٹ کی طرف سے مقدمہ چلانے کی تحریک کی اور اس مقدمے کے متعلق شہادت حاصل کرنے کے لیے ایک مجلس ذیلی مقرر ہوئی۔ شہادت جو اس مجلس کے سامنے پیش ہوئی خاصکر مٹرفر کی گواہی جو نند کمار کا مشیر تھا دیکھنے کے قابل ہے۔ اس شہادت کی طرف میں رویداد مجلس مقدمہ کے نام سے اشارہ کروں گا۔ اس کا ایک نسخہ وزارت ہند میں اور ایک دارالنواد برطانیہ میں مل سکتا ہے کسی دوسری جگہ اس کا ملنا مشکل ہے۔ (۵) اپنی پر مقدمے کے عات پیش کردہ سرگلبرٹ ایلٹ یہ بھی وزارت ہند میں اسی جلد میں جس میں رویداد مجلس مقدمہ ہے اور جہاں شہادت درج ہے شامل ہے۔

(۶) جواب جو سرالیمیا اپی نے دارالعوام کے سامنے ۴ فروری ۱۹۸۶ء کو دیا تھا۔ یہ جداگانہ شہر ہوا ہے اور پورا پورا (پارلیمنٹری ہسٹری) یعنی تاریخ پارلیمنٹ کی چھبیسویں جلد میں چھپا ہے۔

(۷) سرگلبرٹ ایلٹ کی اپنی اپنی وہ تقریر جو اس نے کچھ ۱۸ اپریل کو اور کچھ ۹ مئی ۱۹۸۶ء کو اپنی پر مقدمہ چلانے کی تحریک میں کی تھی۔ یہ تقریر (پارلیمنٹری ہسٹری) یعنی تاریخ پارلیمنٹ کی ستائیسویں جلد میں چھپی ہے اور اس میں یہ بھی بیان کر دیا گیا ہے کہ اس تقریر کے ایک حصے کی تصحیح خود سرگلبرٹ ایلٹ نے کی اور دوسرا حصہ جو زیادہ اہم ہے اس کو اس نے صحیح نہیں کیا اور وہ مکمل نہیں ہے۔

(۸) اپنی کے خطوط و کاغذات جن کو اس کے بیٹے الیمیا بارول اپی نے

۱۹۸۶ء میں اپنی سے متعلق یہ ایک خاص بات ہے کہ وہ اس جواب کے چھپنے سے واقف نہیں معلوم ہوتا چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ اس کی تحریر کے زمانے میں نسخے اس کے ایسے کیا یہ ہو گئے تھے کہ اس کا رادہ ہوا کہ وہ خود اپنا نسخہ دارالنواد برطانیہ کو دے دے۔ (ادراق ۲۲۱-۲۲۲ ملاحظہ ہوں) دارالنواد برطانیہ میں سرالیمیا کی بی بی دی ہوئی جو کتاب ہے وہ صرف ایک رسالہ ہے جس کو اس کے باپ نے تصنیف کیا تھا اور جس کا ذکر آئندہ آئے گا۔

دارالنور اور برطانیہ میں رکھوایا اس کی طرف میں مکاتبات ایسی کے نام سے اشارہ کر دیں گے۔

(۶) بار اول کے اہل خاندان نے مجھ کو اس کے خطوط کے جانچنے کی اجازت دی ہے۔ ان میں منجملہ اور امور کے نندکار کی ایک قسم کی سوانح عمری بھی شامل ہے۔ ان خطوط کے اقتباسات اس کتاب کے اخیر باب میں درج ہوں گے۔

(۱۰) کہیں کہیں میں نے ہیسٹنگز پر مقدمے کے اسناد کی طرف بھی اشارہ کیا ہے خاص کر وہ شہادت جو بروقت بذریعہ مختصر نویسی لکھی گئی تھی اور شیروں کی تقریریں جن کو ٹریٹری نے سن ۱۸۵۹ میں مشہر کیا اور وہ عجیب کتاب جس کا نام ہسٹری آف ٹریل آف ہیسٹنگز (تاریخ مقدمہ ہیسٹنگز) ہے اور جس کو ڈیوٹ نے سن ۱۸۹۶ء میں چھاپا۔

اس مواد کے علاوہ میں نے ہندوستان متعلق شہر کتابوں کا بھی مطالعہ کیا لیکن مجھے ان سے بہت کم مدد ملی۔ ان کتابوں میں کچھ بھی تفصیل مذکور نہیں ہے اور مجھ پر ظاہر ہو گا کہ جو بڑا حصہ اس طویل شہادت کا ہے جس کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے اس کا لحاظ ان کتابوں کے لکھنے میں بہت کم رکھا گیا ہے مثلاً جمیس مل نے اس بارے میں کوئی چار صفحے لکھے ہیں اور جو مشکلات اس بارے میں ہیں ان سب کو چھوڑ دیا گیا ہے۔ مجھے یاد نہیں آتا کہ اس نے یا کسی اور مورخ ہند نے نندکار کے مقدمے کو کچھ بھی توجہ سے پڑھا ہو۔ رسل نے اس مقدمے کو آٹھ سطروں میں اس طرح ختم کر دیا ہے کہ شہادت میں تضاد ہے اور دونوں پلے برابر نہیں۔ مسٹر ولسن نے جو اس مختصر فقرے پر حاشیہ لکھا ہے وہ زیادہ مفصل اور واجبی ہے لیکن پھر بھی حاشیہ ہی ہے۔ جہاں تک مجھے واقفیت ہے نہایت مکمل اور نہایت واجبی حال اس مقدمے کا مسٹر ایڈولفس نے اپنے عہد جاچ سوم کی تاریخ میں جو ناتمام رہ گئی لکھا ہے۔

(مسٹر ایڈولفس) نے نندکار کے مقدمے کا حال اور اس کی شہادتوں میں سے

۱۷ مل اینڈ ولسن جلد سوم صفحات ۲۲۸-۲۵۳۔

۱۸ ایضاً جلد سوم صفحہ ۲۵۲۔

۱۹ مطبوعہ ۱۸۵۱ء جلد سوم صفحہ ۵۱۹-۵۲۴۔

بہت کچھ پڑھا تھا۔ مگر اس ضمن میں اس کا بیان کتاب کے باقی مواد کی طرح ناقص ہے۔ اس بارے میں ایک کتاب خاص کا قابل ذکر ہے وہ حیات سرالجا اپنی ہے جو ایسی کے بیٹے الجا بار دل ایسی نے اس تحریر کے جواب کے طور پر لکھی ہے جو مکالمے نے اس کے باپ کے بارے میں لکھی تھی۔ افسوس ہے کہ مکالمے کو اس کتاب پر کبھی نظر ڈالنے کا اتفاق نہ ہوا۔ یہ کتاب نہایت ایتروچھیدہ انٹراٹری بن سے لکھی ہوئی ہے۔ مصنف نے کرائسٹ چرچ میں تعلیم پائی تھی، کبھی کوئی پیشہ اختیار نہیں کیا۔ اپنی عمر ایسے علمی مشغلے میں بسر کی جو بہت اہم نہ تھا اور مکالمے کے مقابلے کا تو یہ مطلق نہ تھا اور اس علم سے جس سے وہ اپنے باپ کے الزامات کو دفع کر سکتا بالکل بے بہرہ تھا۔ علاوہ بریں وہ اس قابل بھی نہ تھا کہ کسی بات کو ٹھیک طرح سے لکھے تاہم اُس نے بہت سا مواد غیر مرتب طور پر اکٹھا کر دیا جس سے ممکن نہیں کہ مکالمے اُس تحریر کے لکھتے وقت آگاہ ہو اور اگر اُس کو آگاہی ہوتی تو بہت سے خاص خاص امور میں اپنی رائے میں وہ ضرور اصلاح کر دیتا۔

آخر میں جس مصنف نے طول دے کر اس مضمون کو لکھا وہ بنگال مول سروس کا مسٹر ہنری بیورج ہے جو ابھی ابھی عدالت عالیہ کالج مقرر ہوا ہے۔ ۱۸۷۷ء اور ۱۸۷۸ء میں اس نے تین تحریریں ہیڈنگز کے متعلق کلکتہ ریویو میں شہر تکیں۔ دوسری تحریر [جلد شصت و ششم صفحات ۲۷۳-۱۳۱۲] اور تیسری تحریر کے ایک حصے [جلد شصت و ششم صفحات ۲۸۲-۳۰۵] میں نندکار کا قصہ تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔ سابق کے ہر مصنف سے زیادہ تو مسٹر بیورج نے مفصل و مکمل حال بیان کیا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ جس شہادت کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے اس کا کچھ حصہ اُس نے ضرور دیکھا ہے لیکن پورا نہیں پڑھا اگرچہ اکثر مقامات پر اپنے بیان کی سند نہیں بتائی ہے۔ اس نے نندکار کے مقدمے کا حال ضرور پڑھا تھا اگر ظاہر ہے کہ جس زمانے میں اس نے اپنی تحریر شہرت کی اس زمانے میں اسے انگریزی قانون میں کوئی خاص مہارت حاصل نہ تھی۔ اس مقدمے کا حال اُس نے بہت خفیف سا لکھا ہے جس سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ اس کو غیر مرتب شہادت کو کیجا جمع کرنے اور مرتب کرنے کی قابلیت تھی۔ اُس نے اُسی رائے کو اختیار کیا جو برک نے غیظ و غضب کے جوش میں آکر ظاہر کی تھی کہ نندکار کو ہیڈنگز نے ایسی کے

تہ سے مراد ڈالا۔ اس کے دلائل پر میں مناسب مقام پر نظر کروں گا۔

اس کتاب کی ترتیب یہ ہے کہ دو تہیدی فصلوں کے بعد جن میں مشہور واقعات درج ہیں مندرجہ ذیل امور پر تفصیل سے غور کروں گا اور ہر موضوع پر جہاں تک ممکن ہو گا اصلی ماخذ و اسناد پیش کروں گا۔

(۱) رشوت ستانی کا الزام جو سندھکار نے ہیسٹنگز پر لگایا۔

(۲) سازش کا الزام جو ہیسٹنگز نے اور جیل سازی کا الزام جو مورین پر شاد نے

سندھکار پر لگایا اور اس کے مخالف جو جو کار روایاں اس کی فوجداری تحقیقات تکمیل میں۔  
(۳) کارروائی مقدمہ۔

(۴) اس مقدمے کے متعلق احوال جو ان کارروائیوں سے تو ظاہر نہیں ہوتے

مگر ناشی کمیٹی کے سامنے ثابت ہوئے مع ان کوششوں کے جو سندھکار کے سچانے کے لیے کی گئیں۔ اس کا پھانسی دیا جانا۔

(۵) سندھکار کی پھانسی کے بعد کے واقعات بشمول ان مختلف معاملات کے

جو کونسل میں پیش آئے اور مرسلت جو بائین اس کونسل کے اور عدالت عظمیٰ کے اور ایسٹ انڈیا کمپنی کے اور وزیر ہند کے ہوئی۔ یہ سب امور مارچ ۱۷۸۳ء سے ابتداء سے لے کر سبک گزری۔

(۶) ایچی پر پارلیمنٹ کی طرف سے مقدمہ چلانے کی کارروائی اور سندھکار

کے متعلق الزام کے جواب کو اور در العوام کے مقدمہ چلانے سے انکار کو بیان کروں گا اور اس الزام کے ہر جزو کے نتیجے پر اپنی رائے ظاہر کروں گا۔ پارلیمنٹ میں اس نالش پر بحث دسمبر ۱۷۸۳ء اور مئی ۱۷۸۴ء کے درمیان واقع ہوئی۔

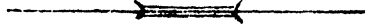
(۷) کچھ حال اور مدت کا بھی اس مقدمے کے بیان کروں گا اور یہ یہ کہ

کہاں سے یہ مدت پیدا ہوئے اس کا بھی ذکر کروں گا۔ علی الخصوص وہ جھگڑا جو عدالت عالیہ اور مجلس کے مابین ہوا۔

ہندوستانی اسلا و الفاظ کے اطلاق کی بابت مجھ کو اپنی نادانیت کا اعتراف

کرنا چاہیے۔ میں نے کسی خاص طریقے کی پابندی نہیں کی بلکہ جیسا دوسروں کی تحریریں پایا ویسا ہی لکھ دیا۔ البتہ چند جگہ جگہ کی جگہ حرف بٹھانے کے جدید قاعدے کو

بجائے قدیم متروک قواعد کے اختیار کیا مثلاً (Khan) خان نہ کہ کمان (Cawn) شاہ عالم  
 (Shah Alam) نہ کہ شاہ اولم (Shaw Aulum) ہندوستانی (Hindustani)  
 نہ کہ ہندوستانی (Hindoostanee) دیوانی عدالت (Diwani Adalat) نہ کہ  
 ”دیوانی عدالت“ (Dewany Adawlat)



## باب دوم

### جغاس علی و التیمی

جنگ پلاسی ۱۷۵۷ء میں واقع ہوئی۔ اس کے پیشتر ایسٹ انڈیا کمپنی کا مرکز کلکتے میں گویا صرف تجارت کی غرض سے تھا۔ یہ جعفر کمپنی کی حمایت میں تھا اور سرسراج الدولہ صوبہ دار بنگالہ کمپنی کا دشمن تھا۔ اس جنگ کا نتیجہ یہ ہوا کہ میر جعفر کی ترقی بنگالے کی صوبہ داری کے عہد پر ہوئی۔ یہ ایک ذلیل شخص تھا، معزول ہوا اور اس کی جگہ پر اس کا داماد میر قاسم صوبہ دار مقرر ہوا۔ میر قاسم بڑے رعب و اب کا آدمی تھا۔ اس کے اور کمپنی کے درمیان جھگڑے پیدا ہوئے۔ ان جھگڑوں میں بیشک کمپنی غلطی پر تھی مگر میر قاسم ہیر جمی سے قتل عام کر کے خود رسوا ہوا۔ جنگ وجدل ہونے لگی اور اس کا خاتمہ ۱۷۵۷ء میں جنگ کسری ہوا۔ اس لڑائی سے نہ کہ جنگ پلاسی سے سمجھنا چاہیے کہ بنگالے میں انگریزوں کی حکومت کی ابتدا ہوئی، اس لیے کہ اس کے بعد سے یہاں کسی ہندوستانی حاکم نے حقیقی حکومت نہیں کی۔ اس لڑائی کا فوری نتیجہ یہ ہوا کہ مغلیہ شہنشاہ نے کمپنی کو بنگالہ و بہار و اڑیسہ کی دیوانی دے دی کہ کمپنی یہاں کے محاصل وصول کیا کرے۔ اسی زمانے میں لارڈ کلائیو دوبارہ انگلستان سے آیا تھا اور شہنشاہ کے حضور میں وہ گویا کمپنی کا قائم مقام تھا۔ دیوانی ملنے کے بعد سے جو سات برس (۱۷۵۷ء و ۱۷۶۴ء) گزرے ان میں

اس ملک کا انتظام ہندوستانیوں کے ہاتھ میں تھا۔ محمد رضا خاں حکومت بنگالہ کا صدر و نائب دیوان تھا اور مرشد آباد میں رہتا تھا۔ شتاب رائے حکومت بہار کا صدر و نائب دیوان تھا۔ اور پٹنہ میں رہتا تھا۔ ۱۹۱۹ء میں اس امر کی ذمہ داری کو شمش کی گئی کہ ان دونوں کے کام پر اگر مکمل نگرانی قائم نہ ہو سکے تو کم از کم نظر ضرور رکھی جائے۔ اور اس غرض سے دونوں مقرر ہوئے۔

۱۹۱۹ء میں میسٹنگز گورنر مقرر ہوئے اور پہلا کام جو کمپنی نے اس کے سپرد کیا وہ یہ تھا کہ نائب موقوف ہوں اور خود کمپنی چیتیت دیوان کے کام انجام دے۔ اس کام کو وہ بجالایا اور زیادہ تر ذریعہ اس میں نندکار کو بنایا کیونکہ یہ کمپنی کا وہ سبھی کام تھا نندکار کو توقع تھی کہ وہ محمد رضا خاں کی جگہ پر مقرر ہو جائے گا اور اس کو نہایت مدد دہا جب یہ عہدہ اور شتاب رائے کا عہدہ دونوں ختم کر دیے گئے۔ اور جو بڑے بڑے اختیارات ان کے تھے وہ یورپی حکام کے سپرد ہو گئے۔ اس بارے میں کیا کیا تدبیریں کی گئیں ان کے مفصل بیان کرنے کا یہ موقع نہیں ہے اور نہ اس ذکر کا عمل ہے کہ ۱۹۱۹ء تک حکومت کی کیا حالت رہی۔ اس کے متعلق اس عبارت کا نقل کر دینا کافی ہے جو میسٹنگز نے بار اول کو ایک خط میں خصوصیت کے ساتھ لکھی تھی۔ کمپنی کی نئی حکومت ایک غیر منضبط مواد کا غیر مربوط ڈمیور ہے۔ جو خود نظمی کا ایک نمونہ ہے۔ حکومت کے اختیارات کی صراحت ناقص ہے، مالگزاری کی تحصیل روپے کو کاروبار میں لگانے کے قواعد۔ عدالتی تنظیم (اگر کچھ جو بھی تو) کو توالی کے کام۔ سب خلط ملط ایک ہی شخص کے ہاتھوں سے انجام پاتے ہیں۔ اگرچہ ان دو آخر الذکر کاموں میں اکثر اوقات بالکل فصلت ہوتی ہے۔ کیونکہ معلوم نہیں کہ ان کے لیے کہاں رجوع کیا جائے۔ اس انتظام کو اگر انتظام کہیے تو اس کے قانونی اختیارات کچھ تو ان شاہی (انگریزی) مشوروں سے ماخوذ ہوئے جن کی بنا پر ایسٹ انڈیا کمپنی تجارتی بھی قرار پائی تھی اور شہر کلکتہ میں عدالتیں قائم ہوئی تھیں اور کچھ بنگالے کے صوبہ داروں اور مغلیہ شہنشاہوں کی عطیات سے حاصل ہوئے جن میں سب سے بڑا عطیہ دیوانی تھی۔ ۱۷۷۳ء تک انگریزی حکومت نے کسی طرح کا کوئی اپنا ذاتی حکم

بنگالے میں سوائے شہر کلکتہ اور اُس کے مضافات کے کارخانوں کے نہیں چلایا۔  
 انگریزوں کی جو حالت ہندوستان میں ۱۷۵۷ء میں تھی وہ اُن کی اس حالت سے  
 جو ایشیا اور چند گزشتہ سال سے مصر میں ہے اصولاً بہت مشابہت رکھتی ہے۔ دونوں جگہ  
 اُن کے اقتدار کی ابتدا ایک قسم کی کچھ بے قاعدہ فوجی کارروائیوں سے ہوئی۔ دونوں جگہ  
 اُن کارروائیوں کے نتیجے نے اُن کے لیے ایسا اقتدار پیدا کر دیا کہ جہاں تک چاہیں بلا حمت  
 اس سے کام لیں۔ یہ درحقیقت ملک گیری ہے۔ اگرچہ خاص طرح کی ملک گیری ہو۔ صرف  
 پلاسی کی لڑائی کو بنگالے کی فتح یا صرف جنگ تلی الکبیر کو مصر کی فتح نہیں کہہ سکتے بلکہ دونوں کا  
 نتیجہ فتح سے مشابہ ضرور تھا اور دونوں اس کا باعث ہوئیں کہ حکومت کا انتظام ایسا قائم ہوا  
 جس میں یورپی اور ملکی عہدہ داروں اور قانون اور اصولوں نے عجب طرح سے مل کے  
 ایک مجموعہ بنایا جو اطمینان بخش ہونے سے بیہ تھا۔ مصر میں کیا ہوا اب تک ایک سٹے پٹے  
 کی بات ہے۔ پلاسی اور بکسر کی لڑائیوں کا اور چند اور جنگی کارروائیوں کا نتیجہ تو ہندوستان  
 کی فتح ہوا ہے۔ قانون تنظیم حجاز ۱۷۹۸ء کا منشا اور اُس کے سمجھنے کے لیے میں یہ تصور  
 کرنا چاہیے کہ ہمارے زمانے کی پارلیمنٹ ایک ایسے قانون کے بنانے میں مصروف ہو  
 جو مصر کی حکومت کے لیے تو مفید ثابت ہو اور جس سے نہ سلطان اور نہ خدیو کی  
 ظاہر بظاہر حق تلفی ہو، پھر صاف طور سے ملکہ کی حکمرانی بھی معلوم نہ ہو۔  
 گراں مثال۔ سے ان وقتوں کا جو ۱۷۹۳ء کے قانون بنانے میں پیش آئیں  
 محض ایک ناقص تصور ہوتا ہے۔ بحث صرف بالتحصیص انگریزی حکومت اور  
 ہندوستانی ارباب اقتدار کے درمیان نہ تھی بلکہ اس میں تین فریق تھے لارڈ ڈاؤنڈ  
 کی وزارت ایسٹ انڈیا کمپنی اور والیان ہند۔ اگرچہ والیان ہند کی طرف سے ایک  
 درجے تک ایسٹ انڈیا کمپنی نمایندگی کر رہی تھی۔  
 پورا حال اس بحث کا جس کے بعد یہ قانون بنا اور خلاصہ اُن بڑی بڑی دلیلوں کا  
 جو اس میں پیش ہوئیں ۱۷۹۳ء کے ایوزل رجسٹر (کارنامہ سالانہ) میں پائے جاتے ہیں اور

۱۷۹۳ء

۱۷ تاریخ یورپ (History of Europe) جلد ششم صفحہ ۶۲-۸۲، جلد ہفتم صفحہ ۳۰۹، ۱۰۸، ایسٹ انڈیا کمپنی

اس کا لکھنے والا غالباً برگ تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ مباحثہ گویا بالکل اس مسئلے پر تھا کہ آیا پارلیمنٹ کو فئور شاہی میں اور کمپنی کے اضحیٰ مقبوضات میں دخل دینے کا حق ہے یا نہیں۔ کمپنی کا خیال تھا کہ جو تمدنی اقتدار اس کو حاصل ہوا تھا وہ اس کی خود ملک تھا اور اس میں کمپنی پارلیمنٹ کی زیر دست نہیں تھی اور اگر کسی کی محکوم بھی تھی تو شہنشاہِ دہلی اور نواب بنگالہ کی۔ یہ دونوں فرماں روا محض ایک دوسرے کی بیٹی تھے اور بنگالے کے نواب تو عملاً کمپنی کے عہدہ داروں کے تحت تھے۔ ایسے خیال پر کیونکر اصل رکھا جاسکتا یا اس کا اثر پارلیمنٹ کی رائے پر کیونکر پڑنے پایا اس کا سمجھنا ہمارے آجکل کے علم اور زمانے میں مشکل ہے۔

اس خیال کی تائید نہ صرف کوششوں اور مقابل قبول دلیلوں کے ساتھ کی گئی بلکہ اس کا اصلی موید برگ تھا۔ فہرستِ برگ جو آخر میں کمپنی کا ایسا سخت دشمن ہو گیا تھا کہ شاید ہی کوئی اور ہوا ہوا اور جو فاکس کے انڈیا بل (دینی مسودہ قانون ہند) کا موید ہوا اور جو دارن ہیڈسٹنگز پر مقدمہ قائم کرنے والوں کا سرگروہ تھا۔ اس امر کو میں تفصیل ذکر کرنا نہیں چاہتا ہوں۔ میرے مقصد کے لیے فقط اتنا بیان کر دینا کافی ہے کہ ایٹ انڈیا کمپنی نے اس منصوبے کو بیچ و پوچ نہ سمجھنے کے سبب سے کس قدر گہرا اثر قانون کے ان مشاؤل پر ڈالا جو ہندوستان کے اندرونی معاملات کے تعلق تھے۔ اس منصوبے کا اثر اور اس کا عملی نتیجہ جابجا اس کتاب میں ظاہر ہو گا۔

قانون تنظیم مرتب ہونے کے قبل کونسل میں ایک صدر رہتا تھا اور ارکان کی تعداد معین نہ تھی مگر اکثر بارہ ہی ہوتے تھے جن میں بہت سے علاوہ رکن ہونے کے حاکمیت اور نواحِ کلکتہ کے کارخانوں میں عہدوں پر مقرر تھے۔ یہ ایک ڈھیلے اور بے ترتیب مجلس تھی۔

یقیناً حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ لیکچر کی اٹھارویں صدی (Eighteenth Century) جلد سوم صفحہ ۲۷۲ - ۹۱  
 اللہ قس جلد اول صفحہ ۵۵۲ - ۵۳۵ نیز مسائلات کا کیفیت بطور عمیق تاریخی (Parliamentary History)  
 لہ ریگن ال جلد سوم صفحہ ۷۶ پر اس سلسلے کے متعلق اس کی تقریر میں سے ایک تقریر کی کیفیت دیکھی ہے۔  
 ریگن ال اس کی نسبت کہتا ہے کہ یہ سلسلہ سے ۱۷۹۳ء تک کی کل مدت میں میں دارالعوام کارکن رہا۔ یہ دارالعوام  
 میں بہترین اشرافیہ تھی وہ لفظ اشرافیہ پر دانی پر زور دیتا ہے۔

دارن ہیسننگز نے اس انجن کے بارے میں لکھا ہے کہ دستور کے بموجب اس کونسل کو علی العموم تمام امور میں اقتدار رکھی حاصل ہے۔ خواہ وہ بسلسلہ کارروائی مقررہ پیش ہوں خواہ خود کونسل ان پر غور کرے، اور چونکہ یہ اقتدار صرف حالت اجتماع اراکین میں حاصل ہوتا ہے لہذا جتنا اختیار متصل اجراء کے لیے یا ایسے کاموں کے سرانجام کے لیے جو کسی خاص عہدے سے تعلق نہیں رکھتے ضروری سمجھا گیا اتنا ہی گورنر یعنی صدر انجن کو دیا گیا ہے مگر یہ معین کرنا کہ کون کون امود اس صنف میں داخل ہیں، سہل نہیں ہے۔ عملاً گورنر کونسل کے کسی دوسرے رکن سے بڑھ کر نہیں ہے بشرطیکہ دوسرے رکن اس کے اختیارات میں حصہ لینا چاہیں مگر سب کاموں کی جواب دہی گورنر پر ہے۔ اگر گورنر کو خیال ہوتا ہے کہ وہ بڑھ کر ہے اور عقل اور قابلیت زیادہ رکھتا ہے تو ہو سکتا ہے کہ وہ احترام پر اپنا ایسا اثر ڈالے جو از روئے دستور اسے حاصل نہیں ہے اور اگر عقل اور قابلیت میں کم ہے تو بروقت تنقید اس کا خیالی باطل ثابت ہوگا اور اگر ایسی صورتیں پیش آئیں تو ایک ایسے مقتدر شخص کے نہ ہونے کی وجہ سے جو حکومت کا صدر ہو حکومت ضرور بے سرو پا ہو جائے گی۔ یہ سب لادہمی نتیجے اس پرانے طرز کی حکومت کے ہیں جس کا نشا کمپنی کے مال کی خرید و فروخت اور جہازوں کی روانگی تھا اور اب وہ مملکت کے انتظام میں اور محاصل کی رقم خیر کی تحصیل میں اور لشکر کشی میں اور ایک بڑے سیاسی انتظام میں اور نیز اس کام میں برتا جاتا ہے جو اس ملک کی عام تجارت کے ساتھ تعلقات پیدا ہونے سے اور ان کا اثر مالگزاروں پر پڑنے سے کمپنی کے صیغہ تجارت میں بڑھ گیا ہے۔ وہ پرانی کونسل بے شک ایسی ناقص تھی کہ جب حقیقت بڑھی اصلاح عمل کی ضرورت معلوم ہوئی تو لارڈ کلائیو اور منتخب کمیٹی کو وہ اختیارات دیے گئے جو عملاً کونسل کے اختیار کی جگہ قائم ہوئے۔

اس میں شک نہیں کہ اسی تجربے کی بنا پر نئی کونسل کی صورت مشخص کی گئی۔ اس کونسل میں ہیسننگز بطور گورنر جنرل کے تھا (یہ خطاب بجائے گورنر کے اس لیے دیا گیا تاکہ احاطہ بنگالہ کی فوقیت دوسرے احاطوں پر معلوم ہو) اور چار ارکان تھے جن کے نام خود قانون میں مندرج تھے جنرل کلائیو، کرنل ہائٹن بارول، فرانسس گورنر جنرل کا یہ کام تھا کہ جب آسکی تعداد دونوں طرف برابر

ہو تو اپنی رائے دے کر فیصلہ کرے مجلس کو جو اختیارات دیے گئے تھے ان کی تحدید اس طرح کی گئی تھی کہ تمام برہمنی اور فوجی حکومت احاطہ مذکور میں و نیز حکمرانی و انتظام و حکومت کل اراضی مقبوضہ اور مالگزار ہی پر ممالک بنگالہ و بہار و اڑیسہ میں گورنر جنرل اور کونسل کو جیسا کہ اب ہے یا بعد ازیں کبھی گورنر جنرل باجلاس کونسل یا منتخب مجلس اپنے ان اختیارات کو ممالک مذکور میں برتے گا۔

دیکھنا چاہیے کہ ان الفاظ میں اشارہ تک نہیں ہے کہ کونسل یا مجلس ذیلی کے یہ اختیارات کہاں سے آئے اور کہاں تک ہیں۔ نہ ادھر انگلستان کے بادشاہ کا ذکر ہے نہ ادھر شہنشاہ دہلی کا۔ ان الفاظ سے کونسل کو خود قانون بنانے کا حق نہیں پہنچتا۔ البتہ اس قانون کی ایک اور دفعہ میں اس کونسل کو اختیار دیا گیا ہے کہ برضا مندی و انتصواب عدالت عظمیٰ پنچ چھوٹے قاعدے شہر کلکتہ کے لیے بنائے۔ دفعات ۱۳ سے ۲۲ تک کے بموجب عدالت عظمیٰ قائم ہوئی۔ اس سے متعلقہ

قوانین بھی ایسے ہی مبہم ہیں جیسے کہ کونسل کے "بادشاہ کو بموجب مشورہ ایڈوکیٹس پنشنس (حکم شاہی) کے اختیار ہے کہ فورٹ ولیم میں ایک عدالت عظمیٰ جس میں ایک میر مجلس اور چار رکن ہوں قائم و مقرر کرے۔ اس عدالت عظمیٰ کو اختیار ہوگا کہ تمام دیوانی و فوجداری و بحری و برسی و کلیسائی اختیارات جو اس کو از روئے منشور ملے ہیں ان کو کام میں لائے اور انجام دے اور کلکتہ و مضائقہ کلکتہ کے کارخانوں کے لیے یہ عدالت حکم عدالت مقدمات فوجداری (کورٹ آف اپیل انڈیز) اور جیل ویلوری کار کھے گی۔ ان دفعات میں نہ اس کی تحدید ہے کہ کلکتہ کے باہر کہاں تک اس عدالت کے اختیارات ہیں اور نہ یہ کہ اس کے ارکان شخصی طور پر کیا کیا کر سکتے ہیں اور نہ اس کی تصریح ہے کہ یہ عدالت کس قانون کے مطابق عدل گستری کرے۔

یہ تقاض ایک حد تک منشور سے رفع ہو گئے۔ امپری پر الزام لگایا گیا تھا کہ اُس نے ناجائز قواعد منشور میں داخل کرادیئے ہیں۔ اپنی براءت کے لیے اُس نے

دارالعوام کے سامنے یہ کہا کہ اس منشور کے ابتدائی مسودے کو لارڈ چانسلر (تھلور) نے جو اس زمانے میں صدر وکیل سرکار تھا ملاحظہ کیا۔ اس میں تغیر و تبدل لارڈ ٹورونے کیا جو اس زمانے میں صدر مشیر قانونی تھا۔ لارڈ اسٹیکم معروف سر وایم دی گریے جو اس زمانے میں میری مجلس عدالت و معاملات عامہ (جسٹس آف دی کامن پلیس) اور اربل بکٹرس نے جو اس زمانے میں لارڈ چانسلر تھا اس پر نظر ثانی کی۔ رنایہ امر کہ ان مواقع پر میں ان شریف امر اور ارفا صکر حال کے لارڈ چانسلر کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان صاحبوں کی متعدد دلائل سے جو پیش ہوئیں مستفین ہوا اور یہ امر کہ ان صاحبوں کے ہاتھ کے تمام ابتدائی مسودے مع چند حواشی کے اور صدر وکیل سرکار اور صدر مشیر قانونی کی بعض کیفیتیں بالفعل میرے پاس موجود ہیں اور یہ امر کہ ان اسباب سے مجھ کو منشور کے مرتب کرنے والوں سے خوب واقفیت حاصل ہوئی اور میں نے اس واقفیت کا اقرار بھی کیا۔ یہ سب امور بیشک و شبہہ سچ ہیں مگر چونکہ میں بغیر گستاخی کے ان امور کو پیش نہیں کر سکتا لہذا اپنے تئیں اس اتہام سے کہ میں نے ناروا اختیارات کو منشور میں درج کرنے کا مشورہ دیا اپنے لیے حاصل کیا بری کرنا نہیں چاہتا ہوں۔ میرا اپنی براہت کار ارادہ کرنا جنھوں نے مسودہ مرتب کیا ان شریف امر کی راستبازی و عقلندی پر دھتبا لگانا ہے اور یہ میرے لیے بڑی گستاخی کی بات ہوگی اگر میں یہ تصور کر دوں کہ کوئی کسی طرح اس امر کا یقین کر سکے گا کہ یہ صاحب میرے فریب میں آگئے اور میری رائے پر چلے۔“

یہ بات بیان مذکورہ بالا کے موافق ہے اور کسی قدر اس سے پیدا ہوتی ہے کہ منشور کا اصلی مسودہ ایسی کا تھا۔ تاہم اگر ایسا ہی ہوا ہو تو بھی وہ ان اشخاص سے ہدایات پاتا تھا جنھوں نے اس منشور کی تکمیل کی اور جو ہر طرح سے اس کے مضامین کے ذمہ دار تھے۔

لہ پارلیمنٹری تاریخ (Parliamentary History) جلد ۲ نمبر ۱۳۵۔

لہ یہاں (Intention of the Digest) بعض ایسے ہی الفاظ مذکورہ گئے ہیں۔

یہ منشور بہت طویل طویل ہے اور اس میں بہت سی ایسی باتوں کی تفصیل ہے جن سے کوئی عام فائدہ نہیں۔ اس کے ضروری حصے حسب ذیل ہیں:۔ بہت پر تصنع عبارت میں یہ منشا بیان کیا گیا ہے کہ خود الیٹ انڈیا کمپنی اور تمام یورپی اور برطانی رعایا جو بنگالہ و بہار و اڑیسہ میں مقیم ہو اور ہر ایک شخص جو نانش کرنے کے وقت یا مخلصیت کے پیدا ہونے کے وقت بالواسطہ یا بلا واسطہ کمپنی کی بیاہاری کسی اور رعیت کی ملازمت میں ہو یہ سب عدالت عظمیٰ کے ماتحت ہوں گے تاکہ جس شخص کو ان لوگوں پر مالی دعویٰ ہو یہاں مقدمہ دائر کرے "قابل التفات یہ امر ہے کہ کس قانون کے موافق ان مقدمات کا فیصلہ ہوگا۔ اس کا کچھ بیان نہیں ہے۔ البتہ یہ اشارہ ہے کہ یہ انگلستان کا قانون ہوگا۔

یہ منشور اس عدالت کے دیوانی اختیارات کے حدود مقرر کرنے کے بعد اس کے فوجداری اختیارات کو بیان کرتا ہے اور شہر کلکتہ اور کارخانہ فورٹ ولیم واقع بنگالہ میں وہ اختیارات جو کمشنران اور ٹرائیڈ ٹریڈ منڈریٹ اور جیل ڈیپوٹری کے ہیں اس عدالت کو دیتا ہے۔ "مقدمات کی تحقیقات بذریعہ جوری کے ہوگی اور جوری خواہ اعلیٰ ہوں خواہ ادنیٰ ان کو برطانوی عظمیٰ کی رعایا ساکن شہر کلکتہ ہونا چاہیے۔ موقع محل اور لوگوں کی حالت پر نگاہ رکھتے ہوئے عدالت کو چاہیے کہ جہاں تک ہو سکے عدالت گسٹری اس طرح کرے جیسے انگلستان میں ہوتی ہے" تمام برطانی رعایا اور ان کے نوکر جو بنگالہ و بہار و اڑیسہ میں مقیم ہوں شخصی حیثیت سے اس عدالت کے زیر اختیارات دیے گئے تھے منشور کے فوجداری قواعد و فعات ذیل کے فقرے پر ختم ہوتے ہیں اور یہی اصل بنا امپہی کے ماخوذ ہونے کی اور اس کے کاموں پر الزام عائد ہونے کی ہوئی۔ "اور چونکہ ایسے مقدمے پیش آسکتے ہیں جہاں قانون کی عام سختی میں تخفیف کرنا مناسب ہے۔ لہذا بذریعہ ہذا عدالت عظمیٰ واقع فورٹ ولیم بنگالہ کو حکم اور اختیار دیا جاتا ہے کہ اس کی نظر میں جب ترجمہ شایانہ کا موقع معلوم ہو تو سزائے موت ملتوی رکھے۔

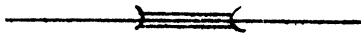
۱۔ یہ دستاویز بطبع ہوا ہے مثلاً مارلی کے خلاصہ قوانین (Digest) جلد ۲ صفحہ ۵۶۹ میں۔

۲۔ کیا اس کا مقصد اول آئری لینڈ کو خارج کرنا تھا، شاید یہ محض بہو قلم ہے۔

اور انتہا کر کے یہاں تک کہ مابدولت کی مرضی معلوم ہو اور ایسی صورت میں اس کو چاہیے کہ مقدمے کی رویداد اور شہادت مع ان وجوہ کے جن کی بنا پر یہ عدالت مجرم پر شاہی ترم کی سفارش کرتی ہے سزئہ ارسال کرے اور اس درمیان میں مجرم کو قید رکھے یا ضمانت پر رہا کر دے۔“

منشور کے ان فقروں میں صاف الفاظ میں نہیں لکھا ہے مگر ایسا مطلب نکلتا ہے کہ اس عدالت کو چاہیے کہ جہاں تک موقع ملے سب کھلے اور اُس کے تحت کے کارخانوں کے رہنے والوں کے ساتھ اور تمام برطانی رعایا کے ساتھ جس کا عملی نشا یورپی برطانی رعایا تھا جن میں یورپی اور ان کے نوکروں کے ساتھ جو بنگالے اور بہار و اڑیسہ میں رہتے ہوں انگلستان کا فوجداری قانون برتے۔

کو نسل اعلیٰ کی یہ حالت تھی اور عدالت عظمیٰ کے یہ اختیارات تھے جبکہ اکتوبر ۱۷۷۳ء میں ارکان اور جج جہاز پر سے بنگالے میں اترے۔



## باب سوم

### ہیسٹنگز اور فرانسس اپی اور اُس کے رفقاء نندکار۔ کونسل میں اختلافات

اس کتاب میں جو اصل مطلب بیان کرنا منظور ہے اُس کے آغاز کے پینتھڑ میں چاہتا ہوں کہ کچھ ذکر اُن بڑے بڑے لوگوں کا کروں جن کے معاملات کے بارے میں یہ کتاب ہے اور اُن معاملات کے شروع ہونے کے وقت آپس میں ان لوگوں کے کیا تعلقات تھے اسے بھی یہ اختصار بیان کروں۔

وارن ہیسٹنگز کی سوانح عمری کئی شخصوں نے لکھی ہے جن میں خاص کر ایک قابل قدر رسالہ لارڈ میڈکالے کا ہے۔ یہ رسالہ اگرچہ نا تمام ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ بعض خاص امور کے بیان میں نامنصفانہ ہے تاہم اس میں اصل خصوصیات اس شخص کی کارگزاری کے ایسی عبارت میں درج ہوئے ہیں کہ اس کا مقابلہ کرنا امکان سے باہر ہے۔ لہذا میں سادہ طور سے واقعات لکھنے پر قناعت کرتا ہوں اور اس کا حال اس زمانے تک کا جبکہ یہ حسب قانون ۱۷۷۳ء کو رنر جنرل مقرر ہوا بیان کرتا ہوں۔

ہنری دوم کے عہد حکومت سے ایک خاندان ویسٹفورڈ، ورسٹشریر یا ہوا تھا جس کی اولاد میں سے اخیر ہیسٹنگز تھا کئی صدیوں تک یہ خاندان دولت مند اور بااقتدار رہا۔

۱۷۷۳ء تا ۱۷۷۶ء میں برک اپنی تقریروں میں سے ایک تقریر میں

گرترہویں صدی میں بہت مفلس ہو گیا۔ سبب یہ ہوا کہ اُس زمانے میں جو بزرگ اس

بقیہ ماشہ صنوبر گزشتہ دو حشاہ شدت کے ساتھ جیسا کہ آخر عمر میں اس کا خاصہ ہو گیا تھا ہمیشہ نگر کو لکھتا ہے کہ ذات کا بیٹا، نیچا، آئینہ جس کی ذلیل کمینوں میں پل کر ویسی ہی خوب رو گئی تھی، بہر حال یہ مضمون شرمناک ہے اور اُسی وقت (جوس آف کامنس) میں (مشٹر لا) (لارڈ انبر) کے بھائی نے کہا کہ ہو سکتا ہے کہ ہمیشہ نگر اپنے خاندان پر فخر کرنے کے ایسے اچھے وجوہ جیسے اس آئینہ کے کسی پھلے آدمی کے پاس ہوں کر لکھتا ہو۔ برک جراب دے سکتا تھا کہ ہمیشہ نگر کے ماں باپ کی حاشیوں اور کھتیاں بیان کرنے سے صرف اُس کی خود کی تحقیر منظور تھی اور یہ مطلب نہ تھا کہ اُس کے نسب کی نفی یا توہین ہو۔ اور غالباً (برگ) کا مقصد بھی یہی ہو گا۔ اس لیے کہ اُس کے اور اُس کے آباؤ اجداد پر طعن کرنے سے زیادہ اُس کے والدین کی تذلیل اُس کا دل دکھانے والی چیز معلوم ہوتی ہوگی اور عقل کے نزدیک آیر میں رخنہ ڈالنے (طرائل آف ہمیشہ نگر جلد ۵ صفحہ ۵۰۱) اگر یہ بھی اذقیاس نہیں ہے کہ برگ کا ارادہ اُس حکایت کی طرف اشارہ کرنے کا ہو جس کو شاید اہم سے (فرانسس) نے کہا ہو جیسا کہ اُس نے یہ حکایت قابل اس کے سمجھی کہ اپنی خود لکھی ہوئی سوانح عمری کے اجزا میں جن کو (مشٹر میریئل) نے مشہور کیا داخل کرے (لائف آف فرانسس جلد ۲ صفحہ ۸۹) فرانسس کہتا ہے ہمیشہ نگر نے (ہیٹنگٹن) کے خاندان کا نام اور مختلف اخذ کیا مگر اس استحقاق سے اور کس

سند سے یہ کسی کو معلوم نہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ (لارڈ دارنگٹن) مرحوم کے خدمتگار کا یہ دراصل بیٹا تھا۔ اور ماشیہ پرافضاد کرتا ہے۔ اس امر کا مجھ کو کمریقین دلایا (لیڈی ان انسن) نے جو اس خاندان کی لڑکی تھی۔ اس نے مجھ سے کہا میرے والد اپنے بیٹوں کے ساتھ اس کو وسط منسٹر کے مد سے میں بھیجے تھے جہاں لڑکا اس کو دکھلے بائے یعنی زانی و لائینی لایا عالم کے نام سے پکارتے تھے ہمیشہ نگر کو ماں کا لہنے دے کے برگ نے نہایت بڑا صلہ دینا چاہا کہ اپنا دل خوش کرے کہ ہمیشہ نگر سے دائمی دشمنی رکھنے کی اُس نے قسم کھائی تھی۔ یہی فرانسس کی حکایت تو اس کا کذب اور حشاہ نہ خاتم نقل ہونا شروع ہو چکا۔ جو مشٹر گیگ کی تصنیف کردہ حیات ہمیشہ نگر پڑھے۔ ہمیشہ نگر کو (وسط منسٹر) میں اس کے چچا پھر ڈو ہیٹنگٹن نے بھیجا تھا اور چچا کے مرنے سے اس کو ہندوستان جانا پڑا۔ اس کا باپ ۱۷۱۷ء میں پیدا ہوا اس کے ماں شادی کی اور ۱۷۳۷ء میں یہ ہمیشہ نگر تولد ہوا۔ ورنہ اس کا نام ہسٹرون کے نام پر ہے۔

خانوادے کا تھا اُس نے چارلس اول کا ساتھ دیا۔ ہیسننگز کے دادا کے لیے خاندانی جائیداد میں سے کچھ پادریوں کے نذرانے کے طور پر باقی رہ گیا تھا۔ ہیسننگز کے باپ ہسٹن نے پندرہ برس کے سن میں شادی کی اور جب سترہ برس کا تھا بی بی نے زوجگی میں وفات پائی اُس کا اور حال معلوم نہیں سوائے اس کے کہ جب اس کا سن اس قابل ہوا تو پادریوں کی جماعت میں داخل ہوا اور امریکہ کے جزائر میں سے ایک جزیرے میں گیا اور وہاں مرگیا۔ یہی وارن ہیسننگز وہ لڑکا تھا جس کے تولد میں ماں مر گئی۔ اپنے ایک چچا کے خرچ سے وسٹمنسٹر کے اسکول میں اُس نے تعلیم پائی وہاں یہ ۱۷۷۷ء سے ۱۷۸۱ء تک رہا اور بہت امتیاز حاصل کیا اور بقول مسٹری - بی - اسپٹی کے سرالجا کا جس سے یہ سن میں صرف چھ مہینے چھوٹا تھا دلی دوست بنا۔ اس کے چچا کا ایک دوست مسٹر چوک تھا اُس کے ذریعے سے یہ بنگالے میں جانے کے لیے کرانی مقرر ہوا اور جنوری ۱۷۸۱ء میں اپنی نسل مقصود کی طرف جہاز پر روانہ ہوا اور آٹھویں اکتوبر ۱۷۸۱ء میں وہاں پہنچا۔ اسی ابتدائی کارگزاری میں اُس نے ماتمی میں رہ کر ان معاملات میں کار نمایاں کیا جو سراج الدولہ کے کلکتہ فتح کرنے اور بعد میں جنگ و جدل ہونے سے پیش آئے تھے۔ باقی حصہ اس کی ابتدائی کارگزاری کا قابل ذکر نہیں ہے۔ یہ زمانہ کمپنی کی تاریخ میں بہت کم تعریف کے قابل تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ کمپنی کے کارپرداز اپنے ذاتی فائدہ مقاصد کے حال کرنے میں اپنے اقتدارات پر دھبا لگاتے تھے۔ مگر اس کے متعلق ہیسننگز کی کوئی الزام نہیں لگایا گیا اگرچہ غالباً اس کو بھی دوسروں کی مانند اُس زمانے میں شرمناک ذرائع سے دولت جمع کرنے کا موقع ملا ہو گا۔ اسی زمانے میں اس کو نندکار کے ساتھ ایک مخالفانہ طور کا تعلق پیدا ہوا۔ اس امر کو مسٹر بیورج نے بہت طول کے ساتھ اپنے پہلے مضمون میں بیان کیا ہے کہ میں اپنے مقصد کے لیے صرف اتنا کہہ دینا کافی سمجھتا ہوں کہ بیورج یہ ظاہر کرتا ہے کہ نندکار کے دیوانی کے عہدے سے ایکوں ہونے کے قبل ہی اس کے اور ہیسننگز کے درمیان دشمنی قائم ہو چکی تھی۔

ہیسننگز چودہ برس ہندوستان میں خدمتگزار کی کے بعد ۱۷۸۱ء میں انگلستان واپس گیا اور وہاں چار سال رہنے کے بعد کونسل کے رکن دوم کی حیثیت سے مدراس بھیجا گیا۔ اس کی شادی ہو چکی تھی اور بی بی ہندوستان میں مرتجعی تھی۔ جہاز پر جب لے پادریوں کی فہرت سے معلوم ہوتا ہے کہ نذرانے کی تعداد ۱۸۸ پونڈ سالانہ تھی۔

ہندوستان آتا تھا اُس سے اور مسز امہوف سے جان پہچان ہوئی۔ یہ عورت ایک جرمن مصور کی زوجہ تھی جو ہندوستان میں دولت کمانے کے لیے آتا تھا۔ ہیسٹنگز کا تعلق اس عورت کے ساتھ قابل یادگار نہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے اُس کو اُس کے شوہر سے مول لیا تھا۔ اس مردک میں اس قدر پابندی تھی کہ اُس عورت کے ساتھ پہلے مدراس میں اور پھر کلکتے میں رہا اور حالیکہ جرمن عدالت میں مقدمہ اُس کی طلاق کا دائر تھا۔ جب طلاق ہو گئی تو ہیسٹنگز نے مسز امہوف سے نکاح کیا اور امہوف کو اُس کی بیویائی کی قیمت کے طور پر دس ہزار پونڈ دے کر جرمنی واپس بھیج دیا۔

اس تزویج کی ابتدا اگرچہ مذموم تھی مگر نہایت ہی مبارک ہوئی۔ میاں بیوی بیاہیں برس یعنی ۱۸۴۷ء سے ۱۸۵۱ء تک جبکہ ہیسٹنگز فوت ہوا یا ہم محبت و الفت سے ایک دوسرے پر قربان اور خوب خوش و خرم رہے۔

ہیسٹنگز کا مدراس میں ٹیخیر ناٹھوڑے دن ہوا اور کوئی حادثہ نہیں گذرا۔ وہ مئی ۱۸۴۷ء میں کلکتے کی کونسل کا صدر مقرر ہوا اور اسی سنہ کے اواخر میں مدراس سے روانہ ہو کے اپریل ۱۸۴۷ء میں کلکتے میں اجلاس کیا۔

۱۸۴۷ء اور جدید کونسل کے ۱۸۴۷ء میں پہنچنے کے درمیان ہیسٹنگز کو زیادہ تر

۱۸۴۷ء ہیسٹنگز اور اُس کی دوسری بی بی کے حال میں سرگلیگ کہتا ہے۔ میں نے کبھی کوئی آواز نہ سنی کہ نہیں سنا جو فریقین میں سے کسی کی عزت پر حرف لاتا ہو۔ دونوں ایسے بلند حال تھے کہ افسوں نے وہ ضرر جس کا دقتیہ کبھی نہ ہو سکتا ہرگز شوہر کو نہ پہنچایا ہو گا۔ اور آیا افسوں نے قاعدہ (دولتی نون فت انجوریا) (یعنی چاہنے والے پر ضرر نہیں ہوتا یعنی اپنا ضرر چاہنے والے کو جو کوئی غیر ضرر پہنچا دے تو یہ ضرر عدالت کے نزدیک ضرر سمجھا جائے گا۔) پر عمل کیا یا نہیں یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس سے دلچسپی نہیں گرتا۔ یہ میں اس منظر کی کہ عمل کیا بہت کچھ کہا جا سکتا ہے۔ ہیسٹنگز کے بہت سے خطوط بی بی کے نام کے (برٹش میوزیم) میں ہیں اور ان سے منتخب کر کے حال میں مسٹر ٹراٹرنے بھی شہر کیے ہیں اور (ایکویس آف اولڈ کلکتہ) میں بھی چھپے ہیں۔ یہ کچھ نہ کچھ ماضیہ طور کے ہیں اور بعض عبارتیں ان کی بالکل میرے مذاق کی نہیں ہیں۔

دو امور کی فکر رہی۔ پہلا امر تو یہ تھا کہ جو دو عملی حکومت کہلاتی تھی اور جس کا تذکرہ میں اوپر کر چکا ہوں اُس کے مٹانے کی تدبیریں لیں اور دوسرا امر جنگ روہیلا تھا جس کا بیان میں بس اتنا کرنا چاہتا ہوں کہ ہیسٹنگز اور نواب وزیر کے درمیان جو معاہدہ بنارس میں ہوا تھا اسی کے نتیجے میں یہ جنگ ہوئی اور ۱۷۶۴ء کی ابتدا میں ختم ہو گئی۔ ہیسٹنگز کے شخصی حال کے بیان میں چند الفاظ کافی ہوں گے۔ اگر آدمی کی قابلیت کا مینار اُس کو قرار دیں کہ کس قدر کم ذرائع سے کیسے امور عظیمہ اُس نے حال کیے تو میں سمجھتا ہوں کہ اُس شخص کو اٹھارہویں صدی کے انگریزوں میں ضرور سب سے زیادہ لائق و قابل جاننا چاہیے۔ ۱۷۹۱ء میں اُس نے ایک حیرت انگیز تحریر لکھی تھی اور اگر میں کبھی اس شخص کے الزام کی تاریخ لکھوں تو اس میں سے زیادہ انتخاب کروں گا۔ اس تحریر میں اُس نے لکھا تھا اور جہاں تک میں سمجھتا ہوں بالکل سچ لکھا تھا کہ ”سرکاری کاروبار کا جواب بنگالے میں موجود ہیں سب میرے بنائے ہوئے ہیں صرف وہ امور مستثنیٰ ہیں جو انگلستان کے بنائے ہوئے قوانین کے بموجب حکومت کی تبدیلی کی وجہ سے عمل میں آئے۔ جو عملہ مالگزار کی تحصیل وصول کے لیے رکھا گیا اور بنگالہ و مضافات بنگالہ میں دیوانی و فوجداری کی جو عدالتیں مقرر ہوئیں اور صوبہ بنارس کے لیے حکومت کی جو شکل تمام صیفہ لائے مال و تجارت و عدالت و فوج و افغانی Military defence کی بنائی گئی اور جو ترکیب صوبہ اودھ کی حراست و حمایت کے لیے نکالی گئی اور جو کچھ سیاسی تعلقات و عہد و پیمان حکومت بنگالہ کے پیدا ہوئے سب میرے ایجاد ہیں“

بہت سے تعجب خیز خاص خاص نکات کے تذکرے کے بعد اُس نے اپنا وہ کام بیان کیا جو اُس نے ہندوستان کی بیرونی سیاست کے بارے میں کیا تھا کہ ”اوروں کی شجاعت سے تو حاصل ہوئی اور میں نے بڑھائی اور سدھاری اور مملکت کو ٹھیک کیا جس پر آپ وہاں قابض ہیں۔ میں نے اس کی حفاظت میں جراثیم لکھی۔ مگر کیفیت شکاری کے ساتھ۔ نامشہور اور دشمن مملکتوں میں آپ کے دیگر مقبوضات کی حمایت کی تاکہ ایک جگہ کموٹی ہوئی عزت کو حاصل کریں اور دوسری جگہ جو بالکل ہاتھ سے نکل گئی اور تباہ ہو گئی تھی اُس کو پھر قبضے میں لائیں۔ یہ سب میں نے آپ کو دے دیا۔“

اور آپ نے مجھ کو یہ انعام دیا کہ میرا مال ضبط کیا۔ ذلت دی اور باقی ماندہ زندگی کے لیے مجھے لازم بنا دیا۔

جن مشکلوں میں ہیسٹنگز نے کامیابیاں حاصل کیں وہ مشکلات ایسے ہی لحاظ کے قابل ہیں جیسے کہ خودیہ کامیابیاں۔ اس کو وہ کام کرنا پڑے جو مطلق العنان بادشاہ کرتا ہے دراصل ایک وہ واقعا و قانوناً صرف ایک معمولی شخص تھا جس کے کچھ بھی قانوناً مقرر شدہ اختیارات نہ تھے سوائے اُن اختیارات کے جو ایک تجارتی کمپنی کے کارپروڈانٹس کے ہوتے ہیں۔ اُس کے آقاؤں کے درمیان نہایت سخت اختلاف رہتا تھا اور گاہ گاہ غیر متعین طور پر اُس کی تائید کرتے تھے جب پارلیمنٹ کے قانون کی رو سے کسی قدر اختیارات حاصل ہوئے تو اُسے اپنے ہم عہدہ ارکان کو اُن اختیارات میں شریک کرنا پڑا اور یہ شریک ہمیشہ ایک ایسی لڑائی میں اُس کے خلاف مصروف رہے جس کی نظیر نہیں ملتی۔ وہ بار بار اسے قلت رائے میں مبتلا کر دیتے تھے۔ اُس کے انتظام کو الٹ دیتے تھے اور جن افسروں کو وہ مقرر کرتا ان کی جگہ پر دوسروں کو نامور کرتے تھے۔ ایک وقت اس کو اپنی کارروائی میں یہ بھی کہ اُس کو ان آڈیٹروں کے ذریعے سے کام کرنا پڑتا تھا جن کے مدنظر اپنے ذاتی نقدی نفع کے سوا کوئی چیز نہ ہو اور اس ذاتی نفع کے روکنے کی طرف خاص کر کے توجہ ان لوگوں کی تھی جو اٹریا ہوس میں بااثر اشخاص تھے۔ پارلیمنٹ کو اس کی مدد کرنے کی اس قدر کم پروا تھی کہ دارالعوام میں ایک دفعہ یہ رائے ہوئی کہ کمپنی کو اُس کے واپس بلانے کے لیے کہا جائے۔ جو بے انتہا مسائل متعلق یہ داخل و خارج و فوج و سفارت و قانون اُس کے سامنے فیصلے کے لیے پیش ہوتے تھے، اُن کا فیصلہ تو یا صرف اُس کو اپنی رائے سے بغیر کسی دوستانہ یا کسی معتدلیہ کے مشورے کے کرنا ہوتا تھا۔ ان سب وقتوں کے ساتھ یہ ہمت نہیں ہارتا تھا اور کامیابی کے وسائل یا کم از کم غرابی سے بچنے کے ذریعے سوچنے سے وہ کبھی نہیں چوکتا تھا۔ نوع انسان میں وہ نہایت خوش مزاج، محبتی اور زندہ دل تھا۔ رکوال کہتا ہے کہ اپنی خفاگی معاشرت میں اس درجہ کھلندڑ اور خوش طبع تھا جس کا تصور مشکل ہے۔ سیاسی امور کے متغض کو اپنے گھر والوں کے دلوں پر نہیں آنے دیتا تھا۔ طبیعت کا ایسا ہلکا اور تیز کرایا قبول کرنے والا تھا کہ جیسے ہی کونسل کے اجلاس کو چھوڑا جہاں اُس پر مخالف کے ہر طرح کے حملے اور اکثر شخصی تنزی کے ساتھ ہوتے فوراً

ان سب پرچہ واقعات کو بھلا کے صحبتوں میں یوں شریک ہوتا تھا جیسے ایک نوجوان جس کے پاس فکر کا کبھی گزرنہ ہوا ہو۔

بہت کم ایسے اشخاص ہوں گے جن پر لوگ اس سے زیادہ دل و جان سے فدا ہوں اور اس سے محبت کریں۔ اس کی دلیل وہ خطوط ہیں جن میں اس کے دوستوں نے اُس کی موت کی خبر لکھی ہے۔ ایک خاتون اس کا ذکر کرتی ہے کہ ”نوع انسان میں کامل ناز بردار دوست اور میری زندگی کا سدھارنے والا، ایک دوسری خاتون کہتی ہے کہ ”اس محبوب و صابر مریض نے جو اخیر چیز پی وہ میں نے اُس کو دی تھی ٹھنڈے پانی کا ایک گھونٹ جس کو پی کے اُس نے اپنا مبارک ہاتھ میرے ہاتھ پر رکھا کہ اس وقت اُس کی زبان بند ہو چکی تھی اور اس کا ذکر یوں کرتی ہے ”جیسے ایک مخلص فرشتہ دوست“۔ یہ غالباً ایسا صابر اور شہس طبع تھا جیسا کوئی کبھی ہوا ہو اور یہ بھی اغلب ہے کہ اس سے زیادہ سختی سے کسی شخص کی طبیعت کی آزمائش نہیں ہوئی۔

برگ اور اُس کے دوست جو محبوب اس کی طرف منسوب کرتے ہیں ان میں جہاں اور محبوب ہیں ایک عیب یہ بھی ہے کہ وہ انتہا کا بد۔ سکار۔ جاہر۔ وحشی۔ رند لیک وحشی درندہ تھا جو مرے ہووے اور مرتے ہووے پر کونے میں بیٹھ کے غرائے یا انصافی کا بڑا کپتان۔ چوٹا۔ ظالم۔ قزاق۔ دغا باز۔ عیار۔ خائن۔ یہ سب کچھ ہم اس کو کہتے ہیں اور ہم کو افسوس ہے کہ انگریزی زبان میں کافی الفاظ نہیں ہیں جو اس کے جرائم کی شاعت بیان ہو سکے وغیرہ وغیرہ۔ سردالترے کو جہنم کا کڑکھا گیا ہے۔ یہ بات لارڈ کوک سے نازیا اور حماقت کی تھی۔ اور اگر وہ اس مقدمے کا کارپرداز ہوتا تو اپنے فرض منصبی سے غفلت کا قصور وار ہوتا اگر اس قیدی کو جہنم کا کھانا یہ یقیناً برگ نے گالی دینے کے فرض منصبی میں کوتاہی نہیں کی۔

بلاغیظ و غضب جو زیادہ بنجیدہ الزام ہمیں ننگ پر لگایا گیا وہ یہ ہے کہ یہ شخص بالکل بددیانت تھا اور حوصلہ بندی کے جن امور میں اس کو کامیابی حاصل ہوئی

لے ہمیں ننگ اور فرانسس کے فرق کو مٹا کر اس مرحوم نے ہٹری ریٹڈ ڈسکورری آف جوپس پر اپنے کلمے رسالے میں یوں بیان کیا ہے۔ نمایاں اختلاف ان دونوں میں زیادہ تر

اُن کے کرنے میں اُس نے بے محابا اپنی زیرکی سے کام لیا اور موقع پر ظلم و کرم ترکیب ہوا۔ جب کتہہ چین سنجیدہ اور بلا غیظ و غضب ہو وہ کہہ سکتا ہے کہ خاص معاشرت میں اس کی طبیعت غالباً لبھانے والی اور محبت پیدا کرنے والی تھی مگر اس کے ساتھ وہ روہیلوں کے استیصال کے لیے برطانیہ فوج کی خدمت فروخت کر سکا۔ اور اُس نے اُس قاعدے کے موافق عمل کیا کہ جب روپے کی ضرورت ہو تو ایسٹ انڈیا کمپنی کا حق ہے کہ جس کسی کے پاس روپیہ ہو اُسے لوٹ لے۔ اور اپنے تئیں بدنامی سے بچانے کے لیے اپنی سے سازش کر کے اس جج سے نندکار کو مروا ڈالا۔ اس رائے کی صحت کی کہ ہیسٹنگز کے اخلاق و اطوار ایسے تھے اس پر موقوف ہے کہ آیا یہ الزامات ثابت بھی ہوئے ہیں یا نہیں۔ میں صرف اخیر الزام کی بحث اس کتاب میں کروں گا۔

کونسل کے دیگر ارکان میں بہت زیادہ قابل لحاظ فرانسس تھا۔ یہ مسئلہ کہ آیا یہی مصنف ”جو فرانسس“ کا تھا یا نہیں ایسا ہے جس کا فیصلہ نہیں ہوا اور جو لوگ چیتان پت کرتے ہیں اُن کی خوشی کے لیے شاید کبھی جی جی طور سے متحقق نہ ہوگا۔ یہ شخص

بقیہ ماشیہ صفر گزشتہ۔ ہندوستان کی سیاست کے دو بڑے طریقوں پر تھا ایک حسب ضرورت عمل کرنا جس کی تائید ہیسٹنگز کرتا تھا کہ یہ طریقہ شخصی اور ملکی اقتدار بڑھانے کے لیے نہایت مفید ہوتا ہے دوسرا حق اور عدل کے محکم اصول پر چلنا جس کی پابندی فرانسس کو مد نظر تھی کہ یہی اصول اچھی حکومت کرنے کے ہیں۔ میریس فرانسس جلد ۲ صفحہ ۷۴، اس بیان سے مجھ کو اتفاق نہیں۔ البتہ جو محدود الزام نہایت عام طور پر ہیسٹنگز پر لگایا جا سکتا ہے اُس کو اُس نے مختصر صورت پر لکھ دیا ہے۔

لہذا میرا اس سلسلے پر خوب غور نہیں کیا۔ جو دلائل لارڈ مکالے نے ہیسٹنگز کے متصرون میں پیش کیے ہیں کہ فرانسس اور جو فرانسس ایک شخص تھا اُن کو دیکھ کے مجھے معلوم ہوتا ہے کہ لارڈ مکالے نے برٹان اور وجوہ ظنی میں کافی طور پر فرق نہیں کیا (لائسنس آف فرانسس) حیات فرانسس مصنفہ مشرقیہ لیل میں اور بہت سی لیس مذکور ہیں۔ مگر اس بار سے میری دلیل تاقتہ کے لکسن کی نشانی ہے اگر یہ معلوم ہو جائے کہ کس کے ہاتھ کا کبھی ہوئی یہ کتاب ہے تو کچھ کچھ ہوش باقی نہ رہے گی۔ اگر یہ شخص تھے تو ان کے عادات و اخلاق میں لڑتہ بہت مشابہت تھی۔ مراکز نندکار میں نے ہاتھ کے کھنکے کے مسئلے پر بہت توجیہ کی اور میں ہمتا ہوں کہ وہ چند فریڈریش کا عفات اس بار سے نہ چھوٹ گیا۔

ہیڈسٹنگز اور ایم پی سے آٹھ برس چھوٹا تھا اس لیے کہ اکتوبر کی بائیس کو سن ۱۸۷۷ء میں پیدا ہوا تھا پس جب یہ کلکتے میں اکتوبر کی انیس کو سن ۱۸۷۷ء میں اترتا تو اس کو چونتیس برس پورا کرنے میں تین دن باقی رہے ہوں گے۔ اگر یہ جوئیس، تھا تو سن ۱۸۷۷ء سے سن ۱۸۷۸ء تک خطوط "جوئیس" کی تحریر میں مشغول رہا اور اگر یہ جوئیس کا نہ تھا تو اس کی کاروبار کی زندگی کو کہہ سکتے ہیں کہ اُس وقت شروع ہوئی جبکہ یہ کلکتے میں اترتا اس لیے کہ اُس زمانے تک کوئی مستقل شغل اُس کا نہ ہوا تھا سوائے اس کے کہ دفتر جنگ میں ایک محرر کی خدمت پر رہا اور کیوں مقرر ہوا یہ ایک ایسا سوال ہے جس کا جواب کم از کم مسٹر میری دلیل سے نہ ہو سکا اگرچہ اُس نے اس بارے میں سب طرح کے سُنائے قصے ذکر کیے مگر معلوم ہوتا ہے کہ اس کو کسی پر یقین نہ تھا۔

فرانسس کے چال پٹن کا چربہ لارڈ مکالے نے بہت خوبصورتی سے آمارا ہے اور کہتا ہے کہ "جوئیس" صاف طور پر اصلی جب وطن اور عالی ہمتی سے خالی نہ تھا۔ اس کے عیوب کمینوں کے سے نہ تھے۔ تاہم یہ ضرور انتہا درجے کا متکبر و مغرور آدمی رہا ہو گا ورنہ شرارت کی اس غلطی کی طرف مائل تھا کہ اپنی شرارت کو غلطی سے فیض رساں خوبی سمجھے۔ کیا تو اچھا کرتا ہے جو غصہ ہوتا ہے؟ یہ سوال قدیم زمانے میں ایک مسبرانی نبی سے ہوا تھا اور انہوں نے جواب دیا کہ "ہاں! میں اچھا کرتا ہوں" بظاہر یہی طبیعت جو جوئیس کی تھی۔ اور اسی سبب کی طرف ہم اس وحشیانہ سنگ دلی کو منسوب کرتے ہیں جس نے اُس کے چند خطوط کو بدنام کر دیا ہے۔ کوئی آدمی ایسا بے رحم نہیں ہے جیسا وہ شخص جو سخت دھوکے میں پڑ کے اپنی بد مزاجی کو اپنے فرائض سے تصور کرے۔ ہم کو یقین ہے کہ یہ سب بلا تفسیر قلب فرانسس کی طبیعت کے بیان میں کہا جاسکتا ہے۔ مسٹر میری دلیل اس عبارت کو نقل کر کے اپنی تحسیر میں درج کرتا ہے اور یہ اضافہ کرتا ہے کہ "اس بڑے نقص کے ساتھ ہی وہ متکبر اور نامہربان طبیعت کا شخص تھا" ہر صورت میں سمجھتا ہوں کہ اس قصے کے پڑھنے سے اُس کے ایک اہم مقام سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ فرانسس وحشیانہ سنگ دلی و دائمی کینہ دہری کے عیوب کے علاوہ

جھوٹا۔ بے وخوا اور بدنام کنندہ بھی تھا۔

کونسل کے دوسرے ارکان کے ذکر کی کچھ تعویضی سی اور ضرورت ہے جنرل کلاورنگ کا اثر پارلیمنٹ میں بہت تھا۔ مگر اس میں ذاتی صفات بہت نہ تھے وہ انتہا درجے کا جلد باز سخت اور پلے سرے کا لڑاکا تھا۔ انگلستان سے روانہ ہونے کے پیشتر وہ ڈیوک آف یورک سے لڑنے پر تیار ہو گیا تھا۔ ہندوستان میں پہنچنے کے چند ماہ بعد یہ اپنے ہم عہدہ بارول سے دو حقیقت لڑایا۔ ننگکار کے بارے میں بحث کے وقت ایک مرتبہ ایسا معلوم ہوا کہ یورک سے مراد کے لڑکوں کی طرح لڑ پڑے گا نہ کہ ڈول لڑنے والوں کی طرح مجھ کو معلوم ہوتا ہے کہ اس کا طریقہ اُن تمام امور میں جو اب بیان کیے جانے والے ہیں، ایک جلد باز اور تند خو شخص کا سا تھا جس میں کچھ اصلی استعداد نہ ہو۔ مانسٹن کا حال تو اور بھی کچھ قابل بیان ہے۔

لے برگ جب رشوت کا مقدمہ سپریم کورٹ کی نسبت پیش کرنے کا شروع شروع میں اُس نے اُس کے چال چلن کی مدح بہت موٹے موٹے الفاظ سے کی (اسپیس جلد ۲ صفحہ ۶۶)۔  
 لے اس بارے میں ایک خط (سر بارول) کا بنام اُس کی بہن کے مورخہ ۱۷ مئی ۱۸۷۸ء موجود ہے۔ اس واقعہ کی کیفیت جو اُس نے لکھی اُس میں درج ہے اور یہ خط باب ہفتم میں لے گا۔  
 لے آگے صفحات ۶۲ و ۶۳ ملاحظہ ہوں (کانسل ٹینشن) میں ایک اس کے اور جملے کی عجیب نقل موجود ہے کہ کوئی شخص ساکن سیرام پور تھا اس کے ساتھ اُس نے لڑنے سے انکار کیا یہ کہہ کر کہ یہ بھلا آدمی نہیں ہے بلکہ جاسوس ہے۔

لے (ایچی) نے جو ایک خط (لارڈ الگرنڈ) کو جنوری ۱۸۷۸ء میں لکھتے کے وکلا ویرسٹریل اور ان کے مرتبے اور توقعات کے بارے میں لکھا اُس میں یہ بیان کرتا ہے کہ وہ ایک بھلے آدمی ہے جس کا نام قرر ہے انہی سے بڑی دولت حاصل کر لی ہے اور حاصل کرنے کا موقع یہ ملا کہ اس کے یہاں پہنچنے کے ساتھ ہی اس کے نصیب سے چند واقعے پیش آئے اور اس کی (یہاں ناقابل خواندگی) اور اُس کی ترقی (سرچی کلاورنگ) اور (ڈسٹیشن) نے چلی۔ اس کا بیانی سے اس کی سرگرمی سست ہو گئی۔ قابلیت تو اس میں بہت کام کرنے کی ہے مگر عدالت میں آنا گویا چھوڑ دیا ہے۔ مجھ کو یقین ہے کہ اُس کا قصد اس ملک میں بہت رہنے کا نہیں ہے (خط اپنی) میں نے چاروں (انس آف کورٹ) میں تلاش کرانی کر اُس کے سرپرستوں کے ساتھ پائی۔ البتہ وہ کالت پیشہ خاندان میں سے تھا کہ میرے دوستوں (سرٹاس فر) اور دونوں نام پر اور وہ بھائیوں (ڈسٹر ڈیوٹیو) کے (فر) اور (اف) ڈیوٹیو قرر کے دادا کا یہ بھائی تھا۔

مگر میں اتنا کہہ سکتا ہوں کہ یہ مسٹر فرر کو اپنا متمہ بنا کر لے گیا، جو اس کی سہی سے صدر عدالت کا وکیل مقرر ہو گیا۔ مسٹر فرر بڑی لیاقت کا آدمی تھا اور اپنے پیشے سے خوب واقف تھا۔ اس نے عدالت میں نذرکار کی طرف سے پیروی کی اور مقدمہ چلانے والی مجلس کے سامنے گواہی دی جس کا میں اکثر مقامات پر حوالہ دوں گا۔ اس نے چار سال کی مختلف مدت میں بڑی دولت حاصل کی بعد ازاں انگلستان واپس گیا اور آخر کار پارلیمنٹ میں شریک ہو گیا۔

باقی کونسل کے رکن بارول میں بڑی لیاقت تھی کم از کم اس کے چند خطوط سے میری یہ رائے قائم ہوئی ہے۔ اُس نے بے انتہا دولت حاصل کی اور اسی امر سے یہ تکیا کیا جاتا ہے کہ وہ اپنے منصبی کام میں بے لوث نہ تھا۔ اُس کے شخصی عادات پر بھی شبہ کیا گیا ہے۔ اس کے خطوط زیادہ تر تجارتی معاملات سے تعلق رکھتے ہیں۔ ایک عجیب نکتہ ہے۔ یہ اپنی بہن کو سمجھاتا ہے کہ میں جانتا ہوں کہ ہندوستانیوں کے نام سے یہ معاملات کر کے میں نے اُس حکم کی تعمیل کی کہ کمپنی کے ملازمین اس طرح کے معاملات سے تعلق پیدا نہ کریں۔ وہ کہتا ہے کہ درحقیقت یہی اُس حکم کے مطلب کی تعمیل ہے۔ اس لیے کہ اس حکم سے مقصود یہ تھا کہ انگریز تاجر کو ظلم کرنے سے روکا جائے چونکہ کلکتے کے باہر اس پر کسی طرح کی قانونی روک نہیں رہتی تھی برخلاف ہندوستانیوں کے جن کے نام سے اُس نے معاملہ کیا۔ یہ عذر رنگ ہے مگر عجیب ہے۔ میں نے اس کتاب کے آخر میں ایک جداگانہ باب میں اس کے چند خطوط چھپوائے ہیں اس وجہ سے کہ ان کا مضمون خود مفید ہے، اور اس سبب سے کہ اُن سے اس شخص کی رائے چند اُن امور کے بارے میں معلوم ہوتی ہے جن کا تعلق تاریخ سے ہے۔ بس اس قدر ہی سننگز اور اُس کے مشیر کار

۱۷ اس کی برادری کی بابت (دیکھو ڈراف اور کلکتہ) کے ۱۳ صفحے کا حاشیہ ملاحظہ ہو۔ اُس کی آوارگی کے بارے میں ۲۵ صفحے کا حاشیہ ملاحظہ ہو۔ اس حاشیے میں ایک جگہ ایسی عبارت کی نقل ہے جس سے بنظر وقیح تشریح کیے جانے پر ایسی ہی برائی کی نسبت ہیسننگز کے چال چلن کی طرف کم از کم اُس کے اتالیقی عمر کے چال چلن کی طرف نکلتی ہے مگر میں سمجھتا ہوں ضمیر میں ضرور غلطی ہوئی ہوگی (اور دلار ڈولڈ کا درحقیقت مطلب (بارول) نہ کہ ہیسننگز کی تزیل کرنا تھا۔

اُن کی بابت کہنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ اب میں ایسے ہی اختصار کے ساتھ صدر عدالت کے جموں کا تذکرہ کرنا چاہتا ہوں سرالجا اپنی میز مجلس اور جیمبس لیسٹر اور ناٹیلڈ تین ارکان تھے۔

سرالجا اپنی ہیمراستمتھ میں ۱۳ جون ۱۸۵۳ء کو پیدا ہوا۔ ایک دو اہم تاجر کا بیٹا بیٹا تھا۔ ۱۸۵۲ء میں وِسٹ منسٹر بھیجا گیا جہاں ۱۸۵۳ء تک رہا۔ دسمبر ۱۸۵۴ء میں جیمبس لیسٹر کی کالج میں گیا اور اسی زمانے میں لنگونسن ان میں بطور ایک طالب علم کے داخل ہوا۔ ۱۸۵۵ء میں اعلیٰ جماعت اول میں دوسرا اور چانسلسر کے امتحان میں بھی دوسرا نکلا۔ ۱۸۵۶ء میں بیرسٹر بنا اور ۱۸۵۵ء میں ٹرسٹی کالج کا فیلو منتخب ہوا۔ یہ انتخاب ایسا ہوا کہ چاہیے تھا۔ لارڈ مکالے اس کا لحاظ رکھتا۔ اس لیے کہ کوئی ستر برس بعد یہ خود بھی اس اعزاز سے مشرف ہوا تھا۔ وِسٹ منسٹر (مغربی احاطہ) میں اپنی نے وکالت کی اور بقول اس کے بیٹے کے کامیابی کے ساتھ۔ ایڈولفس کہتا ہے کہ یہ ایک اُن کونسلوں میں تھا جن کے ذریعے سے ایسٹ انڈیا کمپنی نے ۱۸۵۷ء میں ایک قانون کے مسودے کی مخالفت میں گنتگو کی جو کمپنی کو ہندوستان میں ناظرول کے بھیجنے سے روکتا تھا۔

جب حسب منشا ایکٹ ۱۳ جلوس جارج سوم فصل ۶۳ (سوپریم کورٹ) اعلیٰ عدالت نکلے تین قائم ہوئی تو اس شخص کو جیسا اُس کے خطوط سے معلوم ہوتا ہے لارڈ جیمس نے جو ۱۸۵۷ء میں چانسلسر تھا۔ تھرو کی سفارش سے جو اُس زمانے میں صدر وکیل سرکار تھا مقرر کیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ اپنے تئیں تھرو کا ایسا احسان مند سمجھتا تھا کہ سات برس تک جب اُس کو موقع ملا تھرو کو خط لکھا گیا حالانکہ تھرو نے اس مدت میں اُن خطوں میں سے ایک کا بھی جواب نہیں دیا۔

اپنی تین اور عدالت عظمیٰ کے جموں کے ساتھ انگلستان سے ہندوستان کو

۱۸۵۶ء یا ۱۸۵۷ء (Memoir) صفحہ ۲۔

۱۸۵۶ء

۱۸۵۶ء (مشرقی) اپنے علی خطاب کو کہتا ہے کہ (جو تیرنگلر) کا تھا۔ یہ الفاظ کیسے پڑھے ہوئے شخص کے کان میں عجیب جشیا معلوم ہوتے ہیں۔

اپریل ۱۹۷۷ء میں روانہ ہوا اور ۱۹ اکتوبر کو گلگت پہنچا۔

اگر ایسی کا حال مکالمے کا لکھا ہوا باور کیا جائے تو یہ شخص ضرور تمام انسانوں میں سب سے زیادہ لغزت انگیز اور ذلیل ہو گا کہ نہایت کروہ خطاؤں کا مرتکب ہوتا تھا جن کا باعث یا تو کوئی نہایت ریکٹ مقصد ہو یا کچھ بھی نہ ہو۔ اس لیے کہ اگر یہ اسے صحیح ہے تو صرف بے فائدہ ہیسٹنگز کے خوش کرنے کے لیے اس نے نہایت لعنت کے قابل قتل عمدہ کر کے یعنی جج ہو کر قانونی صورت پر غون کر کے کام شروع کیا اور بلاوجہ ظاہر نکالے بھسوسوں ظلم اور جبر کی رسم جاری کرنے لگا اور چاٹا کہ اپنے ساتھی جموں سے مل کے تمام اس بڑے ملک کی جو فورٹ ولیم کے احاطے کے اندر تھا اعلیٰ حکومت غصب کر لے کر بے انتہا رشوت لے کے اپنے اس مکروہ ارادے سے دست بردار ہوا اور جن جرائم کی نسبت کہا جاتا ہے کہ ان کا ارتکاب اودھ میں ہیسٹنگز کے حکم سے ہوا تھا ان میں یہ سہو مواد ان صرف اس وجہ سے ہوا کہ کوئی چیز بیان سے باہر دل کو فریفتہ کرنے والی (مہم ضرور سمجھیں گے) کہ رسوائی کی خاص عفوئت کے ساتھ موجود تھی جس کا حاصل کرنا کھٹوں میں منظور تھا۔ مختصر یہ شخص ایک بھگتنا انسان کی شکل میں تھا اور بھگتنا ہی کیسا کہ بہت ذلیل۔

جو اشخاص کہ زندگی کے ممتاز مراتب پر فائز ہیں اور ان کا مجھ کو ذاتی تجربہ ہوا ہے ان میں میں نے کوئی عفریت صورت انسان نہیں پایا اور نہ ویسے دورنگے عجیب مظلقتہ لوگوں میں سے کوئی مجھ کو ملا کہ مثل گڈریے کی کھلی کے آدمی سیاہ آدمی سفید ہوں جن کا ذکر مکالمے کی تاریخوں میں بکثرت مندرج ہے اور یہ ان نہایت دل خوش کن کتابوں کے عیوب میں سے ایک بڑا نقص ہے۔ ایسی کے حال پر روشنی ڈالنے والی چیزوں میں سے جہاں تک مجھ کو دستیاب ہوئیں ہر ایک کو میں نے پڑھا ہے اور مجھ پر ظاہر ہوتا ہے کہ یہ شخص اپنے ہم نشینوں کی نسبت جو وہی یا کئی حیثیت سے نہایت زیادہ سفید تھا اور نہ بہت زیادہ سیاہ۔ بلکہ جیسے اور بہت جج تھے جن کا مجھ کو علم ہے ویسا ہی یہ بھی تھا۔ خاکسگر دلچسپی کے قابل نہ تھا اور ہر طور پر بہ نسبت ہیسٹنگز کے بہت چھوٹا آدمی تھا ایسا سلوم ہوتا ہے کہ اس نے قانون کی عمدہ تعلیم اور عام طرز کی تعلیم بھی پائی تھی۔ اس کا زور طبع اور دلچسپی قابل دید تھی اور بہت بڑی قابلیت کچھ عام طور کی رکھتا تھا۔ اس کے تمام خطوط اور خانگی کاغذات میں نے سب پڑھ ڈالے ہیں اور ان میں میں نے کئی چیزیں بھی

رشتہ خوریا کا نہیں پایا۔ اگرچہ ذاتی منفعت کی فکر اس کو بہت سخت اور بالکل بمقتضائے طبع تھی تاہم معلوم ہوتا ہے کہ عام یہودی کے خیال میں بھی اس نے بڑا حصہ لیا تھا۔ یہ شخص ایک چرشلادل سوز دوستوں کا گرویدہ شخص تھا مگر ذرا بھی ایسا نہ تھا کہ کسی کے قابو میں ہو یا کسی کی فرماں برداری کرے اور ہیسٹنگنز کی توہمیشک نہیں جس کے ساتھ اس کا ایک دفعہ سخت جھگڑا بھی ہوا تھا۔ کوئی خاص کر کے بڑی یا اچھی بات تو اس میں نہ تھی مگر اس طرح میں اس کے عام اوضاع و اطوار میں کوئی برائی یا خوبی نہیں دیکھتا ہوں جس کی وجہ سے میں ان دہشت ناک جرائم کا جن کی نسبت اس کی طرف کی گئی ہے اس کو ترکب ہونا اور کہوں جس طرح میں خود اپنے ہم جنسیت عہدہ داروں میں سے کسی پر ایسے افعال شنیع کے شبہے کا کوئی سبب نہیں پاتا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ مختلف معاملات میں جو کارروائی اس نے کی اور جس پر اعتراض ہوئے اگر وہ پورے غور سے دیکھی جائے تو ظاہر ہوگا کہ اگر اس کی کل کارروائی درست نہ تھی تو یہ بھی کم از کم ان بڑے الزامات سے جن کی تہمت اس پر نکالنے لگی ہے اس کو بجز تمام بری کرنا چاہیے۔ اپنے قوی دشمنوں پر فتح پانے کے بعد اس کی زندگی کا جو کچھ بیان اس کے بیٹے نے کیا ہے وہ دل خوش کن ہے۔ اس پر تہمت لگانے کی ہر کام کوشش ہونے کے بعد یہ الکیس برس زندہ رہا اور ۷۷ برس کے سن میں یکم اکتوبر ۱۸۸۷ء کو انتقال کیا۔ اس مدت میں اس کی معاشرت ایسی تھی جیسے ایک کامل تربیت یافتہ آدمی کی ہوتی ہے۔ اس کے بیٹے کو اس سے بظاہر ایسی گہری اور سچی محبت تھی جس سے دونوں کی بہت تعریف نکلتی ہے۔

تین چھوٹے بچوں کے حال میں چند ہی الفاظ کافی ہوں گے۔ ان سب میں جیمز نہایت ممتاز تھا وہ کلب کارکن اور ڈاکٹر جانسن کا دوست اور آکسفورڈ میں قانون کا ویرین پروفیسر تھا۔ وہ ایسی کا قائم مقام ہوا اور معلوم ہوتا ہے کہ جب کونسل اور عدالت کے درمیان ابتدائی سوالات ہوتے تھے تو فرانسس اس کو کونسل کا طرفدار سمجھتا تھا مگر بے وفائی یا بے دلی کے ساتھ۔ اس ٹکڑے میں جسے میں نے اوپر نقل کیا ہے۔ فرانسس تو ٹرڈر کہہتا ہے کہ جیمز ان کے عام ارادوں اور فیصلوں میں خاص کر فول اور

قتل نندکار کے فیصلے میں اس کا ہم کو اس طرح چھوڑ دینا اور پھر لٹا ہر ناخوشی سے ہم کو مجرم قرار دینا ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کوئی دوست اپنے قصور کا اعتراف کرتا ہو اور اس امر نے ہم کو شاید اوروں کی کھلی ہوئی دشمنی سے زیادہ ضرر پہنچایا۔ یورپ واپس جانے کے بعد فرانسس نے چیئیرس سے مخلصانہ خط و کتابت رکھی۔ مجھ کو معلوم ہوتا ہے کہ چند موقوفوں پر چیئیرس نے سستی سے کام کیا اور اس امر کو گلبرٹ اور فاکس دونوں نے مانا ہے اور جبکہ اپنی کے الزام کا مباحثہ ہو رہا تھا اُسے بیان کیا ہے۔

لیمیسٹر کی نسبت مجھ کو معلوم ہوتا ہے کہ وہ تنگ دل، متکبر، برا فروختہ مزاج تھا اور ماڈ کی تعریف میں کچھ ذرا سا کہا جاسکتا ہے۔ اپنی اپنے ان خطوط میں سے جو تھور کے نام تھے۔ ایک خط میں لیمیسٹر اور ماڈ کی سخت شکایت کرتا ہے اور لکھتا ہے کہ انھوں نے عدالت کے اُس حکم کی بڑے زور سے مزاحمت کی جس کا منشا یہ تھا کہ عدالت عالیہ مالگرا کی تحصیل میں دخل دینے سے رُکے۔ اس خط میں یہ عجیب عبارت درج ہے کہ جس اصول پر اس حکم کی بنا ہے اُس میں ذرا بھی شک نہیں کر سکتا ہوں یعنی کمپنی کو پورا حق ہے کہ مالگرا اسی کے بقایا کو اپنے ہی افسروں کے ذریعے سے اپنی ہی کمپنوں میں وصول کیا کرے۔ اس حکم کی مخالفت اس خیال سے ہے کہ باقیات صرف صدر عدالت میں وصول کئے قابل ہیں“

لہ کلکتے کے ایک مسخرہ اخبار ”ہیکیس گزٹ“ نے اس شخص کو سرور پلانٹ کا خطاب دیا تھا اپنی کے خطوط میں سے ایک خط میں کمپنی کا حال مذکور ہے۔ ایسی ہی اور اُس سے پہلے جان پھان مغربی دور ۱۸ (دو طرفان سرکٹ) پر ہوئی کہ یہ سرچینٹ ڈیوی کا منشی تھا۔ ڈیوی اس وقت دورہ کرنے والے حکام کے سرداروں میں سے ضرور ہوگا۔ اور اپنے زمانے میں ایک مشہور آدمی تھا۔ سٹشہ میں جیشی سرسٹ کے بڑے مقدمے میں یہ سرداری ڈنگ کا حاکم رہا (۱۸۲۱-۲۲) سٹشٹ برائیس (۶) اور دوسرے بڑے مقدمات بھی کیے۔ کمپنی کلکتے میں از حد مشہور تھا۔

(اگوس آف اولڈ کلکتہ (Echcs of old calcutta) کے صفحات ۱۵۵-۱۶۲)

ملاحظہ ہوں۔

۵ خط اپنی بنام تھرو۔ مورخہ ۲۸ نومبر ۱۸۴۶ء [مکاتبات اپنی]۔

یہ بالکل نامکن ہے کہ ہم انسانی قوت کے ساتھ اس طریقے پر جس پر ہم کو طبعاً ضروری ہے ان باقیات کے سو میں سے ایک حصے کا بھی تصفیہ کر سکیں۔ پس گویا سوال یہ ہوا کہ آیا مالگزاری وصول کی جائے یا نہ کی جائے، میں یہ نہیں کہتا کہ حال کا طریقہ ناقابل اعتراض ہے موجودہ خرابیوں میں جن کی اصلاح میں چاہتا ہوں کہ مقنن کریں میٹر کے عادات و اطوار کا تو میں کچھ حساب نہیں دے سکتا اور ماٹرز کے بارے میں مجھے اس کی اگلی بیماری کے پھر ہوجانے کا بہت خوف ہے مگر یہ ایسا نازک امر ہے جس کا تذکرہ نہ کرنا چاہیے۔ یہ شخص ہمہ تن لیمیٹر کے کاموں میں ہے جو شاید سمجھتا ہے کہ لارڈ سنڈوچ کو جس کو یہ اپنا مرئی سمجھتا ہے پینسی کی مخالفت کرنے سے خوش کرے گا۔ تم نے مجھے ماٹرز کی بابت جو لکھا اس کا خیال مجھ کو بھی اکثر آتا ہے۔ یہ شخص ایماندار ہے مگر بہت بنا ٹھنار ہوتا ہے۔ اس کی زبان رکتی ہی نہیں اور اس میں فخر اور خود نمائی اتنی ہے کہ اتنی میں نے شرق کے لوگوں میں بھی نہیں دیکھی۔

ڈینگ کے نام کے خط میں ایسی کوئی ایک برس بھر لکھتا ہے کہ روزمرہ کی آزمائش سے ماٹرز کے بارے میں تمہاری پیشین گوئی کی مجھے زیادہ سے زیادہ تصدیق ہوتی جاتی ہے۔ لیمیٹر از حد جو شیلہ ہے۔ ان دونوں نے اپنے تئیں میرے پورے مقابلے پر ہار میں کھرا کر رکھا ہے۔ ماٹرز تو اجلاس پر گالیاں دیتا ہے گزشتہ کبھی برا فروختہ ہو کر جواب نہیں دیا۔ اس کے برعکس چیمبرس مجھ کو مدد دیتا ہے اور میرے ساتھ اچھا برتاؤ کرتا ہے۔ ماٹرز اور لیمیٹر کی مجھ سے بد مزگی کا سبب صرف یہ ہے کہ ان کا میں اس رائے میں شریک نہیں ہوں کہ مالگزاری کی تحمیل کمپنی کے افسروں کے ذریعے سے ہونی روکی جائے۔

یہ خطوط معلوم ہوتا ہے کہ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ ماٹرز اپنے حواس میں

بہت دنوں سے ترجمہ

۱۵ خط ایسی نام ڈینگ، مورخہ ۳۰ اگست ۱۹۱۰ء [مکاتبات ایسی]۔

۱۶ یہاں الفاظ انڈیا اسکرپس اور انڈیا اسکرپس آن دی بیچ نکال ڈالے گئے ہیں (دیکھیں میوزیم) میں جو یہ خطوط ہیں تو وہ ان خطوط کے سوا تین ہیں جن کو ایسی نے محفوظ رکھا ہے۔

تھا اور ان سے ایسی کے اطوار و کردار کا بہت بڑا پتا چلتا ہے اس لیے کہ ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ جیسا کونسل میں ویسا ہر عدالت میں تفرقہ تھا اور یہ کہ ایسی کسی طرح عدالت میں اُس مرتبے پر نہ تھا جس کی نسبت اُس کے دشمنوں نے اُس کی طرف بعد کو کی۔ اس بات کا ایک امر اہم ہونا بعد ازیں ظاہر ہو گا۔

زندگیاں اشخاص میں آخر ہے جن کا تذکرہ میں کروں گا۔ اس کی کارگزاری کے اور اس کے اخلاق کے جو امور بہت پتا بتانے والے ہیں وہ کافی طور سے مشہور ہیں۔ ۱۹۵۱ء میں ہونگلی کا عامل تھا جبکہ سراج الدولہ نے کلکتے کو لیا۔ بعد ازاں کمپنی نے اُس کو بجائے ہیسٹنگز کے بر دو ان و ندیہ ہونگلی کا کلکٹر مقرر کیا۔ ۱۹۵۱ء میں اُس نے نائب صوبہ یعنی نائب نواب بنگالہ کا عہدہ ماتحت نجم الدولہ کے پایا جس کو کمپنی نے نام کے نواب میر قاسم کو نکال کے مقرر کیا تھا خود نواب کے کہنے سے یہ تقرر ہوا تھا مگر زندگیاں کے عادات و اطوار ایسے بُرے تھے کہ تھوڑے دن بعد اُس کو اس عہدے سے کونسل نے برطرف کر دیا۔ اور اس کی جگہ محمد رضا خاں مقرر ہوا۔ اس کے بعد چند سال تک وہ لیا کرتا رہا اس کی تفصیل ظاہر نہیں ہوتی البتہ ہیسٹنگز ایک دقیق مراسلے میں کمپنی کے ڈائریکٹر ول کو ستمبر ۱۹۵۱ء میں لکھتا ہے کہ ”۱۹۵۱ء سے لے کر ۱۹۶۱ء تک جبکہ میں بنگالے سے روانہ ہوا اس آدمی کے اغراض و منصوبات کے مقابلہ کرنے میں برابر میں مصروف رہا چونکہ میں نے سمجھ لیا تھا کہ شخص میرے مالکوں کی ہیوڈی کے مخالف ہے اور اس جھگڑے کے دوران میں میں نے اس کی بدخواہی کی علامتیں ایسی کافی پائیں کہ اگر میں غیظ و غضب کو اُن فر اقص پر غالب ہونے دیتا جو کمپنی کے مجھ پر دلچسپ ہیں تو میں اس شخص کا دائمی دشمن ہو جاتا“

جب ہیسٹنگز ۱۹۵۲ء میں صدر مقرر ہوا تو کمپنی نے نائبان صوبہ کی معزولی کا اور خود

۱۹۵۱ء جلد سوم صفحہ ۱۹۔ (گلیگ) اکی جلد اول صفحات ۶۲-۶۹ میں ہیسٹنگز اور کلکتہ کی حالت  
زندگیاں کے تقرر کے بارے میں درج ہے۔

۱۹۵۱ء جلد سوم صفحہ ۲۵۳۔

۱۹۵۱ء گلیگ جلد اول صفحہ ۲۵۲۔

دیوانی کرنے کا حتمی فیصلہ کر کے ہیسٹنگز کے پاس حکم بھیجا کہ محمد رضا خاں کو گرفتار کر کے جو اس نے اپنے عہد حکومت میں بد عنوانیاں کی ہیں ان کی بابت اس پر مقدمہ دائر کرے۔ ہیسٹنگز نے یہ بھی حکم ملا تھا کہ اس مطلب کے لیے نندکار سے کام لے اور اگر اس سے کاربراری ہو تو اس کو انعام دے مگر کوئی عہدہ یا اختیار اس کے تفویض نہ کرے۔ نندکار نے اپنے عہدے پر پھر سرفراز ہونے کی امید سے محمد رضا خاں پر الزام لگانے میں ہیسٹنگز کی نہایت مدد کی مگر آخر میں اس کو تا امید ہی ہوئی اس لیے کہ محمد رضا خاں بری ٹھہرا اور اس کا عہدہ موقوف ہوا تاہم نندکار کو کارگزاری کا صلہ ملا کہ اس کا بیٹا راجہ گرداس اس کام کے لیے صوبہ دار کی خانگی دیوانی کے عہدے پر مقرر ہوا۔

سلہ ان کا ماسلہ مورخہ ۲۸ اگست ۱۷۸۱ء ملاحظہ ہو۔ (گلیگ جلد اول صفحہ ۲۲۱)۔

اس حکم کی عبارت حسب ذیل ہے: ہم بے اس امر کے تم سے کہے صبر نہیں آتا کہ جو نندکار اس نائب کے انتظام کے بارے میں خبر دے سکے اس کو تم کام میں لانا۔ درحالیکہ اس نائب سے نندکار کا حسد کرنا معلوم ہے تو اس کی کارروائیوں میں سے جو کچھ اس کے علم میں ہے بے تامل سب بتادے گا اور ہم کو یقین ہے کہ اس نائب کے کردار میں سے کوئی جزو جو قابل غور ہو اس کے ہوشیار حاسد و رقیب کی غائر نظر سے بچ نہ رہا ہوگا۔ لہذا ہم کو شک نہیں کہ محمد رضا خاں کے انتظام کی لغتیش میں نندکار کی قابلیت و میلان طبع سے کامیابی کے ساتھ کام لیا جائے گا اور کوئی خیانت یا فریب یا تصرف بجا جو اس نے بحیثیت نائب دیوانی یا پے در پے صوبہ داروں کے ماتحت رہ کے لیا ہوگا ظاہر ہو جائے گا۔ اور درحالیکہ ہم کو یقین ہے کہ نندکار کی زیرکی سے تم حسب ضرورت کام لوگے تاہم تمہارے ذہم ہوشیار ہے ہم کو ایسا اعتماد ہے کہ ہم نہیں ڈرتے اگر کوئی پوشیدہ تحریک یا تدبیر کی جائے جس سے نندکار اس شخص کی بدانتظامی منکشف کرنے پر آمادہ کیا جائے جس کا اقتدار باعث اس کے حسد کا ہوا ہے اور جس کا عہدہ لے لینا اس کو مد نظر ہے اس لیے کہ ہم یہ الطینان کامل سمجھتے ہیں کہ تم اس کی طبیعت اور فطرت سے ایسے خوب واقف ہو کہ تم اس کو ایسا کوئی بااقتدار عہدہ نہ دو گے جس سے اس کو اپنی ترقی کا موقع ملے یا جس سے کمپنی کا ضرر متصور ہو۔ اگرچہ ہم نے ضروری سمجھ کے یہ تم سے کہہ دیا ہے کہ نندکار کے ماتحت یہ حکومت و اقتدار دینا ہم کو گوارا نہیں ہے تاہم اگر اس کی خبری اور مدد سے محمد رضا خاں کے کردار کی لغتیش میں تمہارا کچھ کام نکلے تو جس قدر اس کی محنت اور جہاں تک اس کی خدمت نہ لو اور جو اس کی تم کو ترقی کرنا اور صلہ دینا گلیگ جلد اول صفحہ ۲۲۲-۲۲۳)۔

یہ عہدہ ایک شعبہ تھا اس عہدے کا جس پر محمد رضا خاں فائز ہوا تھا اور دو سال شعبہ جو اس نواب کی حفاظت ذات کا تھا منی سلیم بیوہ میر جعفر کو دیا گیا۔ آخر الذکر تقررات کے متعلق نذکار نے ہیسٹنگز پر رشوت کا الزام لگایا تھا۔

اس عہدوں کا سمجھنا بالکل چھستان ہے۔ میری سمجھ میں جو ان کی ترتیب و تفصیل آتی ہے نقشہ ذیل سے ظاہر ہوگی۔ لحاظ رہے کہ نائب اور نایب یا نواب ایک ہی لفظ ہے بمعنی عرض کے۔ نواب جس کا انگریزی میں الماناب ہے تعظیفی جمع نایب کی ہے اور فرق ایسا ہے جیسا فرق تو اور تم میں۔

درجہ اول سلطان۔

درجہ دوم۔ صوبہ دار بنگالہ جس کے عہدے میں داخل تھی۔

(۱) دیوانی یعنی انتظام خراج و عدل گسٹری منی۔

(ب) نظامت یعنی حکومت فوجی و عدالت تعزیری۔

بنگالے میں یہ دونوں خدمتیں ایک شخص کے تفویض تھیں اور سلطنت مغلیہ کے اور صوبوں میں جدا جدا شخص ہوتے تھے۔ فروری ۱۷۶۵ء میں نجم الدولہ نے جو نام کو صوبہ دار تھا کمپنی کے ساتھ ایک عہد نامہ کیا جس کی رو سے کمپنی کو اس کے اختیارات کی تعمیل کرنے کا حق حاصل ہوا۔ اگست ۱۷۶۷ء میں شاہ عالم بادشاہ نے دیوانی عنایت کی۔ اس طرح کمپنی نے دیوانی بادشاہ سے اور نظامت صوبہ دار سے لی۔ اور ان امتیازات کی بنا پر۔

درجہ سوم۔ نائب صوبہ دار بنگالہ (باستثنائے بہار) مقرر کیا۔ اس کے عہد میں داخل تھی۔

(۲) کمپنی کی طرف سے نیابت دیوانی۔

(ب) صوبہ دار بنگالہ کی طرف سے نیابت ناظم بنگالہ۔ نائب ناظم کے عہدے میں شامل تھی۔

(۱) نظامت یعنی تعزیری عدل گسٹری۔

(ب) ۱۔ نواب کی فائز کی مخالفت۔ ۲۔ جو رقم اس کے اور اس کی سکرٹری کے مدخر خراج

کے لیے مقرر تھی اس کے مصارف کی نگہداشت۔ جب محمد رضا خاں نائب صوبہ دار کے عہدے پر نہ رہا تو اس کی خدمتوں میں سے اس قدر کام جتنا نائب دیوان سے متعلق تھا بحکال کے فرنگی افسروں کے تفویض ہوا۔ اور جتنا کام خاص نظامت کے متعلق تھا کچھ مدت بعد پھر اس کو لیا گیا اور صوبہ دار کی ذات کی حفاظت منی سلیم کو اور مصارف کی نگہداشت راجہ گرداس کے حوالے ہوئی۔

نذکار کے اخلاق و اطوار کو مٹانے نے ایک ایسی بلاغت کی عبارت میں بیان کیا ہے جس کی نسبت میں سمجھتا ہوں کہ اُس کی قوت بیانی اُس قوت امتیازی پر جو اُس نے اور لوگوں کے چال چلن کے بیانات میں دکھائی ہے زیادہ غالب آگئی ہے۔ نذکار کے اخلاق و اطوار کا فی طور پر صاف نمایاں ہیں۔ اس میں شک ہو سکتا ہے کہ آیا اس سے زیادہ اخلاقی خرابیوں میں بھی کسی انسان نے اپنی زندگی بسر کی ہو۔ انسان کی تاریخ کے نہایت کالے نقشوں میں سے ایک نقشے کو سلطنت مغلیہ کے اضمحلال کا زمانہ دکھایا ہے۔ بے محابا وحشیانہ تعدی، بے فیصلے کے خون ریز لڑائی، بے انتہا سازشیں اور دغا بازیوں۔ یورپ کی ظری اطالیوں میں ہمیشہ ایک چیز ایسی رہی ہے جو کچھ نہ کچھ ہمت اکسانے والی ہوتی ہے اور جس کے لیے لڑنا شرافت، کاشان ہے جیسے دین یا طرز حکومت یا جدید قوموں کی ترقی یا زبردست سیاسی ترکیب مگر ہندوستان کی لڑائیوں میں اٹھارھویں صدی کے بہت بڑے حصے میں ہر شے ذلیل و رکیک تھی۔ کوئی ایسا سردار بھی نہ تھا جس کے ساتھ کسی قسم کی ذاتی و فاداری کا خیال کوئی دل میں لاتا۔ منہل، مہرٹے، افغان، راجپوت جو پستادار تھے ان کے بچے تک ایک دوسرے کو چیر بھاڑ رہے تھے اور جو صلہ مند مسلمان جیسے حیدر اور اُس کا بیٹا ٹیپو جنھوں نے جاں بازوں کے غولوں کی مدد سے دکن میں

لے اس کے اخلاقی خصائل کا تصور اُن لوگوں کے دلوں میں بیکار کا شکل ہے جنھوں نے آدمیوں کی ویسی ہی طبیعتیں دیکھی ہیں جیسی ہمارے جزیرے میں ہوتی ہیں۔ جو نسبت اطالوی کو انگریز سے اور ہندو کو اطالوی سے اور بنگالی کو اور ہندووں سے ہے وہی نسبت نذکار کو بنگالیوں سے تھی اور بعد اس کے وہ مشہور مذمت بنگالیوں کی ہے۔ اس بے انصافی کے مبالغہ در مبالغہ بیانوں میں سے ایک کے بارے میں میں کہہ سکتا ہوں کہ لارڈ کھلے کا سپلا اعتراض بنگالیوں پر یہ ہے کہ ”بنگالیوں کے اعضا کی بناوٹ اس حد تک بودی ہے کہ عورتوں کی سی ہوتی ہے“ بنا بریں نذکار کو چاہیے تھا کہ بنگالیوں کے ٹیپو کے کھڑا لارڈ کے ٹیپو سکتا ہو۔ حالانکہ سگرلرٹ الیٹ نے بیان کیا ہے کہ ”ڈیل ڈول میں بلند و بالا اور شاندار تھا۔ تنومند و خوش نما (پارلیمنٹ ہسٹری ۲۷-۳۸) اور بارول کا بیان ہے کہ اُس کے بدن کی ساخت بہت مضبوط تھی“

ریاستیں بھی قائم کر لی تھیں یہ سب ایک دوسرے سے صرف چالاک، مکاری اور خونخواری کے درجے میں لغوات رکھتے تھے ورنہ سب مکار و خونخوار تھے اور کوئی ان میں سے ان قزاقوں سے جو بڑے ہیمانے پر ہوتے کچھ بہتر نہ تھا جو ان ڈاکوؤں اور ٹھگوں کے آماجہ اجداد تھے جن کا استیصال خود ہمارے زمانے میں ہوا۔ سلطنت کے تمام صوبوں میں کوئی ایسی خراب حالت میں نہ تھا جیسے بنگالہ اور اُس بد نصیب صوبے کے نہایت خراب اور بدترین حصے میں نندکار تقریباً ساٹھ برس کے سن تک رہا۔ ایسی حالت میں جو آگے بڑھنے والا، چالاک، سربر آوردہ مقصدور ہو سکتا ہے وہ ویسا ہی ہوگا جیسا کہ نندکار درحقیقت تھا۔ سراسر جھوٹا اور سوائے تکبر و تنفرو انتقام کے تمام احساسات سے عاری۔ تاہم اس کا ایک وصف جو اس کے سخت دشمن نے بھی بیان کیا ہے کہہ دینا فرض ہے۔ سیرالتاخرین کا مصنف کہتا ہے: "یہ آدمی طبیعت کا شریٰ مزاج کا مغزور اور پرلے ورجے کا حاسد تھا اور انسانوں میں اکثر لوگوں سے ناراض رہتا تھا اگرچہ اُس نے دو تین شخصوں پر مہربانی کی تھی اور دوستی میں پکتا تھا۔"

نندکار کی ایک قسم کی سوانح عمری بارول کے اُن خطوط میں سے آیا خط میں ہے جن کو معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی بہن کے نام اکثر لکھتا تھا۔ اس میں جو مضامین مندرج ہیں اُن کی صحت کا فیصلہ میں نہیں کر سکتا ہوں۔ مگر یہ خط ایسا تعجب خیز ہے کہ میں اُس کو جیسا کچھ ہے کسی آئندہ فصل میں نقل کر دوں گا۔

اس طرح کے یہ اشخاص تھے جن کا حال مجھ کو بیان کرنا ہوگا۔ اُس زمانے میں جس زمانے کے واقعات کا ذکر اب کرنا ہے ان لوگوں کے آپس میں کیا تعلقات تھے ایسے مشہور و معروف ہیں اور مکالمے نے اُن کو ایسی اچھی طرح لکھا ہے کہ اُس کے رسالے سے ایک تھوڑا سا انتخاب کر لینا میرے مطلب کے لیے کافی ہوگا۔ مگر یہ ضرور یاد رہے کہ اس میں اُس کی رائے نہ کہ میری رائے بیان ہوئی ہے۔ میں جو اس کو

نقل کرنا ہوں تو صرف اُس کے بمثل ایجاز اور زور کی وجہ سے ہیں۔ میں نے اُن اصلی اسناد کو جن کی بنا پر یہ امر مذکور ہوئے ہیں خاص طور پر مطالعہ نہیں کیا ہے۔ دل میں یہ ضرور خیال رکھنا چاہیے کہ یہ کونسل انگلستان سے مسلح ہونے کے اس زعم میں آئی تھی کہ کمپنی کی حکومت اور خاندان ہیسٹنگز سے خوب دشمنی رکھے اور کسی طرح میل نہ کرے۔ اسی جوش میں یہ لوگ جہاز سے اترے اور اترنے سے چھ دن کے بعد انھوں نے ہیسٹنگز کے اہم سے حکومت چھین لی اور اُس نے جو آخر میں نواب وزیر کے ساتھ معاملات کیے تھے اُن کو بیشک ہسٹنگز نے طرز پر جرم قرار دیا اور انگریزی کارپردازان کو اودھ سے واپس بلایا اور ایک ایسے شخص پر سزا کو کارپردازان کا روٹا بھیجا اور اس ضمن کو جس نے روہیلوں کو فتح کیا تھا کمپنی کی فوج میں واپسی کا حکم دیا اور اس لڑائی کے اسلوب کی بابت سخت تحقیقات کرنے کا حکم مقرر کیا۔ پھر باوجود گورنر جنرل کی مزاحمت اور بحث کے انھوں نے اپنے نئے اختیارات کو ماتحت کے احاطوں پر نہایت بے سمجھ بوجھ طریقے سے برتنا شروع کیا اور بمبئی کے تمام امور کو درجہ برہم کرنے لگے۔ مرہٹوں کی اندرونی حکومت کے جھگڑاؤں میں دست اندازی اس طرح کی ملی ہوئی تھی اور کم زور سے کی کہ جس کو کوئی باور نہیں کر سکتا۔ اسی زمانے میں وہ بنگالے کے داخلی انتقام پر اُڑے اور تحصیل و عدالت کے کل طریقے پر حملہ کیا۔ یہ طریقہ بلاشبک ناقص تو تھا مگر غالباً ایسا برانہ تھا کہ انگلستان سے تازہ واردہ اشخاص اپنی لیاقت سے اُس کی اصلاح کرتے۔ اُن کی ترمیم کرنے کا اثر یہ ہوا کہ حفاظت جان و مال بالکل جاتی رہی اور خود کلکتے کے نواح میں لیٹروں کے غول لوٹتے اور خون ریزی کرتے تھے اور اُن کو سزا نہ ملتی تھی۔ ہیسٹنگز الوان گورنری میں رہا کیا اور عہدہ گورنر جنرل کی تنخواہ لیا گیا۔ اور معمولی کاموں کی سربراہی میں کونسل کی مجلس کو ہدایت بھی کرتا تھا اس لیے کہ اُس کے مخالفوں کو ماننا پڑا تھا کہ جس امر سے یہ

۱۵ سو اٹھ عمری فرانسس مصنف میریویل۔

۱۶ یہ رائے مکالمے کی ہے۔ میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔

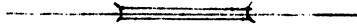
۱۷ اس سب کی صحت میں مجھ کو شک ہے۔ (دارا ٹومکالے) کوئی سند نہیں بیان کر سکتا اور میں نہیں جانتا وہ کہاں سے یہ لاتا ہے۔

جاہل تھے اُس سے وہ بہت خوب واقف تھا اور جو مسئلے اُن کے لیے لائبل مسمہ ہوتے اُن کے فیصلے میں ہیسٹنگز میں قطعی و عاجلانہ دونوں خوبیاں پائی جاتیں۔ مگر حکومت کے اعلیٰ اختیارات اور نہایت قابل قدر سرپرستی کی قوت اس سے نکل گئی تھی۔

ہندوستانوں نے یہ بات تھوڑے ہی عرصے میں دریافت کر لی اور اُس شخص کو ازکار رفتہ تصور کر کے اپنے طور سے اس پر حملہ کیا۔ ہمارے پڑھنے والوں میں سے کچھ لوگوں نے شاید ہندوستان میں دیکھا ہو گا کہ کورس کے پرے نے ماندے گدہ کو ٹھنگیا ٹھنگیا کے مار ڈالا۔ یہ کچھ بری مثال اس واقعے کی نہیں جو اُس ناک میں ہوتا ہے جب کبھی کسی ایسے شخص سے قسمت برگشتہ ہو جاتی ہے۔ جو پہلے بڑا آدمی تھا اور جس سے لوگ دہشت کھاتے تھے ایک دم میں سب خوشامد ہو اُس کے لیے جھوٹ بولنے اور جعل سازی اور تقلبانی اور زہر خورانی پر ابھی تیار تھے بھاگ گئے اور اُس کے قہمخند دشمنوں سے فیض حاصل کرنے کے لیے اُس پیرت لگانے لگے۔ کوئی ہندوستان کی حکومت ذرا اتنا ہی لوگوں کو معلوم ہونے دے کہ فلاں آدمی کی وہ تباہی چاہتی ہے تو چوبیس گھنٹے میں اُس کو بھاری الزامات اور اُن کے ساتھ مکمل مفصل مواد شہادت کے مل جائیں گے کہ جو شخص مشرق کے لوگوں کی دروغ گوئی سے واقف نہیں ہے اُن کو واقعی و حتمی سمجھے گا۔

ہیسٹنگز اب ایک لاچار آدمی سمجھا جاتا تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ بنگالے کے ہر ایک آدمی کی قسمت بنانے اور بنگالے کا اختیار اُس کے پاس سے نکل کے نئی کونسل والوں کے ہاتھ میں آ گیا ہے۔ فوراً گورنر جنرل پر الزامات کی بوچھاڑ ہونے لگی۔ ان الزامات کو کونسل کی جماعت کثیر نے بہت غنیمت سمجھا مگر انصاف تو یہ ہے کہ ان صاحبوں کی عزت کہیں اس سے بالاتر تھی کہ غلط الزامات کی طرف داری کرتے ہاں ان کو مشرق کے لوگوں سے ایسی کافی واقفیت ہوئی تھی کہ بیانے کہ دُنیا کے اُس حصے میں صاحب اقتدار کی ذرا سی بھی جرأت دلانے سے ایک ہفتے کے اندر اتنے لوگوں سے زیادہ اومیس اور بدلو اور دیگر فیلڈ کے سے جمع ہو جائیں گے جتنے وسٹ منسٹر ہاں میں سو برس کے اندر دکھائی دیں۔

اس طرح میں نے اس کتاب کے موضوع کی تمہید پیش کر دی اور جن سربر آوردہ لوگوں کے افعال کا بیان اس میں ہوگا ان کا تذکرہ کر دیا۔ اب میں آئندہ فصلوں میں ان واقعات کی بہ تفصیل تحقیقات کرنی چاہتا ہوں جن کی بنا پر اصل الزامات امپہی پر اور بواسطہ کم از کم دو امر میں ہمیشہ نگر پر بھی لگائے گئے۔



# پایہ نام

## نندکار کا پھیسٹنگلز پر الزام

میں نے گزشتہ باب میں نندکار کے کردار کا تذکرہ کرتے ہوئے ان امور کو بیان کیا ہے جو اس میں ایبرہیسٹنگلز میں تعلق کا باعث ہوئے اور جن سے بلاشبہ اس کے دل میں ہیسٹنگز کی طرف سے سخت نفرت پیدا ہوئی اور اس عداوت کے مقابلے میں ہیسٹنگز نے بھی عداوت کی ہوگی اور میں اس کی بھی نقل کر چکا ہوں جو سکاٹے نے بیان کیا ہے کہ ابتدائی تقرر کے بعد کونسل میں جھگڑے ہوئے۔ ان جھگڑوں کے زمانے میں نندکار کے دل میں غالباً یہ آیا ہوگا کہ یہ اچھا موقع ہے کہ نہ صرف ہیسٹنگز سے اپنا بدلہ لے بلکہ جو طریقہ محمد رضا خاں کے بارے میں اختیار کیا گیا تھا اس کو بھی بدلے اور جو عہدہ اس کے رقیب سے سلب ہوا تھا وہ یا کم از کم اس کا جزو خود لے لے۔

مارچ ۱۸۶۲ء میں محمد رضا خاں کو ہیسٹنگز نے عملاً بری کیا تھا۔ میں نے عملاً اس عہدے سے کہا کہ

لے محمد رضا خاں کی کارپرواز میں تحقیقات تمام ہو کے (کورٹ آف ڈائریکٹرز) جنس نظام کے ملاحظے میں فیصلے کے واسطے مرسل ہے غالباً عام الزامات سے اس کی برأت کا حکم ہوگا۔ بالفعل ہم اس کو رٹا کرتے ہیں، ہیسٹنگز بنام سلیمان مورخہ ۲۰ مارچ ۱۸۶۲ء (گلیگ بلدا صفحہ ۳۹) ڈائریکٹروں کا مراسلہ، جلد ۳ صفحہ ۴۵ میں ملاحظہ ہو۔

تحقیقات ختم اور عرضداشت مدعی علیہ کے حق میں مفید دائر کٹرول کی خدمت میں روانہ ہو چکی تھی مگر ان صاحبوں کا آخری حکم ۳ مارچ ۱۹۵۵ء کے بعد صادر ہوا اور ہندوستان میں نندھارا پر جلسہ سازی کا جرم ثابت ہونے کے قبل ہی بیچ سکا ہو گا۔ لہذا نندھارا کو ایک خاص اور قوی محرک ملاکہ کونسل کے جھگڑے کے موقع سے ہیسٹنگز کے تباہ کرنے میں کام لے جیسا کچھ ہوا ہو مگر طریقہ جو اس نے اختیار کیا تھا خوب متحقق ہو گیا ہے اور بنگال سیکریٹ کونسل میں ذرا ذرا مفصل درج ہے۔

۱۱ مارچ ۱۹۵۵ء کو فرانس نے بورڈ میں خبر دی کہ اس کے پاس اس دن نندھارا ملاقات کو آیا تھا اور بروقت ملاقات ایک خط بنام گورنر جنرل و کونسل اس نے اسے دیا اور التماس کیا کہ بحیثیت رکن کونسل اس کا فرض تھا کہ اس خط کو بورڈ میں پیش کرے۔ بنا براہ فرانس نے اس کو پیش کیا اور مضمون سے لاعلمی ظاہر کی۔

اس خط میں کمپنی سے نندھارا کے تعلقات کا نوشتہ قصہ مذکور تھا۔ اس نے لکھا تھا کہ بیٹے کے کشت و خون کے بعد اس نے میر جعفر کو میر قاسم سے لہنے پر آمادہ کیا۔ میر قاسم اور شجاع الدولہ کے کبوتر میں شکست کھانے کے بعد اس نے بنگالے کی مالگاری وصول اور صرف کی۔ چند رشوت خوار انگریزوں نے اپنے ذاتی اغراض کی وجہ سے اس کو اس کے عہدے سے معزول کیا اور اس کی جگہ پر محمد رضا خاں سات برس تک رہا اور ہر طرح کی تعدی اور خرابی کرتا رہا حالانکہ اس پر کبھی کوئی الزام نہیں آیا ہیسٹنگز جب گورنر مقرر ہوا تو اس نے محمد رضا خاں اور شتاب رائے پر نالاش کرنے میں اس کی مدد کی اور دکھایا کہ محمد رضا خاں نے تین کروڑ پانچ لاکھ اور تقریباً ۲۷۰۰۰ روپے (۳۰۵۲۰۰۰ پونڈ سے زیادہ) اور شتاب رائے نے ۹۰ لاکھ (۹۰۰۰۰ پونڈ) زمین کیے ہیں اس بنا پر مقدمہ ان پر قائم کیا گیا۔ ان دونوں میں سے ہر ایک نے اس کو اور ہیسٹنگز کو بہت کچھ رشوت دینے کو کہا کہ مقدمہ اٹھایا جائے۔ محمد رضا خاں نے ہیسٹنگز کو دس لاکھ (۱۰۰۰۰ پونڈ) اور اس کو یعنی نندھارا کو دو لاکھ (۲۰۰۰۰ پونڈ) اور شتاب رائے نے ہیسٹنگز کو چار لاکھ (۴۰۰۰۰ پونڈ) اور نندھارا کو ایک لاکھ (۱۰۰۰۰ پونڈ) پیش کیے تھے۔ اس سب پیشکش کی خبر اس نے ہیسٹنگز کو دی اس نے قبول نہیں کیا مگر تھوڑے دن بعد مقدمہ ملتوی ہو گیا۔ کیوں اس کو کونسل دریافت کرے

معلوم ہو جائے گا۔

ہیسٹنگز کی اور کارروائیوں کو مشتبہ بیان کرنے کے بعد نندکار کمٹا ہے کہ یہاں تک تو میں نے عام الفاظ میں لکھا اب اجازت چاہتا ہوں کہ واقعات کو خاص اور مفصل طور پر ذکر کروں۔ بعد ازیں بیان کیا کہ اُس نے کلکتے میں ۱۷۹۹ء بجنگ (۱۷۹۹ء) میں چار دفعہ کے ہیسٹنگز کے دو نوکر جگناتھ اور بال کشن کو ہیسٹنگز کے دینے کے لیے آٹھ توڑے اشرفیوں کے جن کے ۱۰۴۱۰۵ روپے ہوتے تھے بطور پیشکش کے حوالے کیے تاکہ اُس کا بیٹا گرداس نیابت پر یعنی اُس خطابی صوبہ دار کے خاندان کے خزانچی کے عہدے پر مامور ہو جائے اور منی بیگم میر جعفر کی بیوہ صوبہ دار کی ذات کی حفاظت کا عہدہ پائے کہ یہ دونوں خدمتیں سابق میں محمد رضا خاں کے پاس تھیں۔ اس نے یہ بھی بیان کیا کہ اسی عرض سے منی بیگم نے ہیسٹنگز کو مرشد آباد میں ایک لاکھ روپے دیے تھے اور اُس کے بیٹے گرداس کو اُس نے لکھ بھیجا تھا کہ وہ ہیسٹنگز کو ڈیڑھ لاکھ روپے دینا چاہتی تھی اور گرداس نندکار کی معرفت ضرور دریافت کرے کہ ہیسٹنگز اس قسم کو کس طور پر لینا چاہتا تھا۔ نندکار نے (جیسا کہ خود اُس کا بیان ہے) اس امر کی خبر ہیسٹنگز کو دی تو ہیسٹنگز نے کہا کہ اُس کا تعلق قاسم بازار سے تھا اور چاہتا تھا کہ یہ رقم اُس کے حساب میں زسنگد کو جو وہاں رہتا ہے دے دی جائے۔ اور ایسا ہی ہوا۔

کل رقمیں جن کے ہیسٹنگز کو دیے جانے کا دعویٰ نندکار نے کیا تھا یہ تھیں اشرفیاں جو نندکار کے نوکروں نے ہیسٹنگز کے نوکروں کو دیں۔ ۱۰۴۱۰۵ روپے منی بیگم نے مرشد آباد میں دیے ۱۰۰۰۰۰

۲۵۰۰۰۰

قاسم بازار میں دیے ۱۵۰۰۰۰

۲۵۴۱۰۵

اس خط میں ایک عبارت درج ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نندکار ہیسٹنگز پر حملہ کرنے کے وجوہ ظاہر کرنا چاہتا تھا۔ یہ عبارت اس خط کے درمیان میں واقع ہے اور واقعات کے زمانی سلسلے کو توڑ کر کچھ مطلب خبیث کر دیتی ہے۔ اس میں یہ بیان ہے کہ جب کونسل والے پہنچے تو ہیسٹنگز نے ان سے ایک دفعہ نندکار کی ملاقات کرا دینے سے

ہنکار کیا داگرچہ بعد کو مسٹر الکن ڈریٹ کے کہنے سے اس کی ملاقات کرادی) پھر اس کو  
 الزام دیا کہ ”تو نے میرے دشمنوں کے ساتھ دوستی پیدا کی ہے“ اور آخر میں دھمکی دی کہ  
 ”جس میں میرا نفع ہے اُس طریقے پر میں چلوں گا چاہے اس میں تیرا ضرر بھی ہو یا درہے۔“  
 خود نندکار کے بیان کے موافق یہ ہے کہ اُس نے جو ہیسٹنگز کی باتوں کا تحمل کیا تو یہ  
 سمجھ کر کہ اُس نے غصے کے جوش میں ایسا کہا تھا“ اور درحقیقت اُس کا صحیح ارادہ  
 بیٹھے تباہ کرنے کا تھا“ مگر آخر میں اطمینان ہو گیا کہ معاملہ اس کے برعکس تھا۔ اُس نے  
 بیان کیا کہ ہیسٹنگز نے اُس کے دشمنوں جگت چند اور موہن پرشاد سے ملاقات کی  
 اور موہن پرشاد کے بارے میں یوں کہتا ہے کہ ”موہن پرشاد جس کے پاجھی پن اور  
 جھوٹی سازشوں سے سارے شہر کے انگریز اور ہندوستانی واقف ہیں اور جو میرا  
 قدیم دشمن ہے اور جس کو سابق میں گورنر نے اپنے گھر سے نکال دیا تھا اور پھر آنے کو  
 منع کیا تھا اُس کو اب پھر اپنے یہاں بلاتا ہے اور اُس کو پان دیتا ہے اور حمایت کرنے کا  
 یقین دلاتا ہے“ گورنر موہن پرشاد کو اپنے ذاتی مشورے میں داخل کرتا ہے جو شہر کے  
 اندر اور باغ میں بھی ہو کرتا ہے..... بحیثیت رتبے کے یا بحیثیت وکاداری کے  
 ان لوگوں کو کیا استحقاق ہے جو گورنر سے ایسا گہرا تعلق پیدا کریں۔ میری دشمنی اور بڑھاپی  
 کے سوا اور کہاں سے یہ استحقاق انھیں حاصل ہوا۔ اس ملک میں مجھ کو کسی طرح کی  
 قدرت نہیں۔ ہیسٹنگز صاحب ہم سب پر غالب ہیں۔ ایسے دشمن کی علانیہ عداوت  
 کے مقابلے میں بس خدا ہی میرا حامی ہے۔ میں اپنی عزت کو اپنی جان سے زیادہ عزیز  
 رکھتا ہوں اور جو اظہار ارات میں اب کرنے کو ہوں اُن سے کیا فرق میری عزت میں  
 آئے گا اُس سے میں ناواقف نہیں ہوں مگر میرے سکوت میں بھی ایک خاص ذلت کا  
 سامنا ہے اور اس لیے میرے لیے کوئی چارہ کار نہیں“ جو خاص بات اس فقرے  
 میں ہے وہ یہ ہے کہ موہن پرشاد جبل کے مقدمے میں نندکار پر ناشی ہوا تھا اور  
 قابل ملاحظہ یہ امر ہے کہ ہیسٹنگز نے بقول نندکار موہن پرشاد پر مہربانی کی تو نندکار نے  
 اُس کو جتنی سبب اس امر کا قرار دیا کہ ہیسٹنگز کی پردہ درسی کرے۔ مگر اس کا پورا مطلب  
 اور جو نتائج اس سے نکلتے ہیں وہ اُن امور سے زیادہ ترواضح ہوں گے جن کا ذکر آئندہ  
 باب میں آئے گا جب یہ کاغذ دفتر شوری میں باقاعدہ داخل ہو گیا تو ہیسٹنگز نے

کیفیت ذیل تحریر کی اور اس تحریر میں تہذیب اخلاق و وقار ایسا رکھا گیا ہے جیسا ڈول لڑنے والے لڑائی میں رکھتے ہیں۔ گورنر جنرل لکھتا ہے: ”چونکہ فرانسس صاحب نے براہ کرم مجلس کو مطلع فرمایا کہ وہ نندکار کی مجلس میں پیش کیے ہوئے خط کے مضمون سے واقف نہیں تھے لہذا گورنر جنرل کہتا ہے کہ یہ انہما ر عدم واقفیت زیادہ سخت تعجب کا موجب ہے۔ اور وہ اس امر کے دریافت کرنے کی اجازت چاہتا ہے کہ آیا فرانسس صاحب قبل ازیں نندکار کے اس ارادے سے واقف تھے یا نہیں کہ وہ اس طرح کے الزامات مجلس میں پیش کرے گا۔“ فرانسس نے بھی اسی طرح یہ ادب جواب دیا کہ محض اشتیاق کے سبب سے جو سوال ہو اُس کا جواب دینا اپنے اوپر لازم نہیں سمجھتا۔ بعد لکڑیں بخوشی گورنر جنرل کو مطلع کرتا ہوں کہ اگرچہ اس کاغذ کے مضمون سے جس کو اب میں نے مجلس کے حوالے کر دیا ہے اُس وقت تک بالکل آگاہی نہیں رکھتا تھا جب تک کہ میں نے اُس کو پڑھتے نہیں سنا تاہم مجھ کو عام طور پر یہ خیال ہوا تھا کہ اس میں کچھ الزامات صاحب دصوف کی نسبت ہوں گے۔“

دو دن بعد یعنی ۱۳ مارچ کو ایک اور خط نندکار کا پہنچا جس میں سابق کے خط کے ذکر اور تصدیق کے بعد اُس نے بیان کیا کہ ”جو میں عرض کر چکا ہوں اُس کی تائید میں میرے پاس نہایت قوی تحریری دلائل پیش کرنے کو موجود ہیں اور اپنی عزت باقی رکھنے کے لیے میں چاہتا ہوں اور التجا کرتا ہوں کہ آپ مجھے اپنے سامنے آنے کی اجازت دیجیے تاکہ میں مسلم الثبوت شہادت سے اس واقعے کو ثابت کر دوں۔“

مانسن نے نندکار کو مجلس کے سامنے بلانے کی تحریک کی جس پر ہیستنگز نے برسر اجلاس اپنی خاص رائے تحریر کی جو تقریباً اتنی طویل تھی جتنا ٹائمس اخبار کا بڑا مضمون ہوتا ہے۔ اس تحریر کے آخر میں ہیستنگز نے افسوس ظاہر کیا کہ مجھ کو ضروری معلوم ہوا کہ اپنی رائے ایسے اہم امر کی بابت پہلے سے سوچے بغیر مجلس کے سامنے لکھ کے اپنی خاص تحریر کے طور پر حوالے کر دوں۔ اس تحریر کے لیے مجھ کو مہلت اور نرمائی چاہیے تھی

لہ بجگال کنسل ٹیشن، سلسلہ الف جلد ۲، صفحہ ۱۲۵۔

اسے ترکیب خوبی کے ڈھیلے ہونے سے لکھنے والے کی جلد بازی ظاہر ہوتی ہے۔

تاکہ اس قدر احتیاط و صحت کے ساتھ بیان کرتا جس قدر اس امر کی تحریر کے لیے درکار ہے۔  
..... مجھ کو اختیار باقی رہے گا کہ جس طرح اور جس صورت پر بعد ازیں میں مناسب سمجھوں  
اپنی رائے میں اضافہ کروں۔“

اس سے اور دوسرے وجوہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ مجلس کا معمول تھا کہ  
ارکان اجلاس پر بیٹھ کے اہم موقعوں پر سنجیدہ طور کے رسالے لکھا کرتے تھے۔ تحریر مذکور کا  
ڈیڑھ گھنٹے سے کم میں کسی شخص سے لکھا جاسکتا میرے نزدیک نہیں ہو سکتا ہے اور جب تک  
ہیسٹنگز لکھتا اور محرر نقل کرتا رہا ہوگا (کیونکہ تحریر خود اُس کے ہاتھ کی نہیں ہے) تو  
دوسرے ارکان لامحالہ چپ بیٹھے رہے ہوں گے۔ بہر حال جیسا کچھ ہوا ہوا اس تحریر کا  
مطلب ایسا ہی قابل غور ہے جیسے اُس کی شکل ظاہری۔ سرکلرٹ الیٹ اور برک نے  
بہت دنوں بعد اس تحریر کے بارے میں بیان کیا ہے کہ اس میں ادراک جرم کی ہر ایک  
نشانی موجود ہے۔ بیشک اس میں بڑے جوش کی نشانیاں ہیں اور میں اگرچہ اتنا نہیں  
کہتا جتنا سرکلرٹ اور برک نے کہا ہے کہ یہ تحریر بے لوث نہیں ہے، مگر میں سمجھتا ہوں کہ  
اس سے اتنا مطلب نکلتا ہے کہ کوئی امر کیفیت طلب تھا۔ اس تحریر کی ابتدا میں صاف  
زور دار اور بالکل طبعی طور پر غیظ و غضب کا اظہار کیا گیا ہے۔ اس میں ایک مضمیمہ ارادے کا  
بھی ذکر ہے جس کی ہر طور پر پابندی ہوئی۔“ قبل اس کے کہ یہ سوال پیش ہوئی کہ دیتا  
ہوں کہ نندکار کا میرا دعویٰ ان کے مجلس کے سامنے آنا میں ہرگز گوارا نہ کروں گا، جو وقار اور  
امتیاز اس جماعت کے نظم و نسق کے رکن اول کو حاصل ہے اسے میں جانتا ہوں۔ میں  
اس مجلس میں ایک مجرم کی حیثیت سے نہ بیٹھوں گا اور نہ اس مجلس کے ارکان کا اپنے اوپر  
حاکم و جج ہونا میں مانتا ہوں۔ میں اس موقع پر یہ کہہ دینے پر مجبور ہوں کہ میری نظر میں  
جنرل کلاورنگ اور کرنل مانسن اور مسٹر فرانسس میرے دعویٰ ہیں۔ اور یہ بھی وہ لکھتا ہے کہ  
میں اس امر کو ٹھیک قانونی طور سے تو ثابت نہیں کر سکتا، مگر قرار واقعی صورت میں  
اس کا اُس کو یقین تھا۔ انہوں نے نندکار وغیرہ کو صرف ایک ذریعہ قرار دیا تھا، فرانسس کو  
کوئی حق نہ تھا کہ نندکار کا خط لے کر لکھتا۔ نندکار نے جو اس سے ایسا جانا تو وہ بڑی گستاخی و بے ادبی کا  
مترکبہ ہوا، فرانسس جانتا تھا کہ اس میں ہیسٹنگز پر الزام درج ہے۔ اگر یہ الزام دروغ ہوتا تو  
اس عبارت کا انداز خاص طور کا ہے اس سے و پروردہ اس بات کا قبول کرنا لکھتا ہے کہ یہ الزام

وہ ازالہ حیثیت عرفی ہوتا۔ دروغ ہونے کا احتمال تو تھا چاہے فرانسس اس کے خلاف کچھ سمجھا ہو۔ پس اس صورت میں اُس نے مجلس کے سامنے ایک ازالہ حیثیت عرفی کے پیش کرنے کا خطرہ اپنے اوپر لیا۔ وہ یعنی ہیسٹنگز جانتا تھا کہ نندکار کے کیا ارادے تھے۔ مجھ کو ایک کاغذ دکھایا گیا تھا جس میں میرے اوپر بہت سے الزامات درج تھے اور میں نے سنا تھا کہ اس کاغذ کو نندکار، کرنل مانسن کے پاس لے گیا اور چند گھنٹے تک مانسن کے ساتھ تنہائی میں اُن الزامات کی حقیقت خود اُس سے بیان کرتا رہا۔ ہیسٹنگز خود نہیں کہتا کہ "اُن الزامات کی حقیقت میں میں کچھ فرق سمجھتا ہوں کہ ان کو بلا واسطہ میرے کھلے ہوئے دماغ میں پیش کرتے یا وہ کسی کی سرپرستی سے مجلس کے سامنے آتا۔ میرے دل میں جو خیال ہے اُس کی تصدیق کے لیے اتنا کافی ہے کہ یہ اصحاب ان الزاموں کے قائم کرنے میں شریک ہیں اور چاہتے ہیں کہ ان کا فیصلہ بھی خود ہی کریں۔" اپنے اطمینان کے موافق ثابت کر کے کہ مجلس اور ارکان درحقیقت اُس کے الزام لگانے والے تھے وہ یوں بیان کرتا ہے۔ "اے صاحبو! سرکردہ حکومت اور تمہارا افسر اعلیٰ ہو کے جس کو خود مجلس وضع قوانین نے مقرر کیا ہوا یا مجھے مجلس میں بیٹھنا چاہیے کہ ایک کھینے کے سامنے جواب دہی کروں جس کو تم سب جانتے ہو کہ نوع انسانی کے ذلیل ترین لوگوں میں سے ہے۔ میں جانتا ہوں کہ مجھ کو اس کے نام لینے کی ضرورت نہیں ہے مگر یہ نندکار ہے۔ کیا مجھ کو چاہیے کہ میں یہاں بیٹھ کے وہ الزامات سنوں جو اُس کے کھائے پڑھائے ہوئے ذلیل لوگ جمع ہو کر پھیل چکے ہیں اور میرے خلاف ظہاریں۔ میں ہرگز نہ کروں گا۔ آپ لوگوں کا اگرچی چاہے تو آپ ایک اپنی کٹی بنا کر جس طرح آپ کو مناسب معلوم ہوں امور کی نتج فرمائیے کہ میں یہ کہتا ہوں کہ میں نندکار سے اس مجلس میں نہ لوں گا اور نہ نندکار کا اظہار اس مجلس میں لینے دوں گا اور اس امر کے کرنے کا نہ آپ کو اتفاق ہے اور نہ اس پر اصرار کرنے سے کوئی اور مطلب ہے بلکہ اسوائے اس کہ میری زلت و حیا ہو، مانسن نے اُن شخص کا نام پوچھا جس نے اُس کے پاس نندکار کے آنے کی خبر ہیسٹنگز کو دی تھی ہیسٹنگز نے اُس کے بتانے سے انکار کیا تو نندکار نام بتانے سے یہ خوف تھا کہ اکثر ارکان مجھ سے انتقام لیں۔ مگر ہیسٹنگز نے اتنا اور بھی

بقیہ جاشیہ صوفیہ گوشتہ۔ مگر جو ہو سکے گا ہم میں تمہارا کھنے والے کا یہ مقصد نہیں برکتا، اس کو پڑھ کر مجھے ایسا سلوہم ہوتا ہے کہ یہ ایک اختلاف چھینتی چاس امر پر استدلال کی خاطر یہ ان لیاجائے کہ الزام میں تھا۔

کہہ دیا کہ بارول کو بھی ایسی ہی خبر ملی تھی۔ اس بات کی بارول نے تصدیق کی مہینہ سنگر نے ایک کاغذ نکالا اور کہا کہ اس کاغذ کی نقل تھی جس کو نندکار نے مانسن کو دکھایا تھا۔ بارول نے کہا کہ اس کے پاس یہی ایک نقل اس نوشتے کی تھی۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ وہی کاغذ ہے جو اس دن کی کارروائی میں شامل ہے۔ اس کاغذ کا اصل مضمون وہی ہے جو اس کاغذ کے ایک حصے کا ہے جو بعد کو الزامات متعلقہ محمد رضا خاں و شتاب رائے میں قبول ہوئے مگر اس میں کچھ ذکر ان اقوام کا نہیں ہے جن کی نسبت کہا جاتا ہے کہ خود نندکار نے مہینہ سنگر کو دیں اور ان ڈھائی لاکھ کا ذکر ہے جن کی نسبت کہا جاتا ہے کہ تہی نگیم نے دیے۔ مانسن نے کہا کہ میری نندکار سے بات چیت ہونے کے متعلق گورنر کو یہیں نے اطلاع دی۔ چونکہ گورنر اس کو بتانا نہیں چاہتے اس لیے میں بھی زیادہ کہنہ نہ نہیں چاہتا۔ مگر اتنا کہہ دیتا ہوں کہ مشر بارول اور گورنر کو بالکل غلط خبر ملی ہے۔ اس واسطے کہ کوئی کاغذ فارسی میں یا کسی نکل زبان میں جس میں میری دانست میں گورنر جنرل پر الزام مندرج ہوں نے نہ کیجی سنا اور نہ دیکھا۔ اس بیان میں چونکہ انکار نہیں ہے لہذا نندکار سے گفتگو ہونے کا اعتراف ہے اور اس طرف اشارہ ہے کہ مانسن نے ایک کاغذ انگریزی میں دیکھا یا سنا۔

بعد ازیں مانسن نے جو نندکار کی طلبی کے بارے میں تحریر کی تھی قبول ہوئی

۱۔ سلسلہ A T جلد ۲۷ صفحہ ۱۳۸۸۔ مکاتے سے یہاں پر ایک غلطی ہوئی وہ کہتا ہے دوسرے اجلاس یعنی ۱۳ مارچ کے اجلاس میں ایک اور تحریر نندکار کی پیش ہوئی اور اضافہ کرتا ہے کہ جب نندکار سامنے طلب ہوا تو فقط سابق کے الزامات پر اکتفا نہیں کیا بلکہ حسب طریقہ اہل مشرق ایک ضمیر بھی پیش کیا۔ مشر بورج نے اس پر غور کیا اور کہا کہ یہ صحیح نہیں ہے۔ ہاں یہ صحیح نہیں مگر مشر بورج اس کا تو فیض نہیں کرتا۔ نندکار نے مجلس میں مقدمہ پیش کرنے کے پیشتر ان لوگوں کے پاس ہمیشہ گورنر الزامات لکھے بھیجے تھے۔ اور اس کاغذ میں جس کو اس نے فرانسس کو دیا یا ضمیر لکھا یا تھا علاوہ ان الزامات کے جو اس نے سب کے پاس لکھے بھیجے تھے مگر جو الزامات اس نے فرانسس کو لکھے وہ اس نے برقرار رکھے اور ان میں کوئی اضافہ نہیں کیا۔ کنسلیشن میں کاغذ نندکار کے شامل ہو گئے ابتدا میں کچھ مجھے نہ دکھا مگر ظاہر اس کی تو فیض ہی ہے۔

مگر بار اول نے کہا کہ میں نہیں سمجھتا ہوں کہ یہ مجلس کس طرح مجاز ہے کہ گورنر کو اپنے سامنے جواب دہی کے لیے بطور مجرم کے اور زندکار کو بطور ناشی کے کھڑا کرے اور بتایا کہ ٹیکہ طریقہ یہ تھا کہ عدالت ظلمی میں ناشی کی جائے۔ مانس اور کلارنگ دونوں نے ہیسٹنگز کے چال چلن کے خیال سے اُس کا اور زندکار کا مقابلہ ہونے کی رائے دی۔ مانس کی تحریک قبول ہونے کے وقت کا یہ ماجرا ہے۔

گورنر جنرل۔ میں اب اس مجلس کو برخاست کرتا ہوں، اور میری غیبت میں مجلس جو کچھ کرے اُس کی نسبت میں کہے دیتا ہوں کہ ناجائز اور بیجا ہے۔

مسٹر فرانسس۔ میں گورنر جنرل سے یہ دریافت کرنے کی اجازت چاہتا ہوں کہ آیا آپ کا یہ مطلب ہے کہ آپ کرسی چھوڑ دینا چاہتے ہیں؟

گورنر جنرل۔ میں آپ کے سوال کا جواب نہ دوں گا اس واسطے کہ میں سمجھتا ہوں کہ یہ سوال مبہم ہے۔ ”میں اس مجلس کو چھوڑتا ہوں“ اس کے بعد دستخط ہیں ہیسٹنگز کے اس دستخط میں اور ہیسٹنگز کے معمولی دستخطوں میں بہت فرق ہے۔ اس کے حرف اکھڑے ہوئے ہیں اور بہت سیاہ ہیں جیسے جوش کی حالت میں لکھے گئے ہوں۔ اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ مجلس کے اجلاس کے وقت ہی یہ تقریریں درج ہوئی تھیں۔

ہیسٹنگز کی روانگی کے بعد بار اول بھی اپنی رائے لکھ کے کہ مجلس برخاست کی جائے چلا گیا۔ باقی جو اکثر ارکان رہے انھوں نے کلارنگ کو صدر بنایا اور زندکار کو بلا کے حکم دیا کہ گورنر جنرل پر جو الزامات اُس نے لگائے تھے اُن کی تائید میں جو کچھ اس کو کہنا ہو مجلس کے سامنے بیان کرے۔ اُس نے جواب دیا میں ایسا آدمی نہیں جو خواہ مخواہ شکایتیں کروں مگر جب میں نے دیکھا کہ گورنر جنرل نے میری عزت میں جو مثل جان کے مجھ کو بیاری ہے فرق ڈالا کہ جگت چند اور میں پر شاد جیسے ادنیٰ درجے کے شخصوں کو اپنے سامنے آنے دیا اور مجھ کو نہ آنے دیا تو میں نے اپنے اوپر واجب سمجھا کہ جو کچھ میں نے لکھا لکھوں۔ کل امور اس خط میں جس کو میں نے داخل کیا مندرج ہیں۔ علاوہ اس کے بھی میرے پاس کاغذات موجود ہیں اگر مجلس حکم دے تو میں ان کو پیش کر دوں۔ جب ان کاغذات کے پیش کرنے کا حکم ہوا تو اُس نے ایک ترجمہ پیش کیا اور ایک خط دکھایا کہ یہ ترجمہ اس اصلی خط کا ہے جو اُس کے بیان کے بموجب

منی بیگم کے پاس سے آیا تھا۔ یہ خط ایک معلق طویل تحریر مورخہ ۲ ستمبر ۱۹۱۷ء ہے۔ اس خط کا خلاصہ حسب ذیل ہے جو ترقی وہ چاہتی تھی جب حاصل ہو گئی تو وہ سمجھی کہ اس کو ہیسٹنگز کی کچھ تذکرہ کرنی چاہیے اور لاکھ روپے اس کے پیشکش کیے ہیسٹنگز نے کہا کہ نندکار نے دو لاکھ کا وعدہ کیا تھا۔ بیگم نے قیاس کیا کہ یہ دو لاکھ ان تین لاکھ کا جزو ہیں جن کے بارے میں بیگم اپنے خط میں لکھتی ہیں کہ میں نے آپ کو ایک خط لکھا ہے اس کے قاسم بے کے ہاتھ روانہ کیا تھا اور جن کی بابت جگت چند کے ذریعے سے آپ کے پاس پہلا بھیجا تھا کیا پہلا بھیجا تھا اس کو نندکار نے بیان نہیں کیا اور نہ کوئی دوسرا خط ہی پیش کیا۔ اس خط میں یہ بھی ہے کہ بیگم کو خوف تھا کہ اگر اس کا ذکر کرتی تو جو کچھ نندکار کی بہرمانی سے اس کے لیے ہوا تھا تمام برباد ہو جاتا۔ لہذا اس نے گورنر سے کہہ دیا کہ اس نے نندکار کو عام اختیار دے دیا ہے کہ جو کچھ اس کے حق میں اچھا سمجھے کرے اور اگرچہ دو لاکھ روپے کی محدود رقم کا وعدہ اس نے نہیں سنا تھا تاہم نندکار کے وعدوں کا پورا کرنا اپنے اوپر لازمی سمجھتی ہے پس وہ چاہتی ہے کہ ہیسٹنگز ایک لاکھ مرشد آباد میں قبول کرے اور دوسرے لاکھ کے لیے لکھتی ہے کہ نندکار، ہیسٹنگز کو سکلنے میں حوالے کر دے اور یہ روپیہ وہ نندکار کو ادا کر دے گی۔ اس خط میں رازداری کی نہایت تاکید ہے اور بتایا ہے کہ وہ آئندہ ایسی ترکیب آپس میں سوچنی چاہیے کہ جب ہم سے استفسار ہو تو ہمارے بیانات اور جوابات میں کوئی فرق نہ بھلنے پائے۔ جو کچھ میں نے یہاں لکھا ہے نہایت راز میں رکھنا چاہیے اور صرف میرے دل سے تمہارے دل تک رہے۔ ان معاملات کے راز کا حصہ ذرہ بھی گورنر یا کونسل کے ارکان کو یا کسی اور کو معلوم نہ ہو۔ عاقلانہ اشارہ کافی ست۔“

مجلس کے ان تین ارکان نے اس کا غدیگی اصل نندکار سے مانگی اور اس نے ایک خط نکال کے دیا اور کہا کہ یہ اصل ہے۔

مستر اور ول نندکار معتقد کو حکم ہوا کہ مہر کے حروف دیکھ کے مجلس کو بتا دے کہ

۱۔ بجٹ کنسل تین میں تاریخوں لکھی ہے۔ سوم جادی الثانی ۱۳۳۷ھ جلوس یعنی جلوس شاہ عالم ہنشاہ غلیہ میرے دست کرل یوں نے مجھ سے کہا کہ سوم جادی الثانی لکھنا چاہیے۔ مطابق ۲ ستمبر ۱۹۱۷ء۔

کیا لکھا ہے۔ اُس نے بیان کیا کہ حروف فارسی ہیں اور منی سلیم کا نام لکھا ہے۔  
 سر جان ڈمی اولے، صدر مترجم فارسی جو پہلے حاضر نہ تھا جب آیا تو بلا کے  
 مہر اُس کو دکھائی گئی۔ اُس نے بھی کہا کہ ”منی سلیم کی ہے“ اس عبارت سے معلوم  
 ہوتا ہے کہ گواہی لینے کے لیے یہ مجلس کیسی ناموزوں تھی۔ ڈمی اولے کا بیان اور دل  
 کے بیان سے بہت زیادہ تھا۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ کنسلیشن کے لکھنے والے  
 نے دونوں بیانیوں کو ایک دوسرے کے برابر سمجھا۔

بعد ازیں منی سلیم کا ایک خط جو چند ہی روز قبل وصول ہوا تھا دفتر فارسی سے  
 پیش ہوا۔ سر جان ڈمی اولے کے منشی نے کہا کہ دونوں خط ایک ہاتھ کے لکھے ہوئے  
 نہیں ہیں مگر خط کی مہر (نظاہر جو خط نندکار نے پیش کیا تھا) منی سلیم کی مہر ہے۔  
 اس پر مجلس نے تجویز کیا کہ خط جو راجہ نے دیا دو ڈھائی سال قبل کا لکھا ہوا ہے  
 اور جو خط سر جان ڈمی اولے نے پیش کیا صرف چند روز پیشتر کا ہے۔ یہ اشارہ  
 اس طرف تھا کہ شاید مختلف محرروں نے لکھے ہوں۔ اصلی مطلب جو ایسی تحریر  
 سے نکلتا ہے قابل ملاحظہ ہے۔ یہ مجلس جس نے فصل خصوصیات کا عہدہ اپنے  
 ذمے لیا تھا جیسے ہی کوئی دقت نندکار کے مقدمے میں پیش آتی ہے تو بجائے اس کے کہ  
 اس کی وقعت کی تحقیقات کرے جو اب سمجھا دیتی ہے۔

انہوں نے نندکار کا اظہار حسب ذیل لیا:۔

س۔ کیا تمہارے پاس کوئی اور دلیل پیش کرنے کو ہے؟

ج۔ میرے پاس اور کاغذات نہیں ہیں۔

س۔ یہ اصلی خط جو تم نے پیش کیا، کیا اُس کو تم سے گورنر جنرل نے یا اُس کی  
 طرف سے کسی اور نے طلب کیا تھا؟

ج۔ بیگم نے گورنر کے بیٹے کنٹو بابو کے واسطے سے یہ خط مجھ سے مانگا تھا۔

میں نے یہ خط کنٹو بابو کے ہاتھ میں دیا اُس نے اُسے پڑھا اور جب اصل کے دیکھنے  
 سے انکار سنا تو بیگم کے سنانے کے لیے نقل مانگی۔ میں نے اُس سے کہا کہ تم میرے  
 سامنے نقل کر سکتے ہو چونکہ رات بہت ہو گئی تھی، لہذا اُس نے کہا کہ کسی اور دن  
 نقل لے لوں گا۔

س۔ کیا پھر اُس نے نقل طلب کی۔؟

ج۔ پھر اُس نے طلب نہیں کی۔

یہ ایک اور دلیل مجلس کے میلان طبیعت کی ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ امر مذکور کا تذکرہ نندھکار نے اُن لوگوں سے ضرور کر رکھا ہوگا ورنہ اُس کے سابق کے پیاموں یا خطوں میں کہیں کوئی بات ایسی نہیں پائی جاتی جس سے یہ سوال پیدا ہوتا ہو۔

دوسرے سوالات کے جواب میں نندھکار نے بیان کیا کہ جس وقت اشرفیال ہیسٹنگز کے خانساہاں کو دی گئیں تو وہ خود حاضر تھا اور جینٹل ناتھ اور نور سنگھ اور سدا نند بھی اس موقع پر اُس کے ہمراہ تھے۔ اُس نے بیان کیا کہ یہ اشخاص سب کھلنے میں تھے سوائے نور سنگھ کے جو مرد آباد میں تھا۔ آخر اس سے سوال کیا گیا کہ آیا تم کو یقین ہے کہ گورنر کے خانساہاںوں نے یہ رقم گورنر کے لیے لی تھی۔؟ اُس نے جواب دیا کہ بیشک گورنر کے لیے انھوں نے لی۔

مجلس نے کئی بار اُس کو حاضر ہونے کے اظہار دینے کو طلب کیا مگر اُس نے جواب دیا کہ گورنر نے اُس کو حاضر ہونے سے روک دیا ہے اور کہا کہ مجلس کے مکمل ہونے پر اگر میں طلب کیا جاؤں تو حاضر ہوں گا۔ مجلس کی رائے ہوئی کہ یہ آدمی اس مجلس کی ٹرپی بے ادبی کرنے کا مجرم ہوا اور نندھکار کو خصت کیا اور گورنر جنرل کو خبر دی کہ نندھکار ہٹ گیا، آپ آئیے اور اجلاس فرمائیے۔ گورنر نے جواب دیا کہ یہ جو اکثر ارکان جمع ہیں میں اس اکثریت کو مجلس کا اجلاس نہیں مان سکتا اور چونکہ باروں دیہات نہیں ہیں میں آج رات کو مجلس نہیں منعقد کر سکتا ہوں مگر کل منعقد کروں گا۔ اس پر مجلس والوں نے یہ تجویز کی کہ چونکہ مجلس پر ظاہر ہوا کہ ان رقوم کو جن کی تفصیل ہمارا راجہ نندھکار کے خط مورخہ ۸ مارچ میں ہے۔ (یہاں رقوم مذکور بالا مع میزانی ۵۰۴۱۰ روپے کے درج ہے) گورنر جنرل نے وصول کیا ہے اور رقم مذکور باستحقاق آنریبل ایسٹ انڈیا کمپنی کا مال ہے لہذا تجویز ہوئی کہ یہ رقوم

۱۔ یہ شخص جبل کے مقدمے میں نندھکار کا گواہ تھا۔

گورنر جنرل سے کمپنی کے مصارف کے لیے داخل کروائی جائیں اور یہ بھی حکم ہوا کہ مجلس کی یہ کارروائی مع تمام کاغذات کے کمپنی کے وکیل کو حوالے کر دی جائے تاکہ وہ کونسلوں کو دکھا کر اسے لے کہ ان روپیوں کے وصول کرنے کے لیے کیا کارروائی کرنی چاہیے۔

یوں نندکار نے ہیسٹنکز پر الزام لگایا اور یوں مجلس نے اس پر کارروائی کی۔ دو دن کی مدت میں مقدمہ پیش بھی ہوا اور فیصلہ بھی ہوا۔ نندکار کا خط تاریخ کو پیش ہوا ۱۳ تاریخ کو مجلس نے فیصلہ کر ڈالا۔ ان الزامات کا حال بیان کرنے سے پیشتر کارروائی مذکور بالا کے متعلق کچھ کہہ دینا ضرور ہے۔

کلاورنگ اور مانسن اور فرانسس نے جو جلد بازی اور بیباکی اور بروہتی کی وہ مبالغے سے باہر ہے۔ جس شہادت پر انھوں نے کارروائی کی میں نے وہ پوری پوری بیان کر دی ہے۔ اس میں صرف نندکار کی گواہی اور اس کا اظہار جہاں تک منہ بیگم کے متعلق ہے ایک سنی سنائی بات تھی جس کی تائید فقط ایک خط سے ہوتی ہے جس کی تصدیق بس نندکار ہی نے کی ہے۔ بدعنوانیاں جو پیش ہوئیں ان میں نندکار اپنے اقرار کے موافق صرف شریک نہ تھا بلکہ معترف تھا کہ مدعی علیہ پر بدگمانی اور اس سے انتقام لینے کا قصد اس نالاش کا باعث ہوا مجلس نے جو سوالات نندکار سے کیے وہ یا تو ریک تھے یا ایسے تھے جن کو وہ خود تجویز کرتا حالانکہ اگر مجلس والے تامل کرتے اور جو خط کہا جاتا تھا کہ بیگم کا لکھا ہوا تھا اس کو غور سے ملاحظہ کرتے اور اس کو نندکار کی تحریری دعوے سے مقابلہ کرتے تو ان کو ضرور معلوم ہوتا کہ اکثر مقامات پر تحقیقات کی سخت ضرورت تھی۔ ان خطوط میں جو بیان لکھا ہے وہ اس الزام سے جو نندکار نے پیش کیا ہے بظاہر مخالف ہے۔ نندکار نے کہا کہ اس نے ہیسٹنکز کو ۵-۱۰-۱۰۱ کی اثرفیاں دی تھیں اور منہ بیگم نے اس کو ایک لاکھ مرشد آباد میں دیے تھے اور کنٹری باؤ کے بھائی نرسنگھ ساکن قاسم بازار سے اور ڈیڑھ لاکھ دلوانے تھے اور سب ۱۰۷-۱۰۸-۱۰۹ روپے ہوئے۔

خط سے ظاہر ہوتا ہے کہ منہ بیگم کا ارادہ دو لاکھ روپے دینے کا تھا ایک لاکھ ہیسٹنکز کو

مرشد آباد میں دینا چاہتی تھی اور دوسرے لاکھ کے بارے میں نندکار سے درخواست کی تھی کہ ہمیں ملے تو کھلتے میں دے دے اور یہ لاکھ روپے نندکار کو وہ ادا کر دیتی۔ بنا بریں نندکار سے سوال کرنا چاہیے تھا کہ آیا منی بیگم جو چاہتی تھی وہ اس نے کیا یا نہیں؟ اور آیا وہ ۱۰۴۱۰۵ روپے جو اس نے کہے کہ کھلتے میں ہمیں ملے تو اشرفیوں کی شکل میں دیے وہی لاکھ روپے تھے جو منی بیگم نے دلوائے تھے۔ اگر یہ ہاں کہتا تو اس کا بیان منی بیگم کے خط کے مضمون سے بالکل مخالف تھا اس لیے کہ بنا بر مضمون خط کے کل رقم جو منی بیگم نے دی یا دلوائی تعداد اس کی دو لاکھ تھی اور بنا بر اس کے یہاں کی تعداد اس کی ساڑھے تین لاکھ ہوتی تھی۔ اور اگر یہ جواب میں نہیں کہتا تو دوسوال پیدا ہوتے۔ پہلا تو یہ کہ کس بنا پر ۱۰۴۱۰۵ روپے کی اشرفیاں دی گئیں۔ اور دوسرا یہ کہ اس کے بیان میں اور بیگم کے خط میں مطابقت کیونکر ہو سکتی ہے۔ خط میں ہے کہ بیگم مرشد آباد میں ایک لاکھ دیے تو تھی اور ایک لاکھ نندکار سے قرض لے کر کھلتے میں دینا چاہتی تھی اور دعوے میں بیان ہے کہ ایک لاکھ مرشد آباد میں اور ڈیڑھ لاکھ نرسنگھ کو قاسم بازار حوالی مرشد آباد میں دیے گئے۔ میں یہ نہیں کہتا ہوں کہ یہ سوالات کرنا چاہیے تھے اس لیے کہ جس تحریر کو مجلس نے قبول کر لیا تھا اس ہی کے صاف مضمون سے یہ سوالات پیدا ہوتے ہیں۔ علاوہ بریں مجلس نے نہایت کھلی ہوئی اور عام طور کی احتیاط کا بھی خیال نہ رکھا۔ جس خط کی نسبت منی بیگم کی طرف کی گئی ہے اس کے سچ ہونے کی تحقیق کے لیے کوئی تدبیر نہیں کی سو اس کے کہ دوہروں کے نقش ملائے جائیں۔ انھوں نے اتنا بھی نہ کیا کہ اس خط کو رکھ لینے بلکہ نندکار کو واپس کر دیا۔ جن کے ہاتھ نندکار نے کہا کہ اشرفیوں کے توڑے دیے گئے تھے ان لوگوں تک کو نہیں بلایا اور نہ نندکار سے ایک بھی سوال کیا کہ کس وقت اور کہاں یہ اشرفیاں حوالے کی گئی تھیں اور کس شخص سے اس نے یہ بڑی رقم لی تھی اور کس کتاب میں اس نے اس روپے کا داخلہ لکھا تھا اور یہ جو کہتا ہے کہ اس بارے میں اس سے اور ہمیں ملے تو گفتگو ہوئی تھی تو کب اور کہاں یا اور کھلے ہوئے امور میں سے کسی ایک کا سوال کرتے ہیں اس کی صداقت کی جانچ ہو جاتی ہے۔ ایک شخص جس کے بلائے کی انھوں نے

تجویز کی وہ گورنر جنرل کا لازم تھا اور معلوم ہوتا ہے کہ اس سے انھوں نے اس امر کی بابت سوال کرنا چاہا جس امر کو انھوں نے نندکار سے کہلوا یا تھا۔ کنوٹا باؤ سے جو طرہ طریقہ انھوں نے برتا وہ ایک مخصوص طریقہ تھا۔ ایک ہفتے بعد یہ شخص پھر طلب کیا گیا اور حاضر ہوا اور اُس کا اظہار لیا گیا۔ اُس کا اظہار صرف اس امر کے متعلق لیا گیا کہ کیوں وہ پہلے حاضر نہیں ہوا جس کی وجہ پھر اُس نے بیان کی کہ اُس کے آقا نے اُس کو منع کیا تھا تاکہ مجلس سے اُس کے اُٹھ جانے کے بعد جو اور اکثر ارکان نے اجلاس کیا اُس کو صحیح نہ ماننا پڑے۔ انھوں نے اُس کی شہادت کو جو یہ پریسیڈنٹ کے متعلق دے سکتا تھا ایسا بے قدر سمجھا کہ اس کی بابت ایک بھی حال اُس سے نہیں کیا۔ کلیورنگ نے تحریک کی کہ اُس کے پیر کا ٹھہس ڈالے جائیں تاکہ یہ بھی وہی سزا پائے جو گورنر جنرل پچار سے ہندوؤں کو دیا کرتا ہے صرف اس وجہ سے کہ انھوں نے شہر سے دو میل اور دریا کے کنارے کی سڑک پر قضاے حاجت کی۔ اس تحریک کرنے کا باعث یہ بیان کیا کہ گورنر جنرل نے کہا تھا کہ ”اگر مسیروا (یعنی کلاورنگ کا) کوئی منشا اس کی ذات سے متعلق ہے تو وہ جان پر کھیل کر مجھ کو اس کا جواب دہ بنا سکے گا۔“ جس پر پریسیڈنٹ نے بیان کیا کہ ”وہ میں نے یہ کہا تھا کہ اگر وہ اپنی ذات سے یا اپنے اقتدار سے کسی امر کے کرنے کی کوشش کرے گا تو میں اس کا مقابلہ اپنی ذات سے کروں گا۔ یعنی اپنی جان خطرے میں ڈال کر خود مقابلہ کروں گا۔ اور یہ بھی میں نے کہا تھا کہ اگر وہ قانون کو عمل میں لائے گا تو میں بھی قانوناً مقابلہ کروں گا۔“ اس تحریری تفسیح کے رد و بدل ہونے کے بعد فرانسس کی تحریک پر مجلس برخاست ہوئی۔ یہ میں نے خاص کر کے اس لیے ذکر کیا کہ ایسی تجویز اور ایسے جواب سے زیادہ جو سرکاری طور پر شرت دفتر ہونے کوئی چیز نہ اُس پر جوش عداوت کو جو پریسیڈنٹ سے اکثر ارکان رکھتے تھے اور اُس کے جواب کر کے خلاف مقتضائے طبع نہ تھا روشن طور پر نہیں دکھا سکتی۔ خود اس تجویز سے بخوبی ظاہر ہے کہ یہ لوگ کیا کچھ کرنے کو تیار تھے۔ جہاں تک میں دریافت کر سکتا ہوں اُن کو کوئی حق نہ تھا کہ کسی شخص کو اپنے سامنے طلب کرتے اور غیر حاضری پر سزا دیتے۔ گورنر جنرل کے معتمد و کارپرداز کے پاؤں کا ٹھہس ڈالنے کی تجویز سے

کوئی اور مطلب نہیں ہو سکتا، سوائے اس کے کہ اُس کے آقا کی توہین نہایت عام اور ذلیل طور پر ہو۔

بعد ازیں ان الزامات کا جو حال ہوا اُس کا بیان حسب ذیل ہے:۔  
 منیٰ کی دوسری کو مشترک انٹ محاسب مجلس صوبہ مقیم مرشد آباد نے کچھ حسابات پیش کیے جس کی نسبت اُس نے کہا کہ اُس نے نواب کے خزانے کے منشی سے پائے تھے اور ان سے معلوم ہوتا ہے کہ منیٰ بیگم نے ۹۶۷۶۹۳ روپے اُس رقم سے زیادہ وصول کیے تھے جس کے خرچ کا اُس نے پتہ بتایا۔ اس مجلس نے مسٹر گورنگ کو بیگم کے حسابات کی تحقیقات کے لیے بھیجا۔ بعد ازاں دو مددگار اُس کے پاس بھیجے گئے اور سوالات مرتبہ ہیسٹنگز بیگم سے پوچھے گئے۔ اس تحقیقات سے معلوم ہوا کہ بیگم نے ۵۰۰۰۰ روپے ہیسٹنگز کو جب وہ تیس مرشد آباد گیا تھا دیئے تھے مگر اُس کو جو دیئے گئے تھے تو موافق قدیم رسم کے کہ جب گورنر نواب کی ملاقات کو آتا تو یہ معمولی رقم پیش کی جاتی۔ خرچ کی یہ رقم البتہ نہایت بڑی تھی کہ حساب سے ۲۰۰۰ روپے روز پڑتے تھے مگر مسٹر رائٹ نے متعجب ساز حسابات ہند نے ثابت کر دیا کہ اسمی حساب سے اور اسی نوع کی رقم کلانیو اور درلٹ دونوں کو دی گئی تھی۔ منیٰ بیگم نے حتماً انکار کیا کہ سوائے اُس ڈیڑھ لاکھ روپے کے کوئی رقم نہ اُس نے دی اور نہ دلوائی، اور گواہوں کی بھی زبان بند ہی ہوئی اور نہ سکالر کے بیانات اور مجلس کی کارروائی اور اظہار آراء جو

۱۷ مل جلد ۳ صفحہ ۴۳۷ گئے جلد ۱ صفحہ ۵۲۸ ملاحظہ ہو۔ برک کی تقریر متعلق الزام ہفتم بتاریخ ۲۱ اپریل ۱۸۵۹ء پیج منٹ سپین جلد ۲ صفحہ ۵۵) اور رپورٹ یا ذہم انجمن مخصوص مع لمحات بھی ملاحظہ ہوں۔ ۱۷

۱۷ تقریر برک بر الزام ہفتم تقریرات مقدمہ ہیسٹنگز در پارلیمنٹ جلد ۲ صفحہ ۵۵) ۱۷  
 ۱۷ تاریخ تحقیقات ہیسٹنگز جلد ۵ صفحہ ۱۱۱ اس گواہ کو فاکس نے بلایا جس سے اُس کی شرافت ظاہر ہوتی ہے، دل میں عزت بڑھتی ہے اور نہ یہ ہیسٹنگز کے نکلا سے رہ گیا تھا۔ ملاحظہ ہو لارڈ ٹھورلو کی تقریر (تاریخ تحقیقات جلد ۵ صفحہ ۲۰۸)

گورنگ اور اُس کے مددگاروں نے مرشد آباد میں جمع کیے تھے یہ سب اس مجلس نے مجلسِ نظامیوں کو روانہ کر دیے۔ لارڈ تھرلہلہ نے جو حال دارالامرا میں، ابراج ۱۹۰۵ء کو بیان کیا حسب ذیل ہے:-

ناش جو نندکار نے مجلس کی اکثریت کے سامنے کی تھی کمپنی کے قانونی افسران تھیں جن کا کہ پاس پیش کی گئی۔ انہوں نے ہندوستان میں مقدمہ چلانے کی صلاح نہیں دی بلکہ بورڈ کو مشورہ دیا کہ کل کا خدات اور تمام گواہیاں کمپنی کے پاس روانہ کی جائیں تاکہ اگر وہ مقدمے کو قابلِ لحاظ جانیں تو ایک تحریری ناشر مٹریسٹنگ پر دائر کر کے حقیقت حال جبریہ دریافت کر سکیں۔ یہ کا خدات ایسے وقت میں پہنچے جبکہ وزیر لارڈ نارٹھ کو فکر و خواہش تھی کہ کوئی اچھی معقول وجہ مل جائے تو ہی مٹریسٹنگ پر برطرف کر دے۔ کمپنی کے قانونی افسروں کے پاس یہ سب کا غلط پیش ہوئے، اور انہوں نے کہا کہ نندکار کی ناشر جس کا ایک طرف مقدمہ اُس کے سامنے پیش ہے ممکن نہیں کہ سچ ہو اور اس رائے دینے کے وجہ مفصل بیان کیے۔ اگرچہ اکثر نظامیوں اور وزیر کے سمون کرنے پر بہت مائل تھے تاہم انہوں نے اپنے قانونی افسروں کی رائے سے اتفاق کیا اور یہ تمام کوڑا کرکٹ مٹریسٹنگ سے الگ کر دیوں ہی بے جواب کے پڑا اور بعد ازاں جیسا کہ امرائے عظام جانتے ہیں اس مقدمے میں آپ صاحبوں پر تنظیموں نے مکرر تاکید کی اور صحیح طور سے مجلس نظر لانے رو کر دیا۔

رشوت ستانی کا الزام و حقیقت مٹریسٹنگ کے الزامات کی ساتویں دفعہ کا جوڑ ہے اور نندکار کے اظہارات جو شہادت میں پیش ہوئے ان کا رد ہونا اس کا رد و اپنی کلیا کا جوڑ ہے۔ یہ اظہارات اگرچہ رد ہوئے تھے تاہم

لے تاریخ تحقیقات مٹریسٹنگ جلد ۲۰۴

لے اس کو کہنا چاہیے تھا، وگلا اُس زمانے میں کمپنی کا کوئی اڈوکیٹ جنرل نہ تھا، کا خدات مٹریسٹنگ کو دیکھے گئے۔

لے یہ الفاظ مٹریسٹنگ کے ہیں زور دار نہیں ہیں۔

برک نے ۲۱ اپریل ۱۹۵۸ء کو اپنی تقریر میں نہایت شرح و بسط کے ساتھ ان کا ذکر شروع کیا اور میرے نزدیک نہایت بے سلیقگی سے اس لیے کہ پہلے طوالاتی تہید میں ریر لگائی اور جب آخر کی دلیل تک پہنچا تو غیر متعلق واقعات ملا کے دلیل کو کمزور کر دیا۔ ۲۵ اپریل کو اس نے اپنی تقریر جاری رکھی اور کمپنی کے کونسلوں نے جو ہمیشہ سنگت پر مقدمہ نہ چلانے کی رائے دی تھی اس کے بارے میں بہت کچھ کہا۔ ان کی رائے کی قوت گھٹانے کی کوشش اس نے اس طرح کی کہ ان کی رائے لینے کے لیے جو صورت حال لکھی گئی تھی اس پر نکتہ چینی کی یہاں تک کہ اسے کہ مجھ کو یقین نہیں کہ یہ پوری صورت حال اس مقدمے کی تھی مگر میں تو اب مقدمہ چلا رہا ہوں ورنہ اس پر بھی بلاتامل اپنی رائے دے دیتا۔

یہ مقدمہ سلگت کمپنی کی روداد میں چھپا ہے۔ اور باوصف برک کی نکتہ چینی کے مجھ کو معلوم ہوتا ہے کہ مقدمے کا بیان ٹھیک طور سے ہے، بیان یوں ہے کہ نندکار کے بیٹے گرداس کی زبان بندی ہوئی اور اس نے کہا کہ علاوہ دعوت کے ڈیڑھ لاکھ کے ہمیشہ سنگت نے دو لاکھ لیے اور ان دو لاکھ میں سے ایک لاکھ نندکار نے کھلتے میں دیا نندکار نے یہ رقم سوڈ پر مہاجنوں سے لی تھی اور میں نے یعنی گرداس نے اس رقم کو جزوی ادائیگی میں اعتبار علی خاں سے منجملہ دو ہنڈیوں کے ذریعے سے ۳۵۰۰ اور ۵۰۰۰ میں اور ایک دہائی ہنڈی بھی ۵۰۰ کی تھی جس کا روپیہ کچھ نہیں ملا۔ اعتبار علی خاں نے اس معاملے سے اپنی بالکل لاعلمی بیان کی۔ گرداس نے یہ بھی کہا کہ منی بیگم نے جو لاکھ روپے نندکار سے دوائے تھے اس سے چھین در واقف تھا چھین در نے انکار کیا۔ گرداس سے

۱۔ تقریرات، جلد ۲ صفحہ ۱-۶۲۔

۲۔ تقریرات، جلد ۲ صفحہ ۶۳-۱۱۰۸ اور خاص کر کے صفحات ۳-۷۹۔ ملاحظہ ہوں۔ اس موقع پر کمپنی کے کونسلر، و ڈربرن، ڈیر، ڈنگ و سیر تھے۔

۳۔ تقریرات صفحہ ۷۴۔

۴۔ روداد نمبر کا ضمیمہ ۲ الف ملاحظہ ہو درالعوام کی مجلسوں کی روداد جلد ۲ صفحہ ۳۸-۱۲۔

پوچھا گیا کہ قاسم بازار میں جو یہ لاکھ روپے دیے گئے یہ اُس کو کہاں سے معلوم ہوا تو اُس نے کہا کہ منی بیچم کے خط سے جو اُس کے باپ نندکار کو لکھا تھا اور جب اس سے یہ سوال کیا گیا کہ آیا اُس نے یہ خط دیکھا تھا تو اُس نے کہا کہ صرف اُس کی نقل دیکھی تھی۔ پس اس بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ سارا قصہ آخر ش نندکار پر موقوف ہے اس لیے کہ گرد اس کو جو معلوم ہوا صرف اسے باپ کے کہنے سے معلوم ہوا اور جس کسی کا نام اُس نے اپنے بیان کے کسی جزو کے ثبوت میں لیا اُس نے اُس سے انکار کیا۔

میری موجودہ غرض سے بالکل بعید ہے کہ اس امر کے دلائل پر پوری تفصیل سے نظر ڈالوں۔ یہ دلائل اُس مقدمے میں پیش ہوئے تھے جو پارلیمنٹ میں ہیسٹنگز دائر ہوا تھا مگر یہ مناسب مقام اُس جھگڑے پر غور کرنے کا ہے جو ایک مدت بعد سر گلبرٹ ایلیٹ نے دارالعوام میں اور برگ نے دارالامرا میں نکالا۔

سر گلبرٹ ایلیٹ کا کہنا یہ تھا کہ ان دلائل کا اثر ایسا ہوا کہ ہیسٹنگز کی عدالت انتہائی سنجیدگی اور اسب کامل تباہی اور بید رسوائی کے نتیجہ اسی مقام پر جہاں نندکار ہٹتا نہیں رہ سکتا تھا اور سوائے اس کے کہ اُس کو ہلاک کر ڈالے اور کچھ دینے پر مجبور تھا۔ اور خود ان الزامات میں نہایت قوی دلیل اُن کی صحت کی تھی۔ اور اُن الزامات کے لگانے پر ہیسٹنگز کا بڑا و ضرور ایک مجرم کا سا ہو گیا تھا۔ اس بارے میں یہ رائے اُس منصوبے کی اصل ہے کہ نندکار ایک سازش کا شکار ہوا جس کا نتیجہ ایک سچ کا قتل عمد کا مرتکب ہونا ہوا۔ پس میں اس کی تفتیح کروں گا۔

اس مقدمے میں جو شہادت گزری اُس کے دو حصے ہوتے ہیں ایک نندکار کے اظہارات اور دوسرے اُن اظہارات پر ہیسٹنگز کا برتاؤ۔

میں ابھی چند اعتراضات جو نندکار کے اظہارات پر ہوتے ہیں بیان کر چکا ہوں خود ان اظہارات میں مخالف ہے جس کے متعلق یہ نہیں معلوم ہوتا کہ مجلس کی توجہ ہوئی اور اس مخالف کی کبھی توضیح ہوئی۔ کم از کم یہ شخص شریک جرم تھا۔ اگرچہ اُس کے شریک ہونے کی تصدیق نہیں ہوتی اور اس کا رویہ خراب تھا علی الخصوص راست گفتاری کے بارے میں۔ اُس نے چند آدمیوں کا نام لیا کہ انہوں نے بھی کچھ ٹھوڑا حصہ اس

جسم میں لیا مگر ان میں سے کوئی اُس کے بیان کی تائید کے لیے پیش نہیں کیا گیا۔ فیصو  
زیادہ تر مجلس والوں کا ہے نہ کہ نندکار کا۔ اس لیے کہ انہوں نے صرف نندکار کے  
بیان پر اس کے بغیر کہ کسی قسم کی کوشش اس کی صحت کے جانچنے کی کی ہو۔ ہمیں ملے ہوئے مہم  
تھیں یا جیسا کہ میں سابق میں ذکر کر چکا ہوں۔

اس بارے میں برکٹ اور سرلیٹ گلبرٹ کی رائے مختلف ہے۔ برکٹ  
کہتا ہے کہ میں جتنا کہہ سکتا ہوں کہ اگر کبھی کسی ناشی نے کسی حاکم کے سامنے خوبی اور  
سنجیدگی کے ساتھ معاصرہ دی ہوگی تو وہ یہی شخص تھا۔ جب یہ شخص اپنی شہادت  
پیش کرتا ہے تو پہلے آپ سے کہتا ہے کہ کیا رقم دی گئی روپے تھے یا اشرفیاں کن  
تعمیلیوں میں رکھی تھیں کیونکہ ملک کے مروج نقدی کی تبدیلی ہوئی ان تمام لوگوں  
کے نام بتاتا ہے جن کا نام اس رقم میں لگا جن کی تعداد خود اس کے سوائے اٹھتی  
اور منی بیگم اور گرد اس ملا کے گیارہ۔ ان سب کا ذکر اس معاملے میں ہوا ہے۔  
الزام کے متعلقات کی تشخیص سے خود الزام کیونکہ ثابت ہوا مجھے دکھائی نہیں دیتا۔  
البتہ یہ اُس وقت ثابت ہوتا کہ یہ اٹھ آدمی بلائے جاتے اور نندکار کے بیان کی  
تصدیق کرتے اور مستقل دلیل پیش ہوتی کہ نندکار اشرفیوں کے توڑے جن کو کہتا ہے کہ  
ہمیں ملے ہوئے کے نوکر دل کو دیے درحقیقت اسی غرض سے لایا تھا مگر ان لوگوں میں سے  
کسی کو نندکار نے پیش کیا اور نہ مجلس نے بلایا۔ بعد کو جب ان کل بارہ شخصوں  
میں سے تین سے پریش ہوئی تو گرد اس نے جو نندکار سے سنا تھا صرف وہی  
دہرایا اور منی بیگم اور نرسنگ نے جو نندکار نے ان کے متعلق کہا تھا اس کی بالکل  
تکذیب کی۔ معلوم ہوتا ہے کہ برکٹ اور لیٹ دونوں نے کم یا زیادہ صاف طور پر  
فرض کر لیا تھا کہ جیسے ہی یہ الزام لگایا گیا قبل اس کے کہ اُس کا ثبوت پیش ہو۔ ہمیں ملے ہوئے کا  
کام تھا کہ اُس کا ابطال کرے۔ یہ فرض مجھ کو معلوم ہوتا ہے کہ اُس مشہور فقرہ اصولی قاعدے کا

۱۶ اپریل ۱۹۸۹ء (تقریرات جلد ۲ صفحہ ۴۱) یہ عبارت برکٹ کی تقریر سے منقول ہے  
اور تقریباً حکمران اُس فقرے کی ہے جو سرلیٹ گلبرٹ نے ایسی کے مقدمے میں کہا تھا۔ ۲۰ اپریل ۱۹۸۹ء  
کی تاریخ جلد ۲ صفحہ ۳۳۹-۳۴۰)۔

اُلٹا ہے کہ جو شخص دعویٰ کرے وہی ثابت کرے۔ اس فرض کی بنا پر تو عملاً یہ نتیجہ نکلے گا کہ آپ اپنے دشمن پر ایک امر منفی کا بار ثبوت ڈالنے کے لیے چند بیانات جو فی الجملہ متعلق بمقدمہ ہوں اس کے خلاف پیش کر دیں اور کچھ اور لوگوں کا نام بھی لے دیں۔

یہ وقت نالاش اور بے ازاں جو طرز ہیستنگز نے اختیار کیا اُس سے ایک بہت قوی یا بہر صورت ایک اچھی دلیل اُس کے الزام سے نکلتی ہے۔ اس پر ایلیٹ اور برک دونوں نے بہت زور دیا۔ برک نے تو طول کے ساتھ ایسی سخت کلامی کے ساتھ جواب دیا کہ تقریباً سو برس کے بعد بھی مکروہ معلوم ہوتی ہے۔ اُس نے کہا کہ جو اب کے لیے گودے اور چھڑے جانے اور طلب ہونے پر جس صورت سے کہیں بیان کر چکا ہوں اُس نے بے حرمتی اور رسوائی کی دعوت دی۔ اگر میں یوں کہوں جس میں اُس کے ساتھ والوں نے اور مجلس نظم مانے جس جس قسم کی ملامتیں اُس سے ممکن ہوئی کیں ہر روز مسلسل برسوں ٹھونس ٹھونس کے کھانا..... ساہا سال اُس بے حرمتی کے گھورے پر پڑ کے اُس بے حرمتی کے چھینٹے اور فضلہ اور جو کچھ کہ انسان کو مکروہ معلوم ہوتا ہے۔ کیا کھانا اور موٹا ہونا گوارا کیا گلاس واقعے کا انکار نہ کیا؟

معمولی عبارت میں یہ دلیل یوں ہے کہ بے لوث آدمی خود چاہتا ہے کہ تحقیقات ہو، مگر ہیستنگز نے تحقیقات کو روکا اور روکا بھی تو ایسے اختیار سے جس کا برتنا اُس کے لیے اگر خلاف قانون نہ ہو تو بھی مشکوک اور غیر ضروری تھا۔ بے قصور شخص کم از کم اپنے بے قصور ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور جو الزامات اُس پر عائد ہوتے ہیں اُن کے صحیح ہونے سے انکار کرتا ہے مگر ہیستنگز نے یہ کچھ بھی نہ کیا۔

یہ دلیلیں کامل غور چاہتی ہیں۔ پہلی دلیل اُس طریقے پر مبنی ہے جس طریقے سے کہ ہیستنگز مجلس سے پیش آیا جس کا بیان ابھی ہو چکا ہے۔ اُس کے اس

دعوے پر کہ اپنے عہدے کا وقار قائم رکھنے کے لیے اُس نے اس مجلس میں جس کا خود صدر تھا ایک مجرم کی طرح ٹھٹھنے سے انکار کیا سخت سرزنش ہوئی ہے۔ اگر ملزم کی توفیر تحقیقات کے لیے پوری مزاحم ہو تو ہر ایک حکومت کے سربراہ اور وہ عہدہ داروں کی جواب دہی کا فوراً خاتمہ ہو جائے گا۔ اور اُن کے اختیارات کی تحدید باطل ہو جائے گی۔ اور اُن کی بد اطواری پر کوئی بندش نہ رہے گی۔ برک نے کہا "مسٹر ہیسننگز نے جو خیال توفیر کا کیا اُس کو ر استبازی سے کچھ تعلق نہیں ہے۔" یہ بات یقیناً درست ہے کہ کسی شخص کی نسبت یہ نہیں کہہ سکتے کہ اُس نے اپنی توفیر کو مدی جبکہ اُس نے کسی مناسب ذریعے سے ناحق تہمت کو دفع کیا ہو۔ ایک طرف تو یہ امر ہے اور دوسری طرف یہ بھی اُسی کے برابر۔ سچ ہے کہ دُنیا میں چند عہدے ایسے ہوتے ہیں جن پر کوئی فائز ہوا اور اُس پر بد اطواری کا الزم لگایا جائے تو وہ فوری جواب دہی کے لیے کسی خاص شخصوں کے سامنے حاضر ہونے پر راضی نہیں ہو سکتا بغیر اس کے کہ اپنی توفیر ضائع کرے۔ اگر کسی سپہ سالار پر میدان جنگ میں اُس کے خاص ماتحت افسر بزدلی یا تمک حرامی کی تہمت لگائیں تو وہ اس کے بغیر کہ اپنے عہدے سے دست بردار ہو جائے اس تہمت کی تحقیقات تک بھی نہ ہونے دے گا۔ اگر ایک جج پر برسر اجلاس اور اُس پر مقدمہ زیر بحث میں طرفداری یا رشوت ستانی کی تہمت لگائی جائے تو وہ اُس تہمت کی تحقیقات پر راضی نہ ہوگا۔ بغیر اس کے کہ یہ پیشی تمام ہو اور کوئی اعلیٰ افسر حسب قاعدہ اُس سے باز پرس کرے۔ ان صورتوں سے ہیسننگز کے عہدے کو اگرچہ پوری پوری مشابہت نہ ہو تو بھی بہت کچھ مشابہت تھی کہ یہ حکمراں جماعت کا ایک مقرر شدہ جزو تھا اور وہ حکمراں جماعت فقط مجلس نہ تھی بلکہ مجلس مع گورنر جنرل تھی۔ اُس زمانے کے بڑے بڑے قانون دانوں کی رائے یہ تھی کہ وہ مجلس کے اجلاس کو بر فاست کر سکتا تھا۔ پس میں اُن کلمات میں جوئی اور برک نے اُس کی نسبت استعمال کیے اُن کی موافقت نہیں کر سکتا ہوں۔ ہیسننگز نے جو توفیر کا ذکر کیا تو میں سمجھتا ہوں کہ اُس کی مراد سرکاری توفیر تھی

مذکورہ اس کا ذاتی احترام۔ اُس نے تحقیقات کی کمیٹی مقرر ہونے کے لیے کہا مگر اپنی تحقیقات  
 میں خود صدر ہونے سے انکار کیا۔ جو اُس کے ذہن میں تھا اگر وہ اُس کو نیک کسی طرح کی  
 بناوٹ اور رکاوٹ کے بیان کرتا تو میں سمجھتا ہوں کہ یوں کہتا ہ تحقیقات کے لیے تو  
 اگر تم چاہو کمیٹی کے طور پر تحقیقات کرو مگر میں اُس ملک کی حکمران مجلس کا ایک مقرر شدہ  
 جزو ہوں اور میں اس حالت کو قبول نہ کروں گا کہ جو عدالت میرے مقدمے کی سماعت  
 اور فیصلے کے لیے ہو اُس کا میں صدر ہوں اور اُس کے ساتھ ہی میں جواب دہی  
 کے لیے بطور ملزم اور قیدی کے پیش کیا جاؤں۔ علاوہ براں تم (یعنی نکلا اور ننگ اور  
 مائن اور فرانسس دراصل مجھ پر تہمت لگانے والے ہو۔ نندکار تمھاری سازش  
 فاش کر رہا ہے اور تم خود اعتراف کرتے ہو کہ تم سے اور اُس سے پیشتر سے بات چیت  
 ہوئی ہے۔ تم میرے سخت دشمن ہو اور ہرگز میرے مقدمے میں جج نہ ہو گے اگر میں نے  
 تمھارا جج ہونا مان لیا تو گویا میں نے اپنا مجرم ہونا قبول کر لیا۔ میں اپنے قانونی حقوق پر  
 قائم ہوں اور کچھ پروا نہیں کرتا تم جو کچھ برائی کر سکتے ہو کرو۔

اس مطلب کے ایک جزو کو اُس نے خود اپنی اس تحریر میں درحقیقت  
 بیان کیا ہے جس کا خلاصہ میں لکھ چکا ہوں اور مائن کے اعتراف کرنے سے  
 اور دوسرے امور سے جن کی طرف میں اشارہ کر چکا ہوں صاف ظاہر ہوتا ہے کہ  
 اس مطلب کو اگر وہ پورا پورا بیان کرتا تو بالکل صحیح و درست ہوتا۔ وہ لوگ انتہا کے  
 بے محابا بیباک بے انصاف اور ہٹ دھرم تھے اور اگر ہیسننگر مجلس میں ٹھہر رہا  
 اور نندکار کے بیانات کی پوری بحث ہوتی تو از روئے عقل اُس کو کوئی امید  
 نہیں ہو سکتی تھی سوائے اس کے کہ اُس کو ایک ایسی مجلس مقرر دیتی جس کی نسبت  
 کہہ سکتے ہیں کہ ہیسننگر نے اُس کے اختیارات کو مانا تھا۔ قابل لحاظ یہ امر ہے کہ  
 اپنے دشمنوں کی راستبازی پر زیادہ اعتماد کرنے سے جبکہ اُس کا مقدمہ دارالعوام  
 کے سامنے پیش تھا اُس نے سخت نقصان اٹھایا۔ جو جواب دہی اُس نے  
 دارالعوام میں کی تھی دارالامرا میں اُس کی پیشی ہوئی تو وہی جواب دہی بطور قوی  
 شہادت کے اُس کے برخلاف لائی گئی۔ یہ دلیل کہ ہیسننگر نے اس مقدمے  
 کے دوران میں کسی مقام پر نندکار کے بیانات کی تکذیب نہیں کی میرے نزدیک

ایک واقعی امر ہے اور زیادہ نہیں مگر کچھ نہ کچھ اہمیت رکھتا ہے۔ یہ میں نے اس لیے کہا کہ میرے وہم میں بھی نہیں آتا کہ جس شخص کے دل کا حال یہ ہو کہ اپنی رشوت ستانی کے بڑے جرم کے پوشیدہ کرنے کے لیے جج سے قتل عمد کرنے کی تدبیر کرتا ہو اُس کو اپنی جھوٹی برأت کے دعویٰ کرنے میں تامل ہو گا۔ ان الزامات کے وقت اُس کی خاموشی کا باعث ایک یہ واقعہ ہو گا کہ اُس نے منی بیگم سے ڈیڑھ لاکھ روپے دعوت کے لیے تھے۔ یہ معاملہ اگر بالکل خلاف قانون نہ بھی ہو تو یہ بھی کم از کم مشتبہ تھا اور دوسرا باعث یہ ہو گا کہ نندکار کے بیانات کے ہر ایک جزو کا بالکل ٹکڑا نہیں رکھتا تھا لہذا بہتر سمجھا کہ مقید و جزوی انکار پیش نہ کرے اور اپنے دشمنوں کو آزاد چھوڑ دے کہ وہ جو ثابت کر سکیں کریں۔

اُس نے ایک کاغذ ہدایت جو قوفی سے پڑھ کے دارالعوام کو سنایا اور جس حالت میں کہ اُس کا مقدمہ پارلیمنٹ میں زیر تجویز تھا اُس کو اتنی ہی بڑی حماقت سے لکھ کر داخل کیا۔ اس کاغذ کے لکھنے میں اُس نے بالکل متابعت ان دفعات کی کی تھی جو اُس وقت اُس پر قائم ہوئے تھے اور وہ ایک قسم کی کشتی کرنے لگا تھا جو بالکل خلاف عقل اور غلط سوچی گئی تھی۔ نالاش کا باقاعدہ جواب جو اُس نے داخل کیا تو البتہ اُس کے لکھنے میں یہ اپنے وکیلوں کے ماتھے میں تھا۔ میں نے جواب دیکھا مگر مجھ کو اس میں نندکار کے مقدمے کا ذکر نہیں ملتا ہے۔ نندکار کے اظہارِ ارت کو بطور شہادت ہیسٹنگز کے مقدمے میں پیش کرنے کی جب کوشش کی گئی تو اُس کے وکیل نے اعتراض کیا کہ یہ قابل داخل ہونے کے نہیں ہیں جیسا کہ حقیقت نہ تھے اور یہ اعتراض بے رگہ ہو گا کہ رقوم کے لیے لینے کے متعلق جو الزام اُس پر تھا اُس کے بارے میں متفق رائے قول اُس کے موافق ملا۔ اگر میں اس پارلیمنٹ کے مقدمے کو کبھی بیان کروں تو ان امور کی پوری بحث کرنی مجھ کو لازم ہوگی۔ بالفعل اتنا کہنا کافی ہے کہ نندکار نے جو الزام کے جواب میں جو اُس نے پورے قانونی طور کی کارروائی سے کام لیا تو اس واقعے سے یہ نتیجہ نکالنا کہ وہ مجرم تھا سختی سے خالی نہیں ہے۔

بہر صورت میں ایک عجیب حال بیان کر سکتا ہوں جو اب تک معلوم نہیں ہوا تھا۔

سراڈور ڈاٹر پچی کے باپ نے نیلام میں ایک خلاصہ اُن خلاصوں میں سے خریدا جو ہیسٹنگز کی تحقیقات کے لیے تیار ہوئے تھے۔ اس کاغذ کی پشت کی عبارت سے نہیں معلوم ہوتا ہے کہ اُس کے کونسلیوں میں سے کس کو نسلی کے لیے یہ تیار ہوا تھا مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُس کو کسی نے غور سے پڑھا اور ٹھیک طور سے نشان بنائے اور الفاظ کے نیچے لکیریں کھینچیں۔ اس خلاصے کا وہ حصہ میرے سامنے موجود ہے جو نندکمار سے نذرانہ لینے کے الزام سے تعلق رکھتا ہے۔ اس میں زیادہ تر وہی اسناد درج ہیں جن کا میں ابھی حوالہ دے چکا ہوں اور جن کو میں نے بجائے خود رائے قائم کرنے کے لیے دیکھ لیا تھا۔ مگر اُس کے آخر میں یہ عنوان ہے "کیفیات ماخوذ از جواب قلمی مسٹر ہیسٹنگز"۔ اس جواب سے میں سمجھتا ہوں کہ ضرور وہ کاغذ مراد ہوگا جو اُس نے اپنے کسی کونسل یا وکیل کے دکھانے کو تیار کیا ہوگا۔ اس عنوان کے ماتحت فقرات مذکورہ ذیل موجود ہیں: "مسٹر ہیسٹنگز نے کوئی روپیہ نندکمار سے بواسطہ یا بلاواسطہ نہیں لیا۔ مسٹر ہیسٹنگز جتنا کہتا ہے کہ اُس نے منی بیگم سے کوئی رقم سوائے اُن ڈیڑھ لاکھ کے جس کا ذکر ابھی ہو چکا ہے کبھی نہیں لی"۔ مسٹر ہیسٹنگز ایمانا اس بات سے انکار کرتا ہے کہ اُس نے منی بیگم کو نواب کا محافظ مقرر کرنے کی بابت کوئی رقم لی ہو، مجھ کو باور نہیں آتا کہ مجرم ہونے کے خیال سے ہیسٹنگز نے یہ بیانات سنائے میں تو نہ کیے جب کہ اپنے عہدے کے کھودینے کے خطرے میں تھا اور اپنے کونسلی سے کیے جسکے جھوٹ بولنے سے کچھ حاصل اور سچ کہنے میں کوئی ڈر نہ تھا۔ جس جرم کا الزام اُس پر لگایا گیا اُس سے اُس کے انکار کرنے کا اثر جو کچھ سمجھا جائے واقعہ مذکور بالا سے ظاہر ہے کہ یقیناً اُس نے انکار کیا۔

ان امور سے جو سوال آپہی کے رویے اور چال چلن کے متعلق پیدا ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ نندکمار کے اتہام نے ہیسٹنگز کو درحقیقت اس درجے مجبور کر دیا تھا کہ اُس کو آپہی کے ہاتھ سے قتل کرائے بغیر کسی طرح بچ نہیں سکتا تھا۔

لے یہ الفاظ برک سے ہیں جن کو اُس نے اپنی تقریر واقع ۲۱ اپریل ۱۸۵۷ء میں کہا تھا اور تقریر جلد ۲ صفحہ ۴۰ ہیسٹنگز نے شہادت کی عرضی دی جس پر کئی دن کا غور و فکر کے بعد برک کی پارلیمنٹ سے عرض ہوئی کہ اُس نے یہ کہنے میں اُن کی ہدایت سے سجاوہ کیا۔ ۱۲۔

(ملاحظہ ہو تاریخ پارلیمنٹ حصہ ۲۷ صفحہ ۱۳۴۴ - ۱۳۴۲)۔

اس مسئلے میں امور ذیل فور طلب ہیں۔ اولاً نندکار کا قتل ہونا، ہیسیٹنگز کو بالفرض اگر اُس نے یہ جرم کیا ہو اُس خطرے سے جس میں نندکار کے بیانات نے ہیسیٹنگز کو ٹھالا تھا بچا نہیں سکتا اور وہ خطرہ صرف یہ تھا کہ نظماً اُس کو بذلت واپس بلاتے اور جب وطن آتا تو اُس پر عدالت نصفت سے کوئی چالیس ہزار پونڈ کی ادائیگی کا دعویٰ ہوتا۔ گورنر جنرل کو پادشاہ مجلس نظماً کی درخواست پر معزول کر سکتا تھا اور کوئی فنی قانونی قاعدہ اُس کو معزولی سے بچا نہیں سکتا تھا۔ نندکار کا اظہار پیش اور ثبوت ہو چکا تھا جن لوگوں کے نام اُس نے لیے تھے اُن سے سوالات کیے جاسکتے تھے اگر مجلس نظماً کی نظروں میں نندکار کے اظہارات کی وقعت ہوتی تو توقع نہ تھی کہ اُس کے قتل ہو جانے سے وہ وقعت گھٹ جاتی۔ اور اگر اُن کی نظروں میں وقعت نہ ہوتی تو اُس اہم اور فیصلہ کن فعل کے مرتکب ہونے یا اُس پر اقدام کرنے کا کوئی باعث نہ تھا۔ اس بات کی کچھ تصدیق اس واقعے سے ہوتی ہے کہ ۲۶ مارچ کو یعنی نندکار پر نالاش دائر ہونے کے دو ہفتے بعد ہیسیٹنگز نے اپنے وکیلوں کو انگلستان میں خط لکھا اور (نہایت بے ضابطگی اور نادانی سے) اُن کو مختار کیا کہ اُس کی طرف سے استعفا دیں اگر انگلستان سے آئندہ تحریرات میں بنا اس کے عہد نامے کی یار و ہیلوں کی جنگ کی نامنظوری درج ہو یا اُن سے میری جانب بے اعتنائی نکلتی ہو کسی آدمی سے توقع نہیں کی جاتی کہ ج سے قتل عہد کرانے کی تدبیر کرے ایسے عہدے سے معزولی کے ڈر سے جس سے اُس نے اپنے مختار کو استعفا دینے کے لیے اجازت دی تھی ایسے شرط پر جن سے اُس شخص کو جس کا قتل منظور ہوتا کچھ تعلق نہ تھا۔ دوسری طرف یہ بات قابل غور ہے کہ ہیسیٹنگز نے استعفا دینے کو منع کیا اور اپنی جگہ پر برقرار رہنے کے قصد سے ۱۸ مئی کو خبر دی۔ اس درمیان میں نندکار پر عدالت ہو گیا تھا اور جیسا کہ ہیسیٹنگز اپنے خط میں لکھتا ہے خاص کر پھانسی دیے جانے کی راہ پر تھا۔

۱۲۔ یہ خط گلے کی جلد اول صفحہ ۵۲۱ میں چھاپا ہے۔

۱۳۔ اس خط کی عبارت یہ ہے (گلے جلد اول صفحہ ۵۲۲) نندکار کے دیکھنے کو جانا جبکہ اُس پر سازش کا مقدمہ چل رہا تھا اور اُس کے بیٹے کو نظامت کے اول عہدے پر ترقی دینا جبکہ وہ بلحاظ شخص

ایک سابق خط کے مندرجہ ذیل فقرے قابل لحاظ ہیں، خط جس کو نندکمار نے منی بیگم کا بیان کرتے ہوئے پیش کیا شدیدی جہل ہے۔ مجھ کو اُس کے جہل کے پیش کر دینے میں کچھ دقت نہیں ہے۔ اس میں نہایت نمایاں علامتیں جہلی ہونے کی موجود ہیں کہ ایک طول طویل داستان لکھی ہے جس پر نہایت رازداری کی تاکید کی ہے اور اخیر میں بے غیرتی سے یہ بھی بڑھایا ہے۔ العاقل تکفیتہ الاشارہ (جبکہ خط کا واحد مطلب یہ تھا کہ ایک لاکھ روپے کی ادائیگی کے واسطے حکم دے دیا جائے) اور نندکمار کا بیٹا اور داماد منی بیگم کے ساتھ تھے اور روزانہ نندکمار کو خبر پہنچاتے تھے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ جیمس میں اور خاص کر پھانسی دیے جانے کی راہ پر تھاجرات کے کام تھے اور ضروری تہذیبوں میں جو کامیاب ہوئیں۔ اس خط کے آخر میں لکھا تھا۔ اب میں اُس قصد سے جس سے میں نے تم کو جد آگاہ خط مورخہ ۲۷ مارچ میں مطلع کیا تھا دست بردار ہوتا ہوں، "آئندہ ڈاک کچھ ہی تحریر لاوے میں نے قصد کر لیا ہے کہ اپنی ناش کے نتیجے کو دیکھوں در حالیکہ مجھ کو یقین ہے کہ ممکن نہیں کہ جن آدمیوں کے افعال ایسے دیوانہ وار ہوں ایسے بڑے بھروسے کے جہدوں پر رہتے دیے جاسکتے ہیں۔ (ہیسٹنگز بنام گراہم میکلیں ۱۸ مئی ۱۸۵۷ء) اس فقرے میں جس طرف اشارہ ہے وہ اس بیان سے بہتر طور پر سمجھ میں آئے گا، جو آئندہ باب میں ہے۔ یہ عبارت یقیناً دکھاتی ہے کہ پھانسی دیے جانے کی راہ پر ہونے سے ہیسٹنگز خوش تھا مگر یہ درحقیقت اُس وقت میں اُس کے قتل کی سازش میں مشغول ہوتا تو اپنے وکیلوں سے اس امر کو ہرگز مضحکہ کے ساتھ نہ بیان کرتا۔ میں توقع کرتا ہوں کہ ۱۸۵۷ء اس ذکر ہی سے باز رہتا۔ شان اس خط کی ایسی ہے جیسے اُس شخص کی جو جس کو غیر متوقع کوئی چیز خوش قسمتی سے ملے نہ کہ اُس شخص کی قتل کرنے پر آمادہ ہو اور جس نے اپنے منصوبے کے پورا کرنے کے لیے پہلا قدم اٹھایا ہو اور اور اُس کی تکمیل کا منتظر ہو۔ ایک مشکوک و خطرناک تدبیر کی تکمیل کا ناگوار

سامنا۔ ۱۲

۱۷ مورخہ ۲۷ مارچ ۱۸۵۷ء ہیسٹنگز بنام گراہم میکلیں (دگلے جلد ۱

صفحہ ۵۱۔

میں نے جو اس مہینے کی ۱۳ و ۱۴ و ۱۵ کو بورڈ کے جلسے کو برخواست کرنے کی تجویز کی (یعنی کہہ دیا کہ برخواست ہے) اور جو میں نے کفوتو کو ان کی طلبی کے حکم کی مخالفت کرنے کا حکم دیا یہ دونوں امر چونکہ بحمل واقع ہوئے تھے میں امید کرتا ہوں کہ وہ باقاعدہ سمجھے جائیں گے۔ مجھے یاد نہیں پڑتا کہ کبھی بلا حکم صدر کوئی جلسہ مجلس کا بلایا گیا یا کام کرتا رہا ہوتی کہ (دفٹرارٹ) کی حکومت کے زمانے میں جبکہ جھگڑا ہوا تھا۔ رائے التوا تو کھلتے کی سیدائی مجلس کی نسبت یہ کہنا مہمل ہے۔ مجلس نئے نئے میں دو مرتبہ ضرور منعقد ہوگی اور ہوتی ہے اور روز ہوا جتنی دفعہ گورنر بلانا چاہے منعقد ہو سکتی ہے خواہ درست ہو خواہ نادرست۔ میں اس پر عمل کرتا یا نوکری چھوڑ دیتا دوسرا کوئی چارہ کار نہ تھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس مقدمے کی صورت درحقیقت تمام صورتوں سے بڑھ کے ہے۔ وہ لوگ اپنے جوش میں آ کے ایسی زیادتیاں کر چکے تھے جو نوکری کے کسی قاعدے سے جائز یا درست نہیں ہو سکتیں اور نہ میں دب سکتا بغیر اس کے کہ نوکری کے قاعدے کو الٹ دیتا اور ایسے تنزل پر راضی ہوتا جس پر دنیا کی کوئی قوت یا منفعت مجھ کو مجبور نہیں کر سکتی۔ میری عرض تم سے یہ ہے کہ جن خرابیوں کا مجھے سامنا ہے تم ان کو بے غور کیے نظر انداز نہ کرنا تاکہ ان لوگوں نے پہلے سے آپس میں صلاح مشورہ کر کے جو حل کیے اور ان کے دفعیے کے لیے مجھ کو پہلے سے سوچے سمجھے بغیر مجبوراً رائیں لکھنا پڑیں بلکہ انھوں نے یہ رائیں مجھ کو برا فرختہ کر کے لکھوائیں۔ ایسا برا فرختہ کیا تھا کہ بہت قریب تھا کہ میری عقل اور میری فہم دونوں میں فتور آ جائے مگر خدا کا شکر ہے کہ یہ دونوں اب تک میرے پاس صحیح سالم ہیں۔ کم از کم میں ایسا ہی سمجھتا ہوں؛

جو دستور میں نے مجلس کے اجلاس کو برخواست کر دیے کا شروع کیا ہے اس پر عمل کرتا رہوں گا یعنی وہ لوگ جتنی دفعہ میری تذلیل کے لیے نئی تجویزیں پیش کریں گے میں ان کو بحال خود چھوڑ دوں گا مجھے اپنے سے یہ ضرور توقع ہے کہ ان سے میں بہت کم سروکار رکھنے پر قادر رہوں گا۔ مگر سرکاری کام کیونکر چلیں گے ان کی تدبیروں نہیں کر سکتا ہوں۔ کل سچ گیا ہے اور ناشیوں کے غول کے غول گواہی پر تیار عرضی دعویٰ لیے ہوئے عقربہ کھلتے میں صبح ہو جائیں گے۔ نندکار پوری شان سے دربار کر رہا ہے۔ زمینداروں اور نواب کے

گھماشتوں کو بلا کے نالاش کرنے کے لیے اُن کی خوشامد کرتا ہے اور دھکی بھی دیتا ہے اور اس میں شک نہیں کہ وہ علاوہ اس عرضی دعویٰ کے جو خود پیش کر رہا ہے دوسرے عرضی دعویٰ بھی بافراط جمع کرے گا۔ ان لوگوں نے کارپردازی کا جو طریقہ ٹھیرایا ہے میں سنتا ہوں کچھ اس طرح پر ہے کہ وہ بڑھے جنرل فوگ کی مدد سے کھینچے کی بات نکالنے کے لیے کتاب ششادرت کی ورق گردانی کرتا ہے اور کرنل ہائسن شکایتی عرضیاں لیتا ہے بلکہ مجھ کو یقین دلایا گیا ہے کہ وہ اس درجے نیچے اتر آیا ہے کہ خود عرضیاں مانگتا ہے۔ فرانسس عرضیاں لکھتا ہے۔



## پانچواں باب

بیان ان الزامات کا جو نندکار پر وارن ہیسٹنگز  
اور موہن پرشاد نے لگائے

گزشتہ باب میں ہیسٹنگز پر نندکار لے لگائے ہوئے الزامات کا میں نے ذکر کیا اور اب میں ان الزامات کے بیان کرنے کی طرف متوجہ ہوا ہوں جو نندکار پر لگائے گئے۔ اُس پر دو الزام تھے پہلا الزام تو یہ تھا کہ اُس نے اور لوگوں سے سازش کر کے جمہور کی نالاش ہیسٹنگز اور باروکل پر کی۔ اس الزام کی نالاش میں ہیسٹنگز اور باروکل بظاہر مدعی تھے۔ دوسرا الزام جعل کا تھا جس میں موہن پرشاد تو کھلم کھلا مدعی تھا اور کہا جاتا ہے کہ دہرودہ اصلی مدعی اُس میں بھی ہیسٹنگز تھا۔ سازش کی نالاش پہلے پیش ہوئی اور جس کیفیت سے پیش ہوئی ذیل میں اُس کا ذکر ہوتا ہے۔

ہیسٹنگز پر صرف ایک نندکار ہی کا لگایا ہوا الزام نہ تھا بلکہ بہت سے اور بھی الزامات تھے جن میں سب سے بڑا یہ تھا کہ کمپنی جو فوجدار یعنی فوجداری اور کو تو الی کے سردار مقیم ہو گئی کو بہتر ہزار روپے تنخواہ دیتی تھی اس میں ہیسٹنگز اور اُس کا بنیا

اپس میں بانٹ کے چالیس ہزار روپے سالانہ لیا کرتے تھے۔ یہ ناش مارچ کی ۳۰ کو دائر ہوئی اور اس کے دائر ہونے پر ہیسٹنگز نے جیسا کہ سابق میں کہا گیا مجلس کو برخاست کر دیا۔ اس ناش سے نندکار کو خبر جو کچھ ہو مگر جو کچھ اس کا علاقہ تعلق نہ تھا لہذا مجھ کو اس کی تفصیل کی کچھ ضرورت نہیں مگر یہ واقعہ کہ ناش اور اسی قسم کی اور ناشیں ہیسٹنگز پر اس زمانے میں دائر ہونے میں ضرور معلوم رہنا چاہئیں تاکہ وہ امور جواب بیان ہونے کو ہیں سمجھ میں آئیں اور ان کی اہمیت سے استفادہ ہو۔

کمال الدین ان شخصوں میں سے ایک تھا جنہوں نے ہیسٹنگز پر ناشیں کی تھیں۔ ۱۹ مارچ کو شخص کوئی ۹ بجے صبح کو ہیسٹنگز کے پاس یہ کہتا ہوا آیا کہ نندکار اور فوک کے بچے سے یہ ایچی چھوٹ کے آیا ہے۔ کپڑے پھٹے رنگت زرد اور صاف ظاہر تھا کہ سانس چڑھی ہوئی تھی۔ ناش کی کہ نندکار اور فوک نے دھکی دے کے بھیر اس سے ایک عرضی پر دستخط کروا لیے جس میں لکھا تھا کہ اس نے تین سال کے عرصے میں ہیسٹنگز کو پندرہ ہزار اور بارول کو ۴۵ ہزار روپے رشوت میں دیے تھے اور ایک فرد کی تصدیق بھی کروالی جس میں ان رویوں کا حساب تھا جو اس نے ضلع جمالی کی اجارہ داری کی بابت فریب و سازش کر کے لیے تھے۔

اپنی اس ملاقات کا عجیب حال ہیسٹنگز نے اپنے خط مورخہ ۲۹ اپریل ۱۷۸۴ء میں اپنے کارپردازان گراہم و نیگلین کو لکھا ہے۔ پتہ جب کمال الدین میر سے پاس

۱۷ جلد ۲۰ ملکتی مقامات صفحہ ۱۰۷۸-۱۰۸۶-۱۰۸۷ (۱) مشر بورج کمال الدین کی مال میں درگتہ ریویو جلد ۴۶ صفحہ ۳۱) کہتا ہے کہ وہ ایسا معلوم کرتا ہے کہ جمالی کے تک زار کا دکھاؤ کو ٹیکہ دار تھا اور وہ ٹیکہ دار ہیسٹنگز کا بیٹا کنتو باو تھا۔ یہ لکھتا ہے کہ اس نے اپنے گھر میں اپنے بیٹا کی سند نہیں بتاتا ہے۔ مجھ کو اس بارے میں کچھ معلوم نہیں کرتا۔ کمال الدین کی حقیقتات میں لکھا ہے کہ میر بن سے مشر بورج کی خبریں صحیح ہوئیں۔ شاکسپہ اترتا ہے ایک اور جگہ پر جلد ۴ صفحہ ۲۸۰) مشر بورج کہتا ہے کہ اس نے کمال الدین پر ہیسٹنگز کے نیچے لائے امداد تھا (ذیلی اسامی تھا) ان دونوں مقاموں میں کمال الدین کی کسی سند کی طرف اشارہ نہیں ہے ۱۲

ناش لے کے آیا میں نے اُس کا بیان توجیہ سے سنا اور اُس کو جھوٹی ناش کرنے سے متنبہ کیا اور اُس کے کل نتائج سے اُس کو آگاہ کیا مجھ کو اُس نے ایسے مسلسل بلا تامل جواب دیئے کہ میں قایل ہو گیا اور تب میں نے اُس کی ناش میر مجلس کے پاس رجوع کر دی۔ زبان بندی (یعنی ۲۰ اپریل کی زبان بندی) کے بعد میں نے اُس کو ۲۳ تاریخ بلویر میں بلا بھیجا (میں نے پہلے سے احتیاطاً ججوں سے پوچھ لیا تھا کہ آیا میر ایسا کرنا مناسب تھا)۔ میں نے اُس کو بتا دیا کہ اگر اُس کی ناش جھوٹی ہوگی تو اُس کا پوشیدہ رہنا ججوں اور پانچوں اور مددگاروں کی غائر نظروں سے محال ہوگا یہ لوگ ذرا ذرا واقعات اور حال سے بہت دقت کے ساتھ اُس سے سوال کریں گے اور اُس کی دروغ حلفی ثابت ہو جانے کی صورت میں لاعلاج رسوائی اور خرابی ہوگی۔ میں نے اُس کو خندا کی قسم دی اور کہا خدا کے واسطے اور اپنے بے دھرم کے واسطے اپنے تئیں تباہی میں نہ ڈال اور مجھے ایک بے گناہ آدمی پر مقدمہ چلانے میں نہ کھینچ۔ (بے گناہ صرف اُس فرد کے بارے میں اس لیے کہ اُس عرضی میں تو صاف میرا نام تھا)۔ میں نے اُس کی منت کی کہ مجھ سے صاف واجبی طور پر سب سچ سچ کہہ دے۔ اور اُس سے آئندہ معافی اور مدد کا وعدہ کیا اگر وہ حقیقتاً مجھ کو بتا دے اگرچہ اُس سے یہ نکلتا ہو کہ اُس نے مجھ کو ضرر پہنچانے کی کوشش کی تھی اس لیے کہ سب سے بڑا ضرر جو مجھ کو وہ پہنچا سکتا تھا یہ تھا کہ وہ اس موقع پر مجھ کو دھوکا دیتا۔ جواب میں اُس نے نہایت عزم سے کہا کہ محض سچ کے سوا اُس نے کچھ نہیں بیان کیا تھا۔ اُس نے وہ قصہ بھر ڈہرایا اور پھوہا یا ادھر ادھر کی چھوٹی باتوں اور بیان میں تو اختلاف تھا مگر ہر ایک اصلی امر میں بے کم و کاست پورا اتفاق تھا۔

اُس زمانے میں ایک نہایت ناقص انتظام کی وجہ سے عدالت عظمیٰ کے جج قانون انتظام کے بموجب کلکتہ کے میر عدل کا کام کرتے تھے حسب قانون انضباط۔ بیشک اس انتظام کی نظیہ خاص بادشاہ کی عدالت کے ججوں میں موجود تھی کہ وہ

انگلستان کے ہر ایک ضلع کے میر عدل تھے (جیسے اب تک خاص ملکہ کی عدالت کے جج ہیں) مگر یہ انتظام دراصل بُرا ہے نہ صرف اس وجہ سے کہ جموں کا وقت ایسے امور میں صرف ہوتا تھا جن کا فیصلہ بہتر ہوتا کہ دوسرے حکام کرتے بلکہ اس سبب سے بھی کہ سپرد عدالت کرنے والے ناظم کا کام اور جج کا کام دراصل مختلف اور کسی حد تک ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ جس جج کو اس آدمی کی تحقیقات کرنی پڑے جس کو اُس نے خود سپرد عدالت کیا ہے۔ یہ جج بالکل ایسا صاف دل نہیں ہو سکتا جیسا کہ وہ جج جو ایسے مقدمے کی سماعت کرتا ہو جس سے وہ جب تک اجلاس پر نہیں آیا کچھ بھی واقف نہ تھا سوائے اس کے کہ کچھ علم اُس کو صرف شہادت کے پڑھنے سے حاصل ہوا ہو۔

ہیسٹنگز نے جب کمال الدین کو میر عدل کے پاس رجوع کیا تو میر عدل نے اپنے ساتھ والے ججوں کو بلا لیا اور سب ججوں نے بحیثیت میر عدل کے نندکار اور فوک اور ہیسٹنگز اور بار اول کو اپنے سامنے طلب کیا اور ایک جلسہ کر کے گواہوں اور مدعی علیہم کا اظہار لیا جس کی پوری روداد (مقدمات مملکت) میں چھپی ہے۔ یہ اجلاس صبح دس بجے سے رات کے ۱۱ بجے تک رہا۔ اس روداد کا عنوان ہے "ضمیمہ تحقیقات مقدمہ جعل نندکار مشہر بہ سند عدالت عظمیٰ بنگالہ" یہ روداد انتہائی پیچیدہ اور اتر ہے۔ جن بڑے واقعات کا کمال الدین نے اظہار کیا اُن کا لب لباب حسب ذیل ہے۔

اُس نے کہا، مجھ کو ضلع کلکتہ کے دیوان یعنی خواجہ پنچھی سے کچھ پانا تھا جس کو میں وصول کر سکتا تھا، پس میں نندکار کے پاس گیا اور اُس کے پاس دو عرضیاں رکھوائیں جن میں ظلم کا الزام دیوان پر درج تھا۔ اس کے علاوہ ایک اور عرضی تھی جس میں ایک شخص مسٹر آرکڈکن نامی کی شکایت تھی اور معلوم ہوتا ہے کہ

۱۷ یہ موافق انگریزی دستور کے تھا جو ۱۸۳۶ء تک جاری رہا۔ ملاحظہ ہو میری کتاب تاریخ قانون فجوری صفحہ ۲۲ وغیرہ۔

۱۸ یہ شخص گنگا گو بند تھا جس کو راک ٹیٹھانے حاجت کرنے کی علت میں کئی مرتبہ پکڑا تھا۔

یہ یوں ہی رہ گئی۔ ان دو عرضیوں سے دیوان کا ڈر انا مقصود تھا اور پیش کرنے کا ارادہ نہ تھا بشرطیکہ کمال الدین کو رقم کسی دوسری تہذیب سے مل جاتی مگر کسی صورت سے روپیہ وصول ہوتا قرار یہ تھا کہ کمال الدین نندکار کو چھ مزار روپے جب دے تو نندکار اس کو وہ عرضیاں واپس کر دے۔ اس بیان کا مطلب مجھ کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ گنگا گوند سنگھ ایسے بڑے شخص پر نالاش کرنا ایک امر اہم تھا اور نندکار کے ہاتھ میں عرضیاں پڑنے سے کمال الدین کچھ نہ کچھ اس کے تابوں میں آ گیا تھا۔ کمال الدین کیوں ایسا کرتا جبکہ اس کو کسی اور ذریعے سے رقم کے وصول ہو جانے کی توقع تھی میری سمجھ میں نہیں آتا۔ اس کا ایک دوسرا مرئی موجود تھا جس سے اس کا خود بیان ہے کہ جو کچھ کیا تھا کہہ دیا تھا اور اس نے وعدہ روپے دلوانے کا کیا تھا اگر یہ عرضیاں واپس لے لے۔ خیر نندکار سے کمال الدین عرضیاں مانگنے گیا۔ نندکار نے دینے سے انکار کیا اور کہا کہ جب تک تم نوک کے پاس جا کے (نوک ایک فرنگی تھا جو اس زمانے میں کمپنی کا نوکر نہ تھا اور ہیسٹنگز کا سنت مخالف تھا) ہیسٹنگز پر تحریری الزام نہ لگاؤ گے میں نہ دمل گا لہذا ہیسٹنگز پر نالاش کی عرضی لکھی گئی۔ رو داد ایسی پریشان اور ناقص ہے کہ مجھے یقین نہیں ہے کہ اس کا ایک کاغذ جو مقدمات مملکت میں چھپا ہے آیا وہ ترجمہ اس عرضی دعویٰ کا ہے یا نہیں؟ مجھ کو اس میں شک ہے مگر میں سمجھتا ہوں کہ اس میں ایک طول طویل قصہ لکھا ہے جس میں ہر طرح کی تفصیل درج ہے اور مختلف لوگوں کی گفتگو جن کو اصل مطلب سے کم فیش بے تعلقی ہے مذکور ہے مگر خلاصہ مضمون کمال الدین کی عرضی دعویٰ کا یہ تھا کہ ہیسٹنگز نے بھجور مجھ سے یعنی کمال الدین سے نوک پر نالاش کی عرضی لکھوائی جس میں لکھا تھا کہ نوک نے یہ کرشمہ کیا کہ مجھ سے یعنی کمال الدین سے یہ بات لکھوائے کہ میں نے انگریز صاحبوں اور ہندوستانی عہدہ داروں کو رشوت دیا تھی۔ جبکہ ہیسٹنگز پر نالاش کا یہ عرضی دعویٰ تیار ہوا تو نندکار نے کمال الدین کو

۱۷۔ ۲۰۔ مکتبی مقدمات صفحہ ۱۰۹ نمبر (۱)۔

۱۷۔ ۲۰۔ یہاں پر یہ انتہا تفصیل ہے کہ کب اور کہاں اور کس موقع پر اس عرضی کا لکھنا شروع ہوا کہاں لکھی گئی اور صاف کی گئی۔ ان امور سے اور نیز ہر طرح کے تضاد اقول اور بیکار و بساٹ سے بڑا حصہ اس رو داد کا پر ہے۔

اپنے دادا و دادا معاصرین کے ساتھ بڑے فوک کے گھر پر بیجا۔ کمال الدین کہتا ہے کہ میں جانے سے بہت کارہ تھا اور اس عرضی دعویٰ کے لکھے پر بھی رضامند نہ تھا۔ خوجہ وہاں پہنچے تو یہ واقعہ پیش آیا کہ فوک نے کمال الدین سے پوچھا کہ تم نے ہیسٹنگز وغیرہ کو کیا کیا رشوتیں دی ہیں۔ کمال الدین نے کہا میں نے رشوت نہیں دی۔ اس پر فوک نے برا فروختہ ہو کے ایک کتابٹے جو اس کے پاس رکھی ہوئی تھی میرے مارنے کو اٹھائی اور کہا کہ کیا تو اپنی خیر چاہتا ہے جو میں کہتا ہوں لکھو اور عرضی پر اپنی ہنر کر میں نے ڈر کے مارے عرضی پر ہنر کر دی اور کہا آپ مجھ سے کیا لکھو انا چاہتے ہیں۔ میں لکھوں فوک نے کہا کہ لکھ کہ میں نے ۴۵۰۰۰ روپے تین سال کے اندر بطور رشوت کے مشربارول کو اور ۱۵۰۰۰ روپے بطور نذر کے گورنر کو اور ۱۲۰۰۰ روپے مشربارول کو ۷۰۰۰ روپے ہمارا جہ راجہ راجہ راجہ راجہ کو ۵۰۰۰ روپے بابو کن کانٹو کو دیے مجھ کو ایک کوٹھری میں بند کیا گیا تھا اور میں بے قابو تھا مجھ کو خوف اپنی جان و آبرو کا تھا، جو کچھ چاہا مجھ سے میرے قلم سے لکھو لیا اور لکھ کے میں نے دے دیا یوں مجھ کو رٹائی ہوئی ہے۔ کا غذا اس عرضی سے علیحدہ ہے اور اس کو فرد کہتے ہیں۔

جیسے ہی کمال الدین صبح سلامت کوٹھری سے باہر آیا چھوٹے ہی فوک یعنی بڑے فوک کے بیٹے اور دادا معاصرین سے کہا کہ مجھے میری جمبوٹی تہمت کی عرضیاں واپس دلوا دو۔ چھوٹے فوک نے اپنے باپ سے صلاح لینے کے بعد مجھ کو گھر سے نکال دیا اور کہا کہ کل آؤ تمہاری تشفی کی جائے گی۔ دوسرے دن کمال الدین پھر آیا اور دیکھا کہ فوک دونوں باپ بیٹے اور نند کھار آپس میں

۱۰۰ صفحہ ۲۰ صفحہ ۱۰۰ تحقیقات کے وقت اپنی شہادت میں کمال الدین ہی قصہ زیادہ تفصیل کے ساتھ بیان کرتا ہے اور کہتا ہے جب میں نے دیکھا فوک مجھ سے تین دن اپنا جامہ یوں اپنی گردن میں لپیٹا اور اس کے پاؤں پر گرا اور کہا کہ فوک یہ بالکل سمجھوٹ ہے میں غریب آدمی ہوں مجھ کو تباہ نہ کیجئے۔ یہ سن کے مشربارول نے ایک کتاب اٹھائی اور چیخا مردو، گتے کا بچہ جب اس نے کتاب اٹھائی اور گلابیاں دیں تب میں نے کہا اسے لائیے میں اس پر ہنر کر دوں گا تب اس نے کتاب رکھ کر میرا بدن ڈر سے کاٹتا تھا میں نے اس پر ہنر کر لیا اور روتا تھا اور زمین پر بیٹھا تھا (صفحہ ۱۱۰)

مشورہ کر رہے ہیں۔ کوئی دو گھڑی کے بعد یہ تینوں کے تینوں چلے گئے۔ کمال الدین نے اُن کو ٹھہرانا چاہا اور کونسل اور عدالت کی دُعا کی دی اور اُن سے کہا کہ کل جو مجھ سے آپ نے یہ چیز لکھوائی تھی واپس کیجیے۔ دونوں صاحب اور ہمارا جہد بہت غصے ہوئے اور اپنے لوگوں سے کہا کہ اس کو پکڑ لے جاؤ اور گھر کے اندر رکھو۔ مگر کمال الدین نے ہاتھ پاؤں مارے اور اپنے نوکر دوں کی مدد سے چھوٹ کے اپنی پالکی میں سوار ہوا اور جا کے گورنر سے شکایت کی جیسا اوپر مذکور ہوا۔

اس قصے کے بڑے حصے کی تصدیق نندکار اور فوک نے کی ہے۔ نندکار نے اقرار کیا ہے کہ کمال الدین اُس کے پاس دو عرضیاں لگتگا گو بند سنگھ پر نالش کی لایا تھا اور اُس نے کمال الدین کو فوک کے پاس بھیجا تھا تاکہ یہ اُس سے کونسل میں عرضیاں دلوادے۔ نندکار اپنی زبان بندی میں کمال الدین کے اس بیان سے ککن شرطوں پر یہ عرضیاں اُس کے حوالے کی گئی تھیں، بالکل تعرض نہیں کرتا لیکن سارا مضمون اُس کے بیان کی تکذیب کرتا ہے۔ نندکار کا بیان اُس عرضی کے بارے میں اس سے بیسننگر۔ مجرم ٹھہرتا تھا یہ ہے کہ کمال الدین کے منشی نے نندکار کے گھر میں یہ عرضی لکھی اور اُس کو نندکار کا ایک ملازم کمال الدین کے گھر پر لے گیا کیونکہ کمال الدین عرضی تمام ہونے کے پیشتر چلا گیا تھا۔ نندکار اس بات کا مقرر ہے کہ اُس نے رادھا چرن کو کمال الدین کے ساتھ فوک کے پاس بھیجا تھا تاکہ یہ عرضی پیش ہو جائے اور یہ بھی بیان کیا ہے کہ کمال الدین نے فوک سے عرضی پیش کرنے کے لیے تاکید کی تھی اور اس عرضی پر باقاعدہ دستخط اور گواہی بھی ہوئی اور مجلس میں پیش کرنے کے لیے تیار تھی، مگر کمال الدین نے چاہا کہ لگتگا گو بند سنگھ پر نالش کی عرضی پہلے پیش ہو اس لیے کہ اگر دوسری پہلے پیش ہوگی (یعنی اگر بیسننگر پر نالش دائر کرے گا) تو اُس کو اُس سے

۱۰۸۲۔ بیان نندکار

۱۰۸۳۔ مجلس لاگاری کے نام اُس کا وہ خط ملاحظہ ہو جس میں عرضیاں شامل ہیں اور جو طبع ہو گیا ہے۔

(۲۰ مصلحتی مقدمات ۱۰۹۴-۱۱۰۰)

۱۰۸۴۔ ہندوستانیوں کے طرز پر جس میں بیٹا فریضتلق اور نہایت پریشان کن جزئیات ہیں۔

(یعنی گنگا گو بند پر نالاش کی عرضی سے) کچھ فائدہ حاصل نہ ہوگا۔ فوک نے میران علی کے آگے کیا جواب دی کی رپورٹ یہ کہتی ہے کہ اس کا خلاصہ نہیں ہوا مگر اُس نے تصدیق کی کہ کمال الدین نے دو گواہوں کے سامنے اپنی خوشی سے اس عرضی پر مہر کی تھی اور اُس کے چہرے سے صاف ظاہر تھا کہ یہ فعل اُس کا یہ رضا و رغبت ہوا تھا۔ بعد ازاں کمال الدین فوک کے کمرے سے چلا گیا مگر پھر آکر کہا کہ وہ اس عرضی کو مجلس کے آگے پیش کرنا نہیں چاہتا ہے اور منت و حاجزی کے ساتھ فوک سے وہ عرضی واپس مانگی اور اُس کے پاؤں پڑا اور اُس کی مانگوں سے ایسے زور سے لپٹا کہ درد ہونے لگا، اس پر فوک نے برا فروختہ ہو کے کتاب اٹھائی، یہ کتاب چرچل کے اسفار (Voyages) تھی اور اپنے تئیں بہ ضبط کیا ورنہ اُس کو یہ کتاب پینتک مارتا۔ اور تصدیق کی کہ اس رشوت کی فرد کا ہر ایک حرف غلط تھا، اور اُس نے ایسا کاغذ نہ کبھی دیکھا تھا نہ اس کا حال سنا تھا۔

المختصر ان دو شخصوں کے اختلاف سے جو سوال پیدا ہوتے ہیں وہ دو ہیں آیا اُس نالاشی عرضی پر جو ہیسٹنگز کے خلاف دی گئی تھی کمال الدین نے بخوشی و رضا دستخط کیے یا بمجبوری دھمکی سے، اور آیا یہ رشوت ستانی کی فرد کبھی موجود بھی تھی یا نہیں؟ باقی اس قصے میں بے انتہا آپس کا تنازع اور ذرا ذرا سی بات پر ایک دوسرے کا جھٹلانا ہے جن کے درپے ہونے میں تصنیح اوقات ہوگی۔

اس قصے میں بہت سے حالات ایسے ہیں جن سے کمال الدین کے بیان کی تقویت ہوتی معلوم ہوتی ہے اگر چہ ظاہر ہے کہ یہ غریب آدمی تھا۔ ایک جرم کی تحقیقات میں جب اُس سے سوال کیا گیا کہ اگر تم نے رشوت نہیں دی تھی تو پھر فوک سے کیوں کہہ دیا کہ دی تھی تو اُس نے جواب دیا کہ میں نے ڈر کے مارے کہہ دیا۔ اگر آپ مجھ کو ڈرائیں تو میں آپ کو ہندوستان کی بادشاہی لکھ دیتا ہوں..... جو کچھ مشر فوک مجھے لکھنے کو کہتے ہیں لکھ دیتا..... مجھ پر ایسا خوف طاری تھا کہ جو وہ کہتے ہیں اُس پر اٹل کہہ دیتا عقل سے بہت بے حد ہے کہ جو ایسا شخص ہو وہ گورنر جنرل پر خود ہی نالاش کرے ورنہ حالیکہ اُس کو نالاش سے کچھ ملنے کو نہ ہوا در عرضی جیسی کہ چھپی ہے خود کہتی ہے کہ اس شخص کا اس میں کچھ

فہم نہیں تھا۔ ۱۸ اپریل کو فوک نے گورنر جنرل و مجلس کو جو بحیثیت مجلس الگزارہی کام کرتے تھے اس مضمون کا خط لکھا کہ کمال الدین نے چند ماہ قبل میری آبرو پر حملہ کیا تھا جس کو میں نے حلف لے کر دفع کیا۔ آگے لکھتا ہے کہ اس نے یعنی کمال الدین نے ایک اور کاغذ میرے ہاتھ میں دیا ہے جس کو میں لغوف کرنے کی معافی چاہتا ہوں تاکہ میرا کردار اور بھی سنور جائے۔ اس کاغذ میں یہ ادعا ہے کہ گورنر جنرل ایک ناش کے چلانے میں جس سے میری بے حرمتی کا خیال ہے حد انصاف سے تجاوز ہو کر مصروف ہیں۔ اس خط میں وہ عرضی لغوف تھی جس کو کمال الدین کہتا تھا کہ مجھ سے جبراً لکھوائی گئی ہے اور اس کا شروع یوں تھا مجھ سے خواہش کی گئی ہے جو میرے اور مسٹر فوک کے درمیان واقع ہوا اس کا حال بیان کروں۔ اس معاملے کی حقیقت حال اپنے ایمان سے بیان کرتا ہوں۔ آگے اس عرضی میں تفصیل اس گفتگو کی ہے جس کا ذکر ہو چکا اور آخر میں ذکر ہے کہ کیوں ہیستنگز نے فوک پر تہمت لگانے پر اس کو مجبور کیا اور اختتام پر کاتب کی بے حرمتی کا لٹرو مد بیان ہے۔ میں نے یہاں سچ سچ بیان کر دیا اور زیادہ زحمت نہ دوں گا یہ سب کمال الدین نے اپنی خوشی سے کیوں کیا اس کا دریافت کرنا مشکل ہے اس سے اس کا کچھ فائدہ نہ تھا اس میں اس کی کسی چیز کی طلب نہ تھی اس عرضی کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کسی کی درخواست پر لکھی گئی ہے ہوائے فوک کے اور کوئی دوسرا ویسی درخواست نہ کر سکتا تھا۔ فوک نے درخواست کی تو کسی غیر کو فائدہ نہ ہو سکتا تھا۔ کمال الدین کا ذکر اس پر دستخط کرنا اور پھر سمجھ کے حتی الوسع اس کی واپسی کی کوشش کرنا اور واپس نہ ملنے پر فوری ہیستنگز سے فریاد کرنا سب مقتضائے فطرت اور دنیا کے عام طریقے پر ہے۔ مگر کیوں اس پر پہلے بخوشی دستخط کر دیتا اور پھر واپس طلب کرنا بلکہ اس کے لیے شرک پر ہنگامہ مچانا سمجھ میں نہیں آتا ہے۔ نندھکار نے جو وجوہ کی ہے طفلانہ ہے۔

۱۔ بعد سے خواہش کی گئی ہے کہ جو گفتگو درمیان میرے اور مسٹر فوک کے ہوئی اس کا حال

کمال الدین نے جو لکھ دیا تھا اگر اُس پر اصرار کرتا اور عرف اتنا چاہتا کہ دوسری عرضیاں اول پیش ہوں تو وہ کمی اتنا خوش نہیں آتا جتنا کہ آیا۔ پھر فوک کے ساتھ جو جمعہ کہ پیش آیا اُس کا حال جو کمال الدین نے بیان کیا ہے وہ مجھ کو معلوم ہوتا ہے کہ فوک کے بیان سے کہیں زیادہ موافقِ فطرت ہے۔ فوک کیوں اُس کو ایک موٹی کتاب سے مار گرانے کی دھمکی دیتا سوائے اس کے کہ اُس کو اُس سے دہشت میں ڈالنا منظور تھا اور کیوں وہ اُس کے پاؤں پڑتا سوائے اس کے کہ اُسے نہایت التجا منظور تھی اور فوک کے بیان کے موافق کوئی وجہ التجا کی نہ تھی اور بالآخر کمال الدین کیوں ہیسٹنگز کے پاس ناٹش کرنے دوڑا گیا سوائے اس کے کہ جو کچھ اُس نے بیان کیا وہ دراصل سچ تھا۔

رسی فرد تو اُس کی کیفیت کچھ اور ہے۔ کمال الدین کہتا ہے کہ تھی اور فوک کہتا ہے کہ نہیں تھی اور ان میں فیصلہ کرنا آسان امر نہیں ہے۔ البتہ ایک بات ایسی ہے جس سے کمال الدین کے قول کی تائید ہوتی ہے۔ ان رشوتوں میں جن کا دستا کمال الدین کہتا ہے کہ مجھ سے لکھو الیا گیا ایک رقم ... ۴۵ ہزار کی بارول کے نام ہے۔ اور بیان کیا گیا ہے کہ فوک نے میران عدل کے سامنے خوب سمجھ کے اور خصوصیت کے ساتھ بارول سے کہا کہ کیا جناب آپ اپنی عزت کی قسم چلے گی کہ آپ نے وہ رقم (یعنی ... ۴۵ روپے جس کا فردیں بنام بارول کے درج ہونا کہا جاتا ہے) کبھی نہیں پائی۔ مسٹر بارول نے جواب دیا مجھ کو قسم اپنی عزت و ایمان کی میں نے نہیں پائی۔ تب مسٹر فوک نے کہا کہ اب میں آپ کو ضرور پتہ چھوڑوں گا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جس وقت فوک نے حسب بیان کمال الدین، کمال الدین سے بارول کو اپنا رشوت دینا لکھنے کو کہا تو اُس وقت فوک کو یقین تھا کہ اُس نے ایسا کیا ہوگا اور اتنی ہی رقم دی ہوگی جتنی کمال الدین نے بیان کی۔

اس بارے میں اور زیادہ تفصیل کرنے کی یہاں ضرورت نہیں مگر اس امر کی طرف مجھ کو پھر جمع کرنا پڑے گا۔ بالفعل اتنا کہنا کافی ہے کہ جموں نے فوک کے بیٹے کو چھوڑ دیا اور ہیسٹنگز اور بارول نے ونسٹارٹ سے پوچھا کہ آیا یہ لوگ دوسرے فریق پر مقدمہ چلائیں گے یا نہیں؟ اور اُن کو اس امر کے فیصلے کے لیے

ایک شب کی ہملت دی۔ ۲۳ تاریخ کو ہیسٹنگز، اور بارول اور ونٹارٹ نے نوک اور نندکار اور رادھا چرن پر سازش کا مقدمہ چلانے کا قصد ظاہر کیا اور چلک لاکھ دیکھ لایا یہی کہیں گے۔ یعنی علیہ ضمانت پر چھوٹ گئے۔

نندکار پر سازش کی ناش ہونے کو مجلس والے سمجھے اور بعد کو برک اور لیٹ نے بیان بھی کیا کہ یہ اُس کا بدلہ تھا جو نندکار نے ہیسٹنگز پر حملہ کیا تھا اور بیشک ایسا ہی تھا اگر میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس بات کو ہیسٹنگز نے عدالت میں کیوں نہ پیش کیا حالانکہ کمال الدین گواہ موجود تھا۔ ہیسٹنگز کے لیے کوئی اور باقاعدہ صورت بچاؤ کی نہ تھی اور یہ صورت پورے طور سے باقاعدہ تھی۔ خیر یہ ناش مجلس والوں کو نہایت فیض و غضب میں لائی۔ ججوں کا اجلاس ۲۰ کو ہوا انھوں نے ۲۲ تاریخ تک بلا ضمانت رکھا اور یہ وہ تاریخ تھی جس تاریخ کو ہیسٹنگز اور بارول کو کہہ دینا تھا کہ مقدمہ چلائیں گے یا نہیں؟ اب سب باتوں سے مجلس والے سمجھے کہ ناش رہ گئی نہیں چلے گی۔ یہ تینوں مجلس والے اور کلکتے کے مشہور اشخاص کے ساتھ ۲۲ تاریخ شام کو نندکار کی ملاقات کو آئے اور جہاں تک اُن سے ممکن ہوا اُس کی دلجوئی کی۔ اس ملاقات کا کلا و رنگ نے اُس وقت اعتراف کیا ہے جبکہ سازش کے مقدمے کی تحقیقات ہوئی تھی۔ اُس کے بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ جب اُس کو معلوم ہوا کہ ملزمین بعد پیشی کے بلا ضمانت دو دن کے لیے رہا ہو گئے تو اس امر کو وہ سمجھا کہ دلیل اس کی ہے کہ یہ ناش بیجا تہمت تھی اور اُس کو ایک وجہ (جس کو بیظاہر مقدمے سے تعلق نہ تھا) معلوم ہوئی جس سے وہ سمجھا کہ یہ ناش نندکار پر حملہ تھا جس نے ایک ناش مجلس میں پیش کی تھی تاکہ وہ اپنی اس ناش کے اثبات کے لیے گواہی میں حاضر نہ ہو سکے۔ اس وجہ سے میں اُس کو ایک بے قصور شخص اور ملکی مصلحت کا کاشہ تصور کر کے اُس کے پاس ملاقات کو گویا اس بات سے انکار ہو نہیں سکتا کہ اس فعل سے دلسوز شرکت اور عدالت کی کارروائی کی بہت اہانت ظاہر ہوئی۔ یہ بات باور کرنے کے قابل نہیں ہے کہ کلا و رنگ کو تحقیقات کے بالکل تمام ہو جانے کا یقین ہو گیا تھا در حالیکہ وہ جانتا تھا (جیسا کہ خود اُس نے اقرار کیا ہے) کہ مثبتی تحقیقات ہو چکی تھی وہ لازم کے موافق نہ تھی۔ پس اس ملاقات سے علی الخصوص کلکتے کے ایسے مقام میں

کوئی اور مقصد ہونے نہیں سکتا سوائے اس کے کہ نانش کے بہت بڑا اور نندھکار کے لیے قصور ہونے کا اظہار منظور ہو صاف ظاہر ہے کہ مقصد یہ تھا کہ عدالتی کارروائی میں دست اندازی ہو اور یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ ملاقات کرنا ایسا نادر و اہم تھا جیسا کہ آئرلینڈ کا نائب السلطنت اور معتد اعلیٰ اپنے اس سیاسی متوسل سے طے جائے جس پر تعزیری مقدمہ قائم ہو۔ مگر یہ ملاقات ایک شہمہ اُن مسلسل افعال کا ہے جو مجلس والوں سے سرزد ہوئے اور ان سب کا مال و مقصد ایک ہی تھا۔ میں اس کا ذکر جس ترتیب سے وقتاً فوقتاً واقع ہوئے کروں گا مگر اب مجھ کو اُن حالات کی طرف توجہ کرنی ضرور ہے جن سے نندھکار قتل کی ملت میں پکڑا گیا اور یہ واقعہ ۶ مئی کو ہوا۔

اس امر کے پورے پورے سمجھنے کے لیے بہت سا بت کے زمانے کا حال بیان کرنا ضروری ہے۔

کلکتے میں ایک دیوانی عدالت تھی اس میں ایک مقدمہ پیش ہوا تھا جس میں بلاقی داس کا وصی گنگا لیشن مدعی اور نندھکار مدعی علیہ تھا۔ اس مقدمے کی کارروائی کا مسٹر بائرن روز نے پارلیمنٹ کے سامنے اپنی شہادت میں ذکر کیا ہے۔ جہاں تک ممکن ہے اس مقدمے کی حیثیت کا اس وقت سمجھنا ضروری ہے۔ ابتداً یہ مقدمہ عام عدالت میں دائر ہوا تھا جب اُس کی موٹی قریب تھی تو دیوانی عدالت کے سامنے میں قائم ہوئی اور مقدمہ وصال منتقل ہوا۔ مدعی نے نندھکار پر ۶، ۳۳، ۱۲۹ روپے کا دعویٰ کیا اور بیان کیا کہ یہ رقم کمپنی کے تمسکات کی بابت درشا کو ملنی چاہیے جس اور کچھ ذکر کیا۔ موہن پرشاد گنگا لیشن کا مختار تھا۔ نندھکار نے ایک حساب نکالا اور کہا کہ اس پر اُس سے اور بلاقی داس کے درشا سے تصفیہ ہو گیا تھا۔ اس حساب میں کچھ اُس کا فاضل نکلتا تھا۔ اس حساب پر مدعی اور موہن پرشاد کے دستخط تھے مگر انہوں نے کہا کہ یہ حساب نندھکار کے متعلق تھا۔ عدالت کو شک پیدا ہوا اور ضرورت سمجھی کہ اگلے معاملات کی تحقیق کرے کہ کیوں نہ کمپنی کے تمسکات نندھکار کے پاس امانت رکھے گئے اور مدعی کو حکم دیا کہ اپنے دعوے کی حقیقت مفصل پیش کرے۔ بنا براں اُس نے عرضی دعویٰ ترمیم کر کے نانش کے طور پر فروری ۱۸۶۷ء میں داخل کیا جس میں تین چھوٹے تمسکات کا حال مذکور تھا۔

ان سے ضرور وہ جھوٹے تمسکات بلاقی داس کے بنام نندکار مراد ہوں گے جو اگر سچے ہوتے تو ان کی رو سے نندکار کو حق حاصل تھا کہ کمپنی کے جو تمسکات بلاقی داس سے اُس کو ملے تھے ان کو اپنے پاس رو کے رکھتا، چند تمسکات کے نھول عدالت میں پیش ہوئے مگر اصل پیش نہیں ہوئے۔ عدالت نے گواہی لینا شروع کی مگر یہ گواہی زیادہ تر اس بات پر تھی کہ آیا مدعی ان تمسکات کی ادائیگی پر راضی تھا اور آیا نندکار کمپنی کے چند تمسکات کو جو اُس کے پاس تھے ان کو اپنے پاس رکھ سکتا تھا جس سے نندکار پر خاص جمل کی علت نہ وضع ہو سکتی تھی اور نہ ثابت۔ اور اگر اس کو فوجداری مقدمہ سمجھیں تو دیوانی عدالت کی حد سے باہر تھا۔ چند وجوہ سے عدالت نے پنچایت کی صلاح دی (۱) اس کی خواہش مدعی نے کی۔ (۲) مقدمہ پیچیدہ تھا۔ دراصل ناگری میں لکھے ہوئے حسابات پر موقوف تھا جس کو عدالت کا کوئی رکن سمجھ نہیں سکتا تھا۔ (۳) اگر فیصلہ موافق مدعی کے دیا جائے تو جمل کی علت درپردہ مدعی علیہ نندکار پر عائد ہوتی اور شاید اسی سبب سے عدالت کو کارروائی میں غیر معمولی طور پر تردد رہا اور پریشانی ہوئی (۴) عدالت کے ہندوستانی اراکین میں سے ایک کی بابت معلوم ہوا تھا کہ وہ نندکار کی سفارش سے مقرر ہوا تھا۔ مقدمہ پنچایت کے سپرد ہونے میں نندکار نے پہلے تو دقتیں پیش کیں آخر کو راضی ہوا مگر پھر بھی جہاں تک مشرورس کو یاد تھا فریقین بچوں پر اتفاق نہ کر سکے اور یہ امور اس التوا کی حالت میں تھے کہ عدالت عظمیٰ بنگالے میں آئی (۱۹ اکتوبر ۱۸۷۷ء) خلاصہ یہ کہ مقدمہ بازمی جسے وپرس سے زیادہ ہوا چل رہی تھی بالکل رک گئی اس لیے کہ عدالت کو گوارا نہ تھا کہ ایسے طریقے پر کارروائی کرے جس سے نندکار پر جمل کی علت عائد ہونے کا احتمال ہو اور نندکار کو بھی پنچایت منظور نہ تھی جس پر وہ سابق میں اپنی خوشی سے راضی نہ تھا۔ پس کچھ تعجب کا امر نہیں ہے کہ ایسے حالات میں مدعی کے وکیل نے اپنے موکل کو نندکار پر فوجداری مقدمہ دائر کرنے کی صلاح دی ہو جس میں جلد تراو مختصر طریق پر فیصلہ ہو جائے۔ البتہ نندکار پر فوجداری جرم کا ثبوت ایسا کارگر نہیں ہو سکتا کہ دیوانی میں فیصلہ بحق مدعی کر دیتا مگر اُس کا اسباب اگر تفرق ہو تو مدعی کو سزا کار پر

ایک ایسا حق اُس کے اسباب کی بابت حاصل ہوتا جو عملاً کسی طرح سے رک نہ سکتا اور اگر قرتی کا قانون عمل میں نہ آتا تو نندکار کی پھانسی کے بعد اُس کے ورثا پر حق عملاً ثابت ہوتا۔

اس جگہ سے اس قصے کو مسٹر ٹامس فرر نے چلایا ہے۔ مسٹر فرر جیسا میں ابھی کہہ چکا ہوں پہلا شخص تھا جو عدالتِ عظمیٰ کا وکیل مقرر ہوا اور جموں کے بیٹے سے دو تین دن پیشتر ہندوستان میں آ گیا تھا۔ کلکتے میں آئے ہوئے ابھی ایک مہینا نہیں ہوا تھا کہ مسٹر فرر سے مسٹر جیمس ڈراٹور نے جو سابقاً عدالتِ بلہ کا وکیل تھا اور عدالتِ عظمیٰ کا وکیل مقرر ہوا تھا ملاقات کی۔ مسٹر فرر نے بیان کیا ہے کہ اُس سے مسٹر ڈراٹور نے مقدمہ مذکور بالا کا ذکر کیا اور یہ بھی بیان کیا کہ ڈراٹور نے جو خبر اپنے موکل سے پائی تھی اُس سے ظاہر ہوا کہ اگرچہ نندکار پر اُس دیوانی عدالت میں مقدمہ دائر ہوا مگر اُس نے جعل بھی کیا تھا اور ڈراٹور نے اپنے موکل اپنی مہربان پر شاہ کو جعل کی ناش فوجداری میں کرنے کی صلاح دی تھی اور اُس نے وہ صلاح مان بھی لی تھی۔ اور بلاقی داس متونی کی گدھی کے تمام کاغذات میر بلہ کی عدالت میں تھے اور جعل کی ناش پیش کرنے کے لیے ضرور ہے کہ پہلے وہ کاغذ جس کی نسبت جعل کی علت ہے اچھے قبضے میں لائے۔ لہذا مارچ ۱۸۷۷ء میں اُس نے تحریک کی کہ وہ کاغذات جن میں

۱۷ سرگبرٹ لیٹ نے اپہی کے پارلیمنٹ کے مقدمے میں تقریر کی اور اس تقریر میں بہت طول کے ساتھ اس عبارت کی شرح کی (پارلیمنٹ، تاریخ صفحہ ۳۵، صفحہ ۳۶۳) اور بحث کی (صفحہ ۳۵۹ تا صفحہ ۳۶۴) کہ اگر ایک لفظ آکار ڈنگلی، یعنی لہذا کاٹ دیا جائے تو قریب شہادت سے یہ معلوم ہو گا کہ ڈراٹور نے کہا تھا کہ ۱۸۷۷ء میں میرا راوہ نندکار پر فوجداری کا ردائی کرنے کا تھا، سرگبرٹ نے اعتراف کیا کہ اقتباس بالا کے اس حصے کی اخیر عبارت سے (آکار ڈنگلی) کے معنوں کی تصدیق ہوتی ہے مگر اُس نے (اضافہ کیا کہ یہ بھی قابل غور ہے کہ الفاظ ایٹ ویٹ ٹائیم) (یعنی اُس وقت پر کسی قدر تبہم ہیں اس واسطے کہ ہو سکتا ہے کہ اُن سے وہ وقت مراد ہو جس وقت ڈراٹور اور فرر کے درمیان گفتگو ہوئی تھی) میں اس قول کا نقل اس بات کے دکھانے کے لیے کرتا ہوں کہ فرر کی شہادت سے چھٹکارا پانے کی کوشش میں

کا فہم مطلوب شامل ہے اُس کو یا اُس کے موکل کو میں مگر اُس کی تحریک نام منظور ہوئی تھی اور میری بلد کی عدالت سے صرف سبیل نقول لے جن سے یہ جو چاہے کام لے۔ فوجداری مقدمہ دائر کرنے میں سبیل نقل بالکل بیکار تھی لہذا اُس وقت اس طرح کی پیرہی سے زائغ کرنے سے مجبور رہا۔  
مشر فر کرنے سے زائغ کیا ہے۔ اُس نے مجھ سے کہا کہ میری بلد کی عدالت

بقیدہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ سرگمٹ الیٹ کس فصل میں پڑا۔ الیٹ کہتا ہے (صفحہ ۳۵) نذکار پر فوجداری مقدمہ کرنے کا سابق ارادہ دنیا میں کسی کو نہیں بتایا گیا یہاں تک کہ مشر فر کرنے اس کمیٹی کو اُس گفتگو سے جو درمیان اُس کے اور ڈرائیور کے اس بارے میں ہوئی تھی مطلع کیا۔ بیشک۔ اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ بات سچ تھی اور ایک جھوٹا اشارہ ایسی کے دستوں کا بنایا ہوا نہیں تھا۔ اس سے کذب اُس بات کا بھی معلوم ہوتا ہے جو پہلے تو منصوبہ ایک فریق کا تھا پھر دوبارہ مقدمہ فوجداری کا پکا عقیدہ ہو گیا یعنی جب سازش کا مقدمہ بقولے سا قہ ہو گیا (حالانکہ یہ کبھی سا قہ نہیں ہوا) تب ہمیں سنگڑ اور اپنی نے مقدمہ جعل کا نکالا جس کا ذکر کبھی سننے میں نہیں آیا تھا۔ فرر کی شہادت نے چھٹکارا پانے کے لیے الیٹ نے جو بے انتہا بلیس بنائیں اُن سے صاف ثابت ہوتا ہے۔ پہلے یہ کہ کیا اور اس شہادت کا اُس نے محسوس کیا کہ نذکار کی فوجداری تحقیقات کے ایک بڑے امر پر خود اس شہادت کا اثر پڑتا تھا اور نیز اُس تہمت پر جو بعد کو گائی گئی کہ گورنر جنرل اور میر جلیس نے اس کا روائی میں حصہ لیا، دوسرے یہ کہ وہ توجیہات جو اس شہادت کے مقابلے میں یہ پیش کر سکا ضعیف و سست تھے فرر کے بیان کے منہی کوئی صاف دل شمع بس اتنا ہی نکال سکتا ہے خواہ صحیح ہوں یا غلط۔ مشر بوریج (کلکتہ ریویو جلد ۲۶ صفحہ ۲۱۵ میں) کہتا ہے "جہاں تک میں جانتا ہوں کوئی شہادت اس امر کی نہیں ہے کہ اس (یعنی میر جلیس پر شہادت نے قبل ۱۹۰۷ء کے نذکار پر فوجداری مقدمہ چلانے کی کوشش کی تھی" فرر کی شہادت اسی زمانے میں ہوئی اور اسی کا فہم نقل ہوئی جس میں مشر الفری کا جس کو مشر بوریج (غلط) ذیل میں نقل کرتا ہے۔ گمٹ الیٹ نے بھی اس پر ہیبت بحث کی ہے۔ یہ اتفاق کی بات ہے کہ مشر بوریج کی نظر سے ہی لگا۔

جیسا کہ چاہیے اس خارجی اثر سے بالکل بے لوث نہیں رہتی تھی جبکہ ایک خاص قسم کے لوگوں کے مقابلے میں کارروائی ہو جیسا کہ نندہ کار تھا مگر اب کہ زیادہ آزاد عدالت آگئی ہے یہ اپنے نمونہ (مومن پر شاد) کو رائے دیتا کہ اُس کو وہ اختیار دے کہ مجھ سے التماس کرے تاکہ میں وہی تحریک یعنی اصلی کا غذات ملنے کی تحریک عدالتِ عظمیٰ میں کروں جو میرے بلکہ عدالت میں بے نتیجہ رہی تھی۔ فر نے ۲۵ اور ۳۰ جنوری ۱۹۴۵ء کو وہ کا غذات گنکابشن کو ملنے کے لیے تحریک کی مگر حکم کی تعمیل میں دیر ہوئی۔ لہذا جب فر نے پھر درخواست کی تو فوراً حکم ہوا کہ سب مل ماہر وہ اشخاص کی اعانت سے اور اگر یہ لوگ حاضر نہ ہوں تو خود کا غذات کو معاینہ کرے اور جو کا غذات بلاقی داس کے ترکے کے متعلق نکلیں ایک ہینے کے اندر گنکابشن کو حوالے کرے۔

کب یہ کا غذات ملے معلوم نہیں ہوتا۔ مہینا تو ۲۴ اپریل کو تمام ہو گیا اور غالباً اُس تاریخ تک کا غذات کے حوالے کرنے میں تاخیر ہوئی۔ بہر صورت ۶ مئی کو نندہ کار کی میٹر اور لانڈ کے سامنے پکڑا آیا اور انھوں نے اسی دن اُس کو عام مجلس کی حالات میں سپرد کیا تاکہ عدالت بالا میں اُس کے اس الزم کی تحقیقات ہو کہ بلاقی داس کے وصیتوں کو فریب دینے کے لیے اُس نے دغا بازی سے ایک جعلی نوشتے کو سچا اور لازمی بتایا۔ مجسٹریٹوں کے سامنے جو کارروائی ہوئی وہ میں نے دفتر میں دیکھی تو یقینی نہیں۔ مگر اس کا تذکرہ ایک خط میں ہے جس کو لی میٹر اور باؤڈ نے مجلسِ نظام کو ۲ اگست ۱۹۴۵ء کو لکھا تھا۔ خط میں نہ صرف یہ شکایت ہے کہ اس مقدمے نے کس قدر بوجھ اُن پر ڈالا اور اُن کی بُری حالت بنائی بلکہ یہ خط اتفاقاً اور بلا قصد توضع بھی کرتا ہے۔

خط میں ہے کہ جب ہمارا جندہ کار کے جعل کا مقدمہ پیش ہوا تو میرے عدلیہ میٹر

۱۔ ڈاؤرنے جو عرضی بریلڈ کے حالات میں دی تھی مورخہ ۲۵ مارچ ۱۹۴۵ء اُس کی نقل نندہ کار کی تحقیقات کی رپورٹ میں چھپی ہے۔ ۲۰۔ سٹیٹس ٹرائل صفحہ ۱۰۳۲۔  
 ۳۔ عرضی ٹراچٹ ضمیرہ عام نمبر ۳ فسک ۱۹۔

اتفاقاً اجلاس پر تھا۔ اُس نے میر عدل ٹائٹل سے مدد مانگی اور پھر یہ اُس کے ساتھ تمام روز تحقیقات میں مصروف رہا۔ یہ مقدمہ ۹ بجے صبح سے رات کے دس بجے تک ہوتا رہا۔ جب سرکار کی طرف کی گواہی سے ہم کو اُس کے مجرم ہونے کا یقین ہوا اور ہم دونوں میں سے کسی کے دل میں کوئی شک باقی نہ رہا تو عدالت بالا کی سپردگی کی فروری حسب دستور بنا دی گئی۔“

ان سب تفصیلات کی اہمیت اس امر کی بابت ہے کہ نندکار پر فوجداری کی کارروائی کرنے سے ہیسٹنگز اور ایسی گویا ان میں سے کسی ایک کو خواہ کچھ تعلق ہو مگر اس مقدمے کی ابتدا معمولی طور سے ہوئی۔ بہت دنوں سے مقدمہ بازی ہو رہی تھی جس میں نندکار پر جعل کا الزام لگا تھا۔ اُس کے حریف نے اُس پر فوجداری مقدمہ چلانا حتماً بہتر جانا اور عدالت عظمیٰ کے قائم ہونے کے قبل کسی مہینے سے اس مقدمے میں کوشش کی تھی مگر ضروری مواد اُس وقت اُس کو دستیاب نہ ہوا۔ جب عدالت عظمیٰ قائم ہوئی تو اُس نے پھر کوشش کرنی شروع کی اور کامیاب ہوا اور جیسے ہی جعلی اسناد ملے نندکار مجسٹریٹوں کے سامنے پکڑا آیا اور معمولی طریقے پر تحقیقات کے لیے سپرد عدالت بالا ہوا۔ اپنی نے اپنی جواب دہی میں دارالعوام کے سامنے بیان کیا مگر کس بنا پر بیان کیا۔ میں نہیں جانتا۔ تحقیقات میں جو شہادت گزری اُس میں ہے کہ مسٹر پاک جج عدالت نے اُس کو (نندکار کو) گرفتار کیا تھا۔ اس بات کا شہرہ ہو گیا تھا کہ ہیسٹنگز نے اُس کی رہائی کا حکم دیا تھا۔ یہ امر خود اس کے لیے کافی تھا کہ اُس پر فوجداری کارروائی شروع کرنے سے سکتے کے رہنے والے ہر ایک ہندوستانی کو روک دے۔ پاک کی گواہی اگر اُس نے کچھ دی بھی تو تحقیقات کی رپورٹ میں موجود نہیں ہے اور اس امر کا تذکرہ فرادر بائن روس کی گواہی میں نہیں ہے جو انہوں نے ایسیج منٹ کمیٹی کے سامنے اپنی کے جواب کے بعد دی۔ بلکہ یہ گواہی اس امر سے مخالفت رکھتی ہے۔

۱۔ پارلیمنٹ ہسٹری صفحہ ۶۳۷ اور ملاحظہ ہو صفحہ ۶۵-۱۳

۲۔ شہادت ایسیج منٹ کمیٹی صفحہ ۴۰۔

میں سمجھتا ہوں کہ ایسی نے اس امر کے کہنے میں دھوکا کھایا۔ سپردگی عدالت بالا کے بعد سٹر فرر کے پاس نندکار کا وکیل سٹر جیرٹ آیا اور جو کچھ گورنر تھا اُس سے آگاہ کیا۔ اگرچہ سٹر فرر خود صاف صاف نہیں کہتا مگر قیاساً معلوم ہوتا ہے کہ اب اُس کو مدعی علیہ نے اپنی طرف کر لیا تھا اُس نے جیرٹ کو پہلی ترکیب تو یہ بتائی کہ نندکار کو قید سے نکالنے کے لیے قانون احضار ملزم سے کام لے تاکہ جیب وہ قید خانے سے باہر آئے تو فرر اُس کے ضمانت پر ٹھہرنے کے واسطے یا اُس کی قید کے مقام کے بدلنے کے لیے درخواست کرے یعنی عام مجس سے نئے قلعے میں منتقل ہو۔ اس درخواست کی بنا اس بات پر تھی کہ نندکار اپنی ذات جانے کے ڈر سے مناسب غذا نہیں کھا سکتا تھا اور اپنے مذہبی رسوم ادا کر سکتا تھا۔ یہ درخواست ایسی اور ہانڈ کے پاس ایسی کے گھر میں پیش ہوئی۔ جیسا کہ جیرٹ حکم نامے کی پشت پر اپنی یادداشت میں لکھتا ہے انہوں نے اس کو یہ کہہ کر ناہنظور کیا کہ اگر اس شخص سے ضمانت لی جائے گی تو بعد کو کبھی کسی براہی پر کوئی قانون نہ چلے گا اور اگر یہ یعنی ایسی عدالت میں بیٹھا ہوتا تو وہ میر بلڈ کے اُس کو قید خانے کے سوا کسی اور جگہ یا گھر میں قید کرنے پر بہت معترض ہوتا۔

اپنے قید ہونے پر اُس نے مجلس کو یہ درخواست بھیجی کہ جو روک ٹوک اس پر ہے اُس سے اُس کی ذات میں خلل آئے گا۔ مجلس نے میر بلڈ کو بلا بھیجا اور اس سے حقیقت امر دریافت کی اور ایسی کے پاس زبانی کہلا بھیجا کہ نندکار کی عرضی پر توجہ کی جائے۔ ایسی نے خاص اپنے طبیب (مرچسین) کو (جھوٹا رادرگ مرچسین کا باپ تھا) نندکار کے دیکھنے کو بھیجا جس نے جہاں اور باتیں ذکر کیں وہاں یہ بھی بیان کیا کہ وہ قریب برگ تھا۔ ذات کے جاتے رہنے کے ڈر سے اُس نے انٹی گھنٹے سے زیادہ فائدہ کیا تھا یعنی روز شنبہ ۶ مئی

۱۸۵۷ء ان واقعات کے حلف ناموں پر بعد کو قسم ہوئی یعنی جنوری ۱۸۵۷ء میں تاکہ ان کو ایسی اپنے خط مذکور ذیل میں انگلستان بھیجے۔ یہ ٹوجٹ رپورٹ ضمیمہ عام نمبر ۳۱ منسلک ۲۹۔ منسلک شمارہ ۳۰ و ۳۱ میں پائے جائیں گے۔

جس دن وہ قید ہوا تھا چار شنبہ ۱۰ مئی تک۔ مریسین سمجھا کہ وہ بہانہ کرتا تھا اور اپنے حلف نامے میں کہتا ہے کہ میرے کہنے کا یہ مطلب نہیں کہ اُس نے اس عرصے تک فائدہ نہیں کیا بلکہ یہ ہے کہ اگر حقیقت وہ اتنی مدت تک فائدے سے رہتا تو یہ ایک غیر معمولی امر تھا اور ان علامات کے خلاف تھا جو میں حکماً سمجھتا ہوں حضور ظاہر ہوتیں۔ بینڈل داروغہ مجلس نے بیان کیا "ان پانچ دن کے اندر اس سبب سے کہ ۱۱ تاریخ ۱۰ یا ۱۱ بجے اُس نے بظاہر نہیں کھلایا (نندکار چنت مرتبہ اپنے نوکروں کے ساتھ تھیلے میں رہا تھا اور پانی بھی اُس کے پاس لے گئے تھے مگر میں نے کسی قسم کا کھانا جاتے نہیں دیکھا۔ مگر اُس کی معمولی غذا مٹھائی تھی جو میری لاعلمی میں بھی سہولت سے پہنچا دی جاسکتی تھی۔

نندکار سے نندکار کی ذات میں نکل آتا تو اس بارے میں ایسی نے چند پینڈتوں سے مشورہ کیا جنہوں نے ذات کے پچانے کی تدبیر بتائی (یعنی گھاس کا جھوٹا بنا دیا جائے جس میں وہ کھاسکے) اور بیان کیا کہ بڑی سی بڑی خرابی ہو چکا کہ کچھ تھوڑا سا روپیہ برہمنوں کے کھلانے کے لیے جرمانہ دینا پڑے گا۔ نندکار نے کہا کہ یہ برہمن ٹھیک نہیں تھے۔ غالباً وہ اس بارے میں سخت تھا اور بات نہ مانتا۔

ایسی نے جہاں اپنے تردد کا ذکر کیا کہ جس قدر ممکن ہونندکار کے ساتھ نرمی کی جائے وہاں یہ بھی بتایا کہ ججوں سے نہ کہ مجلس سے درخواست کرنی چاہیے تھی۔ ایسی نے کہا میں خوش ہوں کہ سختی اور بے دردی کے شبہ کو ججوں کے ذمے سے دفع کرنے کا مجلس نے مجھ کو موقع دیا مگر ضرور میری خواہش یہ ہے کہ مجلس ہمارا کچھ بتا دے کہ اگر آئندہ اُس کو اپنے کسی آرام کے لیے درخواست کرنی ہو تو بلا واسطہ ججوں سے کرے اس واسطے کہ اگر وہ مجلس سے درخواست کیا کہ کھاتو جو کچھ صرف اصول انصاف سے ملتا ہے یا ل سکتا ہے اُس کی نسبت معلوم ہو گا کہ حکمانہ اثر کے ذریعے سے حاصل ہوا ہندوستانیوں کے دل کا یہ ایک خاص بیان ہے کہ

حکومت سے نہ کہ عدالت سے مطلب براری کی توقع رکھتے ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ میں اس امر کے کہنے میں معذور رکھا جاؤں گا اس واسطے کہ مجھ کو صاف یقین ہے کہ مجلس اس بدنامی کی صورت پیدا کرنے سے ویسی ہی احتیاط کرے گی جیسا کہ اس بدنامی سے جوش میں آئیں گے۔ اس خط کا جواب مجلس نے جو لکھا مجھ کو دیتا ہے نہیں ہوا مگر جواب الجواب جو ایسی نے دیا قابل دید ہے۔ وہ کہتا ہے ”اُس کا مجھ کو بھید رنج ہے کہ میرے اگلے خط میں کوئی بات ایسی تھی جس سے کسی طرح بھی اُس کی تاویل کی جائے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ میں نے مجلس کے اقتدار کے بارے میں سوال کیا۔ جو مقدمہ میرے سامنے تھا اُس سے میں نے تجاویز نہیں کیا۔ عدالت عظمیٰ اور مجلس کے اقتدار میں جو تعلقات ہیں ایسے نازک قسم کے ہیں کہ اُن سے بحث نہ کرنی چاہیے جب تک نہ یہ مفروضہ ضرورت اُن کی تحدید کی نہ پائی جائے اور مجھ کو یقین ہے کہ ایسی ضرورت کبھی نہ ہوگی۔ مجلس کے عرضیاں لینے کے اقتدار کے بارے میں میں نے سوال کیا اور نہ اب کرتا ہوں۔ میں نے جو کچھ کہا وہ میں نے خوب سوچ کے اسی خاص قید تک محدود رکھا۔ میں نے یہ نہیں چاہا کہ اُس کی عرضی نہ لی جائے بلکہ جب لے لی گئی تو اگر عدالت سے کوئی چیز مطلوب تھی تو اس حالت میں جواب یہ دینا چاہیے تھا کہ سائل خود بلا واسطہ جموں کو درخواست دے۔ یہ میں نے اُس بدنامی سے بچنے کے لیے کہا جس کی طرف میں نے اُس خط میں اشارہ کیا ہے کہ جس طرح مجلس کی تذلیل ہوگی اسی طرح جموں کی تذلیل بھی متصور ہے۔“

”اس مقدمے میں مجھے تحریر کی ضرورت خاص کر اس وجہ سے ہوئی کہ اس شہر میں عام طور پر مشہور تھا کہ اگر جج دباؤ سے ہمارا جہ کو نہ چھوڑیں گے تو بزور چھڑا لیا جائے گا۔“

”میں ان خبروں کو بے اصل سمجھا مگر لوگوں کے ان خبروں کے باور کرنے سے جو اثر پیدا ہوا گا اُس کا مجھ کو اندیشہ ہوا تھا اس لیے اس حالت میں کہ ابھی

نئی نئی یہ عدالت قائم ہوئی ہے اس کے اقتدار کو لوگ اچھی طرح نہیں جانتے ہیں اور استحکام بھی اس کا پوری طرح نہیں ہوا ہے۔ کسی ملک کے اچھے انتظام کے لیے صرف اتنا کافی نہیں ہے کہ عدالتیں بلا استقلال کام کریں بلکہ یہ بھی ضرور ہے کہ لوگوں کو یقین ہو کہ عدالتیں خارجی اثر سے مبرا ہیں۔

یہ خطوہ عجیب دلیلیں اُن احساسات کی ہیں جو نندکار کے دورہ سپرد ہونے سے پیدا ہوئے۔ نیز یہ ظاہر ہے کہ وہ خیر جس کی طرف اچھی اچھے خط منقولہ بالا میں اشارہ کرتا ہے کہ نندکار بزور چھڑا لیا جائے گا اگر عدالت نے اس کے قید رکھنے پر اصرار کیا لوگوں کا مبالغہ اور حاشیہ اس واقعے پر تھا کہ اُس کی سازش کے مقدمے کی پہلی پیشی کے بعد ارکان مجلس اس سے ملنے کو گئے تھے اور جیل کے مقدمے میں اُس کے دورہ سپرد ہونے کے بعد اُس کی عرضی لی تھی اور میر بلدا اور نائب میر بلدا کی تحقیقات کی اور عدالت سے مباحثہ کیا تھا۔ اس خبر کا مشہور ہونا سراسر ایٹھ کے طغیہ بیان سے ثابت ہوتا ہے اُس نے بیان کیا کہ چونکہ وہ خالصے کا منظم تھا تو ہندوستانیوں کی رائے سے واقف تھا اور اس طرح کی خبریں اُس زمانے میں کلکتے میں مشہور تھیں۔ مجلس نے جواب دیا کہ یہ خبریں جنی کا ذکر ہوا بالکل جھوٹ تھیں کلے ورننگ اور مانسن اور فرانسس نے حلف نامے شامل کیے جن میں اُنھوں نے انکار کیا اور کہا کہ اُن کو اس طرح کے ارادے کا خیال تک نہ تھا اور اُنھوں نے یہ بھی اضافہ کیا (مگر میسٹنگ اس اضافے پر معترض ہوا) کہ ہم آپ کی موافقت اس رائے میں نہیں کرتے کہ عدالت عظمیٰ اور مجلس کے اقتدار میں جو تعلقات ہیں ایسے نازک قسم کے ہیں کہ اُن سے بحث نہ کرنی چاہیے جب تک نہایت ضرورت انکی تبدیلی کی نہ پائی جائے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ حکومت کے ہر ایک شعبے کے جائز اقتدار کو مقرر و محدود ہونا چاہیے اور مجلس عظمیٰ کے اقتدار کے حدود دریافت ہونے چاہیے تاکہ لوگوں اور عمال کو معلوم رہے کہ اس عدالت کے اقتدار کے اندر کون اشخاص ہیں اور کون نہیں ہیں۔

ان تحریکوں سے مجلس کے اکثر ارکان میں جو احساسات پیدا ہوئے تھے وہ ایک تحریر میں عجیب طرح سے نمایاں ہیں جو کلپوزنگ اور فرائس نے ۱۶ مئی کو لکھی۔ یہ تحریر قابل دید اس سبب سے ہے کہ اس میں کیسے طسمینان سے رائے نئی ان مواد پر کی گئی ہے جو اب تک زیر تحقیقات عدالت تھی اور نریس وجہ سے بھی کہ اس میں بے محابا اتہامات اور اغلاط اور تلبیسات بھرے ہوئے ہیں۔

راجہ نندکار پر جو مقدمہ چند روز ہوئے دائر ہوا اس میں چند امور مجلس نظمیا کے ملاحظے کے قابل ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ گورنر جنرل کے مقدمے میں اصل یہی گواہ ہے تو جوتد بیرس اس کو ہلاکت میں پھنسانے کے لیے کی گئی ہیں ان کا سبب بخوبی معلوم ہو جائے گا۔ پہلے اس پر سازش کا مقدمہ دائر کیا گیا کہ اس نے مسٹر جوزف فوک اور مسٹر فرانسس فوک وغیرہ سے مل کے گورنر جنرل اور مسٹر بارول اور مسٹر ونسٹ ٹارٹ اور رابے ریاں اور کنٹو بابو کو گورنر جنرل کے نیچے پرناش کی عرضی ایک شخص مسمی کمال الدین خاں سے بچھ لکھوائی۔ ججوں کی پیشی میں دقتیق و طول و طویل تحقیقات ہونے کے بعد مسٹر فرانسس فوک چھوٹ گیا۔ مسٹر بارول اور رائے ریاں اور کنٹو بابو نے مقدمہ چلانا نہ چاہا۔ آخر کو اس راجہ اور مسٹر فوک کو صرف گورنر جنرل اور مسٹر ونسٹ ٹارٹ کی ناش میں جواب دہی کے لیے حاضر ہونے کی ضمانت دینا پڑی۔ اصل بات یہ ہے جیسا کہ حالات مذکور سے اور مسٹر فوک کے کہنے سے ہم کو یقین ہوا ہے کہ جس کا غڈ کے متعلق حلف لیا گیا ہے وہ کبھی تھا ہی نہیں اور جو کچھ کہا جاتا ہے کہ اس میں لکھا تھا وہ سب فریب اور اختراع کمال الدین خاں کا کیا ہوا تھا جس کو اس نے اس سبب سے کیا تھا کہ فوک اور نندکار نے تین اور عرضیاں جو اس نے

۱۰ ملاحظہ ہو گیا رصویں رپورٹ سلکٹ کمیٹی (رپورٹ جلد ۶ صفحہ ۴۱۹)

۱۱ مالگاری کا پڑا ہندوستانی افسر۔

۱۲ یہ صحیح نہیں ہے۔ بارول سے مقدمہ چلانے کا چکلہ لیا گیا اس نے نندکار اور فوک پر مقدمہ چلایا یہاں تک کہ وہ مجرم قرار دیے گئے۔

۱۳ معلوم ہوتا ہے کہ بچوں نے دریافت کر لیا کہ ایسا کاغذ تھا۔ آگے ملاحظہ ہو۔

لکھی تھیں ہمارے سامنے پیش کرنے سے انکار کیا ان عرضیوں میں سے دو تو کلکتے کی مجلس کے دیوان پر نالش کی تھیں جس کو اب ہم نے معزول کر دیا ہے اور ایک مسٹر ارکدکن گمشادہ نمک پر نالش کی تھی۔ جیسا کہ یہ تدبیر راجہ کی گواہی کے جھٹلانے کی جس عرض سے کی گئی تھی نہ طلی تو چند روز بعد جعل کی علت میں پھر وہ گرفتار کیا گیا اور عام قید خانے میں بھیجا گیا۔ یہ راجہ نہ صرف اول درجے کا شخص اس ملک میں ہے بلکہ برہمن بھی بہت اونچی ذات کا ہے اور اپنے مذہب کے معتقدات کے موافق سمجھتا ہے کہ اگر یہ ایسی ہی جگہ جہاں اشنان نہیں کر سکتا کچھ کھائے گا تو اُس کی ذات جاتی رہے گی یا اُس پر ان مٹ و دھبہ لگے گا۔ جبکہ اُن لوگوں کو تمام ہندوستان کی نظروں میں اس کو حقیر کرنا اور طلیف قید خانے میں قید کر کے جس کرنا پند آیا تو اُس نے صرف اتنا چاہا کہ کم سے کم مجھے جس کے احاطے کے باہر ایک خیمہ کھڑا کرنے دیں یا اجازت دیں کہ معمولی اشنان اور پوجا پاٹ کرنے کے لیے اُس کو پہرے والے گنگا کے کنارے معز لے جایا کریں۔ یہ درخواست اُس کی نامنظور ہوئی جس کا نتیجہ جیسا کہ معلوم تھا وہ ہوا جو سب جانتے ہیں کہ (۸۶) گھنٹے تک وہ بالکل بے آب و دانہ رہا۔ جموں کے عرض حال کیا گیا مگر انھوں نے اس پر اکتفا کی کہ رائے ریااں کے سکھا پڑھا کے بھیجے ہوئے پنڈتوں سے رائے لی اور اُن لوگوں نے بھی مجبوراً اقرار کیا کہ اگر راجہ جہاں قید ہے وہاں کچھ کھائے گا تو مختلف اقسام کے کفارے دے کر کہیں اُس کی نیات کی صورت ہوگی۔ اس بڑے آدمی نے جان کو ان شرط پر عرض کرنا خیال نہ کیا۔ بالآخر جموں کو مجبوراً راضی ہونا پڑا اور اُس کے اشنان کرنے کے لیے ایک خیمہ استادہ کرنے کی اجازت دی۔ اگرچہ ہم خود اُس کو اُن الزامات سے جو اُس پر لگائے گئے ہیں

۱۔ اس اتہام کی تائید بالکل شہادت سے نہیں ہوئی اور میں یقین کرتا ہوں کہ درحقیقت جھوٹ ہے۔

۲۔ یہ غلط ہے اور عدالت سے اشارہ اس طرف کرتا ہے کہ جموں نے چاکا و خود کشی کو۔

۳۔ اس میں جموں کو شک را اور پانی کبھی بار سے میں تو یہ دل لے بالکل انکار کیا۔

۴۔ صرف ایک عرضی پیش ہوئی جس پر فوری توجہ ہوئی۔

۵۔ غلط بیان ہے۔ جموں میں جو سہ گنا ظلم کرنا ہے وہ عدالت اس بات پر کہ جموں پر زور ڈالا گیا

بری ہونے کا تہمتی کرتے ہیں مگر ہم اُس کے حق میں رائے نہ دیں گے کہ یہ اُس کے لیے مفید نہ ہوگی اور ہو سکتا ہے کہ ہم پر الزام طرفداری کا عائد ہو۔ اگر یہ شخص عدالت کے اقتدار کے اندر ہو تو ہم کو شک نہیں ہے کہ وہ یا مدعی اس پر مقدمہ چلانے والوں کے قوی اور بااثر ہونے کے عدالت کے بیچ انگریز ہوں گے تو اُس کی تحقیقات خوب ہوگی۔ یہ کیفیت مجلس اور عدالت عظمیٰ کے درمیان وقوع میں آئی جبکہ نند کھانا کا مقدمہ عدالت مقدمات فوجداری (کورٹ آف آئرلینڈ ٹریبینل) کے اجلاس پر تحقیقات کے لیے پیش ہوا، معلوم ہوتا ہے کہ جلسہ سرجن جنرل کو شروع ہوا اور اس جلسے کے آخر تک رٹا نند کھانا جواب دہی کے لیے ۸ سرجن کو پیش ہوا۔ اُس کی پیشی کی کارروائی میں وہ سارا دن تمام ہوا اور عدالت بند ہوئی۔ وہ کو اصل تحقیقات شروع ہوئی اور ۱۶ صبح ۴ بجے تک ہوتی رہی۔ سات روز تک یا اگر اب رٹا کی پیشی کے دن کا بھی شمار کیا جائے تو آٹھ روز تک برابر اجلاس رٹا۔ اصل تحقیقات کے سات دن کے زمانے میں جموں نے کارروائی بند نہیں کی۔ ۱۱ تاریخ انوار کے دن بھی مثل دیگر ایام ۸ بجے صبح سے بہت رات تک اور آخر صبح ۴ بجے تک بیٹھے رہے۔ صبح بڑی بھاری ٹوپی پہنے رہتے اور دروایت یہ ہے کہ کپڑے بدلنے دن میں تین چار مرتبہ ہر روز جاتے تھے ایک حج ان جموں میں سے ہر وقت عدالت میں یا کمرے کے سامنے موجود رہتا تھا متصل کے کمرے میں پہنچنا ہشتہ کرنے یا سونے وقتاً فوقتاً جاتے تھے۔ یہ بات یاد رہے کہ اُس زمانے میں فراشی پنکھے ایجاد نہیں ہوئے تھے اور ہونے کا نانا یاد سار سے لانا

۱۔ تو پیر کیوں اس کو بیان کرتے ہو۔

۲۔ ملاحظہ ہو یہ درپردہ اتہام کہ جموں نے یہ نہ پایا۔

۳۔ فرر مہیج منٹ کمیٹی صفحہ ۱۴-۱۳

۴۔ ملاحظہ ہو نہایت دلچسپ اور باخبر کتاب اگس آف انڈیا لکھنے والے مسز الیاء نے ۱۸۸۲ء

۵۔ میں نے کہیں سنا ہے کہ فرشا پنکھے اس صدی کی ابتدا میں ایجاد ہوئے۔ لارڈ فٹون نے ان کا ذکر

۱۸۸۲ء میں کیا ہے۔ کتاب فٹون انڈیا صفحہ ۲۷۔

خیال تک نہیں کیا جاتا تھا۔

جو گو اہی تحقیقات میں پیش ہوئی میں اگلے باب میں اُس کا حال بیان کروں گا اور کہیں دوسری جگہ اس کے متعلق جو بڑے قانونی مسئلے ہیں اُن سے اور خاص کر اس مسئلے سے بحث کروں گا کہ نندکار کے جعل کے مقدمے میں انگریزی شہادت قانون پر عمل کیونکر کیا گیا۔

اس مقدمے کے سمجھنے اور اُسے پورا پورا صحیح بیان کرنے میں میں نے کوئی کوشش اٹھانا نہیں رکھی اور شہادت کے بڑے حصے کی بابت تو مجھے امید ہے کہ بڑی محنت کے بعد میں اس کوشش میں کامیاب ہوا ہوں۔ بعض شہادتوں نے اور دوسرے پیش شدہ اسناد نے مجھ کو پریشان کر دیا ہے۔ اس سے زیادہ ابرو پیچیدہ مواد کا تصور کرنا مشکل ہے ہر طرح سے یقین ہوتا ہے کہ یہ روداد صاف اور عملاً کامل ہے۔ اس کا اصل مصنف مسٹر الفریڈ ٹائپ میر بلڈ کلکتہ ہے جس نے پارلیمنٹ کی مجلس ذیلی کے سامنے اس کا حال بیان کیا ہے۔ اُس نے کہا کہ مواد جن سے میں نے روداد میں نقل کیا حسب ذیل تھے ججوں کے نوٹ۔ تحقیقات کی نقل۔ نوٹ جو بروقت میں نے اور میر بلڈ نے لکھے تھے۔ نوٹ جن کو مسٹر کرافٹ نے لکھا لیا تھا جو اُس وقت مسٹر فریڈرک کیل ملزم کے مددگار کے طور سے کام لیتا تھا۔ الفریڈ کے پاس تمام ججوں کے نوٹ موجود تھے۔ شاید مسٹر ابرٹ چیمبرس کے نوٹ کے سوا۔ مسٹر جسٹس ہائڈ کے نوٹ مختصر خط (شارٹ ہینڈ) میں لکھے ہوئے تھے مگر ان کی طرف بھی توجہ ہوئی تھی۔ ٹالفر سے کی اعانت مسٹر الکنزڈر الیٹ نے جیسی کی تھی جو وقت تحقیقات ترجمان تھا۔ یہ نوجوان بہت ہونا معلوم ہوتا تھا اور مسٹر کرافٹ الیٹ کا چھوٹا بھائی تھا۔ کم سنی میں فوت ہوا۔ تحقیقات کی کارروائی کا صحیح ہونا معلوم ہوتا ہے کہ مسٹر فریڈرک کیل نندکار نے قبول کیا ہے۔

صاف میرے اوپر ظاہر ہوا جیسا کہ ججوں نے کہا کہ سرکاری کونسل اسپنے

۱۔ ان الفاظ کو میں نہیں سمجھتا۔

۲۔ سر کرافٹ الیٹ کی سوانح عمری و خطوط جلد ۱ (صفحہ ۳۰۔

۳۔ آگے دیکھو۔

کام میں ناقص تھے۔ مقدمہ بری طرح تیار ہوا تھا، ججوں کو خود ملزم کی گواہی پر جسرح کرنی پڑی اور نالاش کے گواہوں کو باقی اظہار کے لیے دوبارہ بلانا پڑا۔ انجنام کار یہ ہوا کہ چند گواہ کئی کئی مرتبہ طلب ہوئے اور ایک ہی امر میں بار بار اُن کا اظہار لیا گیا۔ موہن پرشاد نو مرتبہ، کشن جیون داس پندرہ مرتبہ طلب ہوئے اور اُن کے متعدد بیانات کا مقابلہ کر کے دیکھا گیا کہ کہاں تک ایک دوسرے کے مطابق یا مخالف ہیں۔ یہ بہت محنت اور صبر کا کام ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ میں پہلا شخص ہوں (باشنائے مسٹر ڈالفس) جس نے اس مقدمے کو درحقیقت پورے طور سے مطالعہ کیا۔ اکثر اُن لوگوں نے جنہوں نے اس امر میں لکھا ہے اس تحقیقات کو کبھی دیکھا ہی نہیں ہے، یہ میرا یقین ہے مسٹر بیورج نے جو اُس کے بیان کرنے کی کوشش کی ناقص ہے جیسا کہ بعد کو معلوم ہوگا۔

اے جسٹس ریڈ سے اتنے کے لکھے ہوئے اصل کاغذات اکثر مقدموں کے کلکے کے کیلوں کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔ موجودہ مجلہات کی پہلی جلد ۶ جولائی ۱۹۷۰ء سے شروع ہوتی ہے یعنی تہہ کار کے مقدمہ جیل کے بعد سے (نوٹ مسٹر بلچیمیرس)۔

## چھٹا باب

### نندکار کی تحقیقات کی گواہی کے بیان میں

لے فرد قرار داد جرم کے عدالت جن پر نندکار کی تحقیقات ہوئی اور جو اصل مواد نکلے دو تھے ان میں انیسواں اور بیسواں بزبان فارسی علی الترتیب

لے فرد قرار داد جرم میں بیس عدالت میں۔ یہ فرض تافرنی سل دوم جارج دوم باشک تیار ہوئی تھی۔ اس باب میں اور امور کے ساتھ یہ بھی حکم تھا کہ کسی تمسک یا پرامیسری نوٹ یا نوشتہ لازمی کو فریب دہی کے قصد سے جعلی بنانا یا چلانا جرم قابل سزائے موت ہو گا۔ اس نسرہ کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

۱۔ بلاقی داس کو فریب دینے کی فرض سے جعلی تمسک بنانا۔

۲۔ اس جعلی تمسک کو مشائع کرنا۔

۳۔ وصیوں کو فریب دینے کی فرض سے جعلی تمسک بنانا۔

۴۔ اس تمسک کو مشائع کرنا۔

عدالت ۵۔ ۸ مثل عدالت ۱۔ ۴۔ ان عدالت میں اس کاغذ کو اس حیثیت میں ظاہر کیا گیا تھا کہ یہ کاغذ ایک لازمی نوشتہ تھا اور اس پر بلاقی داس کی ہر تھی۔

عدالت ۹۔ ۱۲ مثل عدالت ۱۔ ۴۔ ان عدالت میں اس کاغذ کو پرامیسری نوٹ ظاہر کیا گیا تھا۔

جھلی تمسک بنانے کا اور جعلی جان کے، اُس کو سپا کر کے چلانے کا جریمہ تھا اور

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ - مدات ۱۳-۱۶ مثل مات ۵-۸ مجذف اس عبارت کے کہ  
بمہر بلاقی داس یہ کاخذ لازمی نوشتہ تھا۔

مدات ۱۷ و ۱۸ مثل مدات ۱۳-۱۴ مگران میں یہ تھا کہ عرض بلاقی داس کے صیوان کے  
فریب دینا تھی۔

مدات ۱۹ و ۲۰ مثل مدات ۱۷ و ۱۸ کے ہیں۔ لیکن اس میں یہ مذکور تھا کہ گنگا بھشن کو  
جو بلاقی داس کے وصیوں میں سے زندہ رہ گیا تھا فریب دینا مقصود تھا۔

گیوں اتنے مدات درج ہوئے اس کی وجہ یہ ہے کہ فوجداری کے مقدمے میں بحث  
کرنے کے حسب قاعدہ ایک میں ایک ہی جرم کی قرار داد ہونا چاہیے، ایک سے زیادہ نہ ہو۔  
تھوڑے دن قبل تک فرد قرار داد جرم میں ضرور تھا کہ اُس شخص کا نام بھی ہو جس کو فریب دینا  
منظور تھا۔ اور یہ امر مدات کی تعداد کے زیادہ بڑھے کا باعث ہوتا تھا اس واسطے کہ ہوسکتا تھا کہ  
کئی شخصوں کے فریب دینے کا قصد ہوا ہو۔ آجکل فقط فریب دینے کا قصد علی العموم لکھا جاسکتا ہے  
پس ایسے مقدمے میں جیسا کہ نندکار کا مقدمہ تھا۔ فرد قرار داد جرم میں چند مدات ہوتے یعنی  
تمسک کا اور پرائمری نوٹ کا اور نوشتہ لازمی کا بجز من فریب دینے جھلی بنانا اور پیش کرنا  
بدون ذکر اُس شخص کے جس کا فریب دینا منظور تھا۔

پارلیمنٹ کی مجلس ذیلی مواخذہ کے سامنے یہ سوال پیش ہوا کہ اس فرد قرار داد جرم کا  
اصل لکھنے والا کون تھا۔ یہ بتایا گیا کہ ایسٹرن نے اس کو لکھا تھا اس وجہ سے کہ گلے کے نائب شریف  
مسٹر بالفے کو خیال یہ تھا کہ اُس نے مسودہ ایسٹرن کے ہاتھ کا لکھا ہوا دیکھا تھا۔ ایسٹرن کے محرر  
ڈرن فورڈ سے جب تحقیق ہوئی تو اُس نے کہا کہ اُس کو اس کا حال کچھ معلوم نہیں۔ سر جی الیٹ  
نے کہا کہ یہ فرد کسی دیکسی جج کی لکھی ہوئی ہوگی اس سبب سے کہ گلے میں کوئی ایسا نہ تھا جو ایسی  
ایسی طرح فرد لکھ سکتا۔ اگر کسی کونسل کی لکھی ہوئی ہوتی تو اس کی سلسلہ خوبی کی وجہ سے اُس کے  
لکھنے والے کا حال معلوم ہو جاتا اور اُس کی قسمت بن جاتی، "۲۷ پارلیمنٹری تاریخ (۱۹۲۰)، ص ۱  
لکھنے والے کے مہم ہونے سے سر گلرٹ الیٹ نے اُس سے کچھ زیادہ کہا جتنا آجکل سے  
کہا جاسکتا تھا مگر یہ خلاف اس کے یہاں نے تو حتماً کہہ دیا کہ (صفحہ ۴۸) کسی وکالت پیشہ کا

غرض یوں بیان کی گئی تھی کہ ایک شخص بلاقی داس سے جو لگنگاشن کے وصیوں میں سے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ - کوئی محرم جس کے پاس کتا بکرون سرکٹ (اُس زمانے کا آر جوبلڈ) جو ایسی تحریر لکھ سکتا تھا "یہ فرزند جیسی کہ" مقدمات مملکت "میں چھپی ہے اُس پر جیمس پریچر ڈھمکر کار کے اور ڈیلیو ایم، بیکو تھ محرم فرزند قرار داد جرم کے دستخط ہیں۔ مجھ کو سمجھنا چاہیے کہ انھوں نے یا ان میں سے ایک نے یہ فرزند لکھی ہوگی۔ دور سے پر اور عدالت اولڈ بیلی میں افسران دورہ فرزند قرار داد جرم لکھتے ہیں اور محرم عدالت اسٹریٹس کے ماتحت محرران فرزند قرار داد جرم ہوتے ہیں۔ اپنی نے خلاصہ کرنے میں اکیسویں صد کا تذکرہ کیا ہے۔ مقدمات مملکت میں جو فرزند چھپی ہے اُس میں صرف میں عدالت ہیں۔ مشرڈل پیئرس لکھتا ہے کہ "اصل مثل نہیں تھی" مسٹر میٹریج کلکٹر ریویو جلد ۲۶ صفحہ ۲۸۳) میں لکھتا ہے "ٹلفرے نائب شریف، اپنی کے فرزند نے بعد کو اپنی گواہی میں دارالعوام کے سامنے بیان کیا کہ کلکٹر میں مشہور تھا کہ فرزند قرار داد جرم لیمسٹر ج نے لکھی اور اُس نے اُس کے ہاتھ کا لکھا ہوا مسودہ دیکھا یہ غلط ہے۔ ٹلفرے نے کبھی نہیں کہا کہ اُس نے اس فرزند کا مسودہ لیمسٹر ج کے ہاتھ کا لکھا ہوا دیکھا تھا اُس نے جو کہا وہ یہ تھا کہ "میں کیا تم جانتے ہو کس نے نندکار کے خلاف فرزند قرار داد جرم لکھی"۔ ج "مجھے کچھ خیال پڑتا ہے کہ میں نے ج لیمسٹر کے ہاتھ کی لکھی ہوئی فرزند لکھی تھی مجھ کو اس مدت (۱۳ برس) کے بعد یاد نہیں کہ کب دیکھی تھی اور نہ مجھ کو اس امر کا ایسا صاف خیال ہے جو میں ٹھیک طور سے اس بارے میں کہہ سکوں" اس گواہ پر دیر تک صحیح ہوا کی اور میں سمجھتا ہوں کہ نامناسب طریق پر جمع ہوئی، نامناسب اس وجہ سے کہ متعدد سوالات کے انداز سے معلوم ہوتا ہے گویا اُس نے مان لیا تھا کہ اُس کا خذ کو اُس نے دیکھا تھا مگر اس پر بھی اُس کی شہادت کا مطلب بدلائیں۔ ٹلفرے نے یہ نہیں کہا کہ کلکٹر میں شہرہ تھا کہ اس فرزند لیمسٹر نے لکھا۔ اُس نے جو کہا وہ حسب ذیل ہے:۔ "میں نے لیمسٹر ج کے ہاتھ کی فرزند حالات میں دیکھی تھی" (یہ سوال بجا تھا کہ اُس میں جو ثابت نہیں ہوا تھا اُس کو ثابت مانا گیا) یہ کہ اس سے کبھی طے ذہن میں اس فرزند کے اصل لکھنے کے متعلق کوئی بات آئی ہوگی؟ ج۔ اس سے میرے ذہن میں ایک بات آئی اس سبب سے کہ میں نے اُس کو اُس خبر سے ملا کہ ج لیمسٹر نے اس فرزند کا مسودہ تیار کیا تھا "پس مسٹر پیورج کی غلطی نے مشکوک کو

زندہ تھا (۲۱۔۴۸) روپے اصل اور سو اور بے کی رقمات کے علاوہ فریب کر کے لیے واقعات حسب ذیل تھے:-

ایک ہندو صراف یعنی ہندوستانی مہاجن نے کلکتے کے ۱۶۶۹ء میں اپنی بیاری کی حالت دیکھ کے کاروبار اٹھا دیا اور اپنی زوجہ اور بیٹی اور اپنے گاڑھے دوست پدموہن داس کے بارے میں نندکار سے سفارش کی اور ایک وصیت نامہ مورخہ ۱۲ جون ۱۶۶۹ء لکھا جس میں گنگا شن اور ہنگولال کو اپنا وصی مقرر کیا اور پدموہن داس کو اپنے مال کا چوتھائی (۴) دینے کو اور کاروبار دیکھنے کو کہا۔ وصیت نامے کی تحریر کے پیشتر اُس نے مختار نامہ (جس کا ذکر وصیت نامے میں ہے) پدموہن داس اور موہن پرشاد کے نام لکھ دیا تھا۔ یہ موہن پرشاد ہی شخص ہے جو بعد کو نندکار پر ناشی ہوا۔ بلاقی داس جون ۱۶۶۹ء میں فوت ہوا اور اُس کے وصیت نامے کی تصدیق گنگا شن وصی کو میر ملہ کلکتے کے محلے سے ۸ ستمبر ۱۶۶۹ء کو ملی۔ اُس کے ترکے میں زیادہ تر کمپنی کے تمسکات تھے اور اُس کے مرنے کے کوئی باقی پھینے کے بعد

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ یقینی بنا دیا اور اس میں جو جس کی نسبت ممکن ہے کہ ۱۶۸۵ء میں لندن میں کوئی اطلاع نہ ہو۔ اُس وقت کا جبکہ تحقیقات ہو رہی تھی کلکتے کا ایک عام واقعہ بتا دیا۔ ۱۲  
۱۷ ستمبر ۱۸۶۷ء مطابق جون ۱۶۶۹ء (۹۴۹) چھ یا سات برس پیشتر (کن جیون داس) ۱۰۲۹ء (صفحہ ۱۰۲۹) ہندسوں سے اسٹیٹ ٹرانس ۲۰ جلد کے صفحات مرا ہیں۔

۱۷ کیا پدموہن داس بلاقی داس کا کوئی عزیز تھا؟ نہیں بلکہ اُس کی ذات کا بھی نہ تھا۔ مگر اُس کو بہت چاہتا تھا..... بیٹا کہہ کے پکارتا تھا اور یہ اس کا بیٹی ہی نہ تھا کن جیون داس (۱۰۲۹) ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ وہی شخص ہے جس کا نام پر اور دین داس وصیت نامے میں لکھا ہے۔

۱۷ نقل ۹۶۶-۹۶۸ میں بھی ہے۔

۱۷ ۹۴۹ء

۱۷ یہ اُس کے وصیت نامے سے معلوم ہوتا ہے (صفحہ ۹۶۷) اس کا حاف ذکرنما زمانے میں نہیں ہے (صفحہ ۹۴۴)

۱۷ صفحہ ۹۵۰۔ شہادت موہن پرشاد۔

(یعنی ۶۹ء کے تمام ہونے کے قریب) نندکار اور گنگاشن اور پرموہن داس بلوید پر واقع علی پور کلکتہ میں گئے تاکہ جو تمسکات بلاقی داس کو ملنا چاہیے تھے وصول کریں۔ انہوں نے یہ تمسکات پائے اور بلاقی داس کی بیوہ کے پاس لائے۔ بیوہ نے کہا کہ اُس کو یہ تمسکات نندکار کے فریے سے ملے اور اُس نے اُس پر بہت عنایت کی اور یہ کہا کہ وہ اُس کا حساب پہلے چکا دے گی پھر کہیں اپنے شوہر کے دوسرے قرضخواہوں کا۔

پرموہن داس نے اُس کو ایک فرد حساب کی ری جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ نندکار اور سب قرضخواہوں کی ادائیگی کے بعد ۶۰۰۰۰ ہزار روپے باقی رہیں گے جو اس عورت کو ملنا چاہیے۔ اور پرموہن داس نے اسی شام کو ان تمسکات کے وصول ہونے کا ذکر موہن پرشاد سے کر دیا۔ اگلے دن موہن پرشاد نندکار سے ملا اور نندکار نے اُس سے کہا کہ تمہیں کے تمسکات تو وصول ہو گئے مگر ان پر کچھ ”دربار خرچ“ بھی چاہیے۔ تحقیقات مقدمہ کی فرہنگ میں ”دربار خرچ“ کے معنی یہ بیان کیے گئے ہیں کہ رقم جو صاحبان اقتدار کو دی جائے اور موہن پرشاد نے اپنی شہادت میں ایک اور مقام پر کہا ہے کہ جس زمانے میں دربار خرچ کا ذکر ہوا اُس زمانے کے لحاظ سے اُس کے دل میں شکوک پیدا ہوئے کیونکہ اس بار سے میں دربار خرچ نہیں دیا گیا تھا۔ اُس نے کہا کہ وہ یہ جانتا تھا کہ دربار کاغذ اور رسل نے کوئی دربار خرچ نہیں لیا تھا۔ اُس نے کہا کہ اس کا شہبہ زیادہ ہوا

۱۰۲۵ صفحہ -

۱۰۲۵ - یہ اُس زمانے میں گورنر کے رہنے کا کوئی تھی۔ اب اس میں لنڈاٹ گورنر بنگال رہتا ہے۔

۱۰۲۶ صفحہ -

۱۰۲۵ موہن پرشاد صفحہ ۹۵ -

۱۰۲۵ موہن پرشاد صفحہ ۹۵ -

۱۰۲۴ صفحہ -

۹۵۵ صفحہ -

۱۰۲۶ صفحہ ۱۹۵ -

جسکے تین یا چار دن بعد نندکار نے بیان کیا کہ اُس نے اور پدموہن داس نے جو دستاویز لکھے ہیں بظاہر اُن دستاویزوں سے مراد اُن کے قرضے کی فریڈ بنڈ میٹر بلاتقی داس ہوں گی) ایک تعداد ۲۱۰۸ روپے (سکہ) اور دو کی تعداد ملا کے... ۳۵۰ روپے (ارکٹ) ہے۔ بیشک اس شہ ہے کی بنا اس امر پر بھی کہ مختار نامہ مذکور بالا میں جو بلاتقی داس نے موہن پر شاہ کو لکھ دیا تھا اُس نے اپنے لین دین کی ساری کیفیت بیان کر دی تھی۔ اور نندکار کا قرضہ اپنے ذمے صرف... لکھا تھا۔ میں اس مختار نامے کا تذکرہ بعد ازیں زیادہ تفصیل سے کروں گا۔

نندکار کے اُس بیان سے چودہ یا پندرہ روز کے بعد موہن پر شاہ نندکار کے گھر پر کمپنی کے تمسک لے کے گیا اور بظاہر ارادہ اُس کا یہ تھا کہ اُس کے اور بلاتقی داس کے جو حسابات تھے اُن کا تصفیہ کرے یا کرادے۔ اس تصفیے کا حال جو موہن پر شاہ نے بیان کیا کچھ پریشان اور عجیبہ ہے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کا نتیجہ یہ ہوا کہ کمپنی کے اٹھ تمسک جن کی رقم مذکور نہیں ہیں نندکار کے گناشتے چھوٹن ناٹھ کو بلاتقی داس کے گناشتے کشن موہن داس نے دستخط کر کے دیے۔ ان کے بدلے نندکار نے تمسک دس ہزار روپے کا ناگری میں لکھا ہوا دیا اور گھر (یہ مذکور نہیں کہ کون گھر) کا پٹا اور تین فارسی کاغذ بھی دیے۔ یہ تمسک اور تینوں فارسی دستاویز پیشانی پھاڑ کے باطل کر دیے گئے۔ ایک اُن کاغذوں میں سے وہ کاغذ ہے جس کا جعلی ہونا کہا جاتا ہے۔ یہ دستاویز مع باقی دستاویزوں کے پدموہن داس کو حوالے کر دی گئی۔ پدموہن داس نے اُن دستاویزوں کو میر بلہ کے محلے میں داخل کیا اور وہاں سے یہ تمسک بروقت تحقیقات کے طلب کر لیا گیا۔ یہ معنی اس تمسک کے چلانے کے ہیں۔ سب قائل ہیں کہ یہ تمسک چلایا گیا اور اُس سے کام لیا گیا اور اس کی بابت بلاتقی داس کے ترکے سے

۱۰ صفحہ ۹۴۴۔

۱۱ صفحہ ۹۵۰۔

۱۲ صفحہ ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳۔

نندکار کو ۲۱۔۴۸ روپے مع ۲۵ فی صدی اضافے کے ملے اور نندکار نے ایک رسید لکھا، بلاقی داس کے وصی کو بائیں مضمون لکھ دی کہ ۳۰ ۶۹ ۶ روپے کے کمپنی کے تمسک جو بابت اس تمسک کے اصل اور سود اور بٹے کے ہوتے ہیں اور مجھ کو پانا تھے وصول ہوئے۔ اس تمسک کی عبارت حسب ذیل ہے :-

منکہ بلاقی داس

چونکہ ایک مرواریہ کار ملا اور ایک مرواری کلغی اور ایک مرواری سہریچ اور چار انگوٹھیاں جن میں دو بیاقوت کی اور دوسرے کی تھیں رکھونا تھے اے جیو نے مہاراجہ نندکار کی طرف سے اساطرہ ۶۵ لاکھ بنگلہ (۱۹۵۸ء) میرے پاس بیچنے کی غرض سے امانت رکھوائے۔ نواب مر محمد قاسم خاں کے لشکر کی شکست کے زمانے میں گھر کا روپیہ اسباب مع ان جواہرات کے لوگ لوٹ لے گئے۔ ۱۹۶۵ لاکھ بنگلہ (۱۹۶۵ء) میں جب میں کلکتہ آیا مہاراجہ مذکور نے جواہرات امانتی مذکور بالاکو طلب کیا میں اس امانت کو حسب الطلب دے نہ سکا اور اپنے کاروبار کی بُری حالت کے سبب سے ان کی قیمت بھی نہ دے سکا لہذا میں افسرار کرتا ہوں اور لکھے دیتا ہوں کہ جب میں مبلغ دو لاکھ روپے اور کچھ زاید کمپنی کے خزانہ دُعا کے میں نقد موجود ہیں حسب حساب کمپنی وصول کروں گا تو میں اقرار کرتا ہوں اور یہ تصدیق ہوا ہے کہ مبلغ ۲۱۔۴۸ روپے اصل رقم جواہرات امانتی کی ہے جو مجھ پر واجب الادا ہے بہ اضافہ چار آنے فی روپیہ کمپنی کی نقدیات کے خزانے سے رقم مذکور بالا کے وصول ہونے پر میں یہ روپیہ بلا عذر و حیلہ مہاراجہ موصوف کو ادا کروں گا۔ بنا براں ان وجوہ سے میں نے بطور تمسک کے اپنے دستخط سے لکھ دیا تاکہ جس وقت اس کی ضرورت ہو تمویل ہو۔ گواہ شد مہرب رائے۔

(دکیل مسٹر بلاقی داس)

عبدالمجید  
بلاقی داس

عبدہ کمال محمد

مرقوم ہنتم ماہ بعد اول ۱۹۶۲ لاکھ بنگلہ

۱۵ صفحہ ۹۵ میں لکھی ہے۔

۱۵ صفحہ ۹۳۔

۱۵ صفحہ یہ صورت کسی اتمت نشی یا افسر کے دستخط کرنے کی ہے لفظی معنی اس کے غلام یا نوکر کے ہیں (دوسرے)۔

سوال اس مقدمے میں یہ تھا کہ آیا یہ تمسک درحقیقت جعلی تھا یا نہیں اس کے چلانے کے بارے میں تو سوال ہو ہی نہیں سکتا تھا اور نہ اس امر میں کہ اگر یہ جعلی تھا تو نندکار جانتا تھا۔

شہادت جو اُس کے جعلی ہونے کے ثبوت میں گزری تین قسم کی تھی۔ پہلے یہ بیان ہوا کہ ”عبدہ کمال محمد“ کے دستخط جعلی تھے، دوسرے علامت کے دستخط جعلی تھے تیسرے گو اہی اس کی تھی کہ یہ رقم اُس کے ذمے میں بھی تھی ہی نہیں اور اس کی بھی گو اہی ہوئی کہ اُس نے اس تمسک پر دستخط نہیں کیا تھا۔ چوتھے بیان اُن امور کا جن کے بدلے یہ تمسک لکھا گیا غلط تھا۔

بڑا گواہ ثابت کرنے کا کہ ”عبدہ کمال محمد کمال کے دستخط جعلی تھے خود گواہ تھا جو بروقت تحقیقات کے بنا م کمال الدین خاں کے مشہور تھا۔ اُس نے انکار کیا کہ اُس نے کبھی اس تمسک پر دستخط کیے تھے اور اپنے دستخط کے جعلی بنائے جانے کے وجوہ حسب ذیل بیان کیے۔ یہ دس برس کے سن سے نندکار کو جانتا تھا اور اُس کی حلیت میں رہا تھا۔ ۱۶۷۱ء یا ۱۶۷۲ء میں اُس نے ایک عرضی نواب میر جعفر کو دینا چاہی تھی چونکہ خود اُس کو اس وزیر سے تعلق نہ تھا لہذا چاہا کہ نندکار کے ذریعے سے عرضی دے۔ نندکار نے عرضی پر مہر کرنے کے لیے کمال الدین سے مہر مانگی بنا براں کمال الدین نے مہر مع ایک اشرفی اور آٹھ روپے نذر کیے (چوبیس روپے) نندکار کو پہنچے تاکہ عرضی پیش کر دے اور اتنی ہی رقم نواب کو عرضی کے ساتھ نذر دیے گئے تو بھیجی۔ نندکار نے کمال الدین کے خط کی ادجس کے ساتھ مہر تھی اور نواب کی نذر کی رسید کا خط

۱۷ مصنف نے ناواقفیت سے ”عبدہ“ کو نام میں شامل کر دیا ہے۔ مہر

۱۷ صفحہ ۹۳۹

۱۷ اُس وقت جبکہ لڑائی درمیان جعفر علی خاں اور قاسم علی خاں کے موقوف ہوئی۔

۱۷ صفحہ ۹۳۶ تا صفحہ ۹۳۹۔

۱۷ صفحہ ۳۶۔ ۹۳۵۔ مورخہ ۲۲ ربیع الآخر ۱۱۰۳ جلوس شاہ عالم چاشین مالگیر ثانی کا جنوری ۱۱۰۳ء میں ہوا

۱۷ لہذا چوتھا سال اُس کے جلوس کا جنوری ۱۱۰۳ء میں شروع ہوا ہوگا۔

لکھ بھیجا مگر مہر کی رسید صاف صاف نہیں لکھی۔ یہ مہر باوصف کمال الدین کے مکر تقاضا کرنے کے واپس نہیں ہوئی۔ کمال الدین کے کہنے کی تائید اُس کے نوکر حسین علی کی گواہی سے ہوئی جس نے بیان کیا کہ اُس نے اپنے ہاتھ سے تھیلی سی جس میں میرے آقا کی مہر اور تین اشرفیاں اور آٹھ روپے تھے کمال الدین کو دی تو اُس نے کہا کہ اس کو نند کھا کر کے پاس پہنچانے کا ارادہ تھا۔ حسین علی پر جرحیں کی گئیں تاکہ معلوم ہو کہ کمال الدین کیسے آدمی تھا اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُس پر اُن واقعات کے متعلق بھی جرحیں ہوئیں جن کی بابت کمال الدین پر نہیں ہوئی تھیں اور یہ بات اب بے قاعدہ اور بجا سمجھی جاتی ہے۔ کہا گیا تھا کہ کمال الدین نے گارانی نواس (Cordan Nowas) سے بھولی گواہی دینے کو کہا۔ حسین علی نے بیان کیا کہ کمال الدین نے اُس شخص سے گواہی دینے کی درخواست کی تھی۔ مگر اُس کو جہاں تک علم تھا گواہی دینے کے لیے کوئی ناجائز وعدہ نہیں کیا تھا۔ اُس نے یہ بھی بیان کیا کہ کمال الدین نے ایک مہر کن سے ایک مہر دکھا کر پوچھا کیا تم نے یہ مہر کھودی ہے اور کہا کہ سچ کہو اپنے ایمان کو برباد نہ کرنا۔ ان جرحی سوالات کرنے سے اور نوکچہ حاصل نہ ہوا مگر اتنا معلوم ہوا کہ قیدی کی طرف سے کمال الدین کے چال چلن میں کیسی نکتہ چینیوں کی گئیں۔

فالتا معلوم ہوتا ہے کہ کمال الدین کی مہر فی الواقع اُس تمسک پر ہوئی اس واسطے کہ کمال الدین نے ایک کاغذ پیش کیا جس پر اُس نے خود زمانہ سابق کے میں اُس مہر سے مہر کی تھی۔ مہر کے اس چھاپے میں ایک بال تھا جس کو اُس نے بیان کیا کہ خود مہر میں تھا اور ایسے ہی بال کا نشان اُس مہر میں تھا جو تمسک پر مہر پر

صفحہ ۹۳۴۔

صفحہ ۹۶۳۔

۱۵ اپنی نوکری (بجلی کا ٹھیکہ) پانے کے کوئی دو مہینے قبل جس کو ۳ سال ہوتے ہیں۔

صفحہ ۹۳۷۔

کی ہوئی تھی۔ کمال الدین نے انکار کیا کہ مہر کے اوپر جو الفاظ ”گواہ شد“ لکے مسک نذکر میں لکھے ہوئے تھے اُس کے لکھے ہوئے نہیں ہیں۔

اس بارے میں کمال الدین نے خود اپنی جو کیفیت بیان کی وہ یہ ہے کہ مسک کا میں ایک دفعہ موہن پرشاد نے اُس سے چھ سو روپے کا مطالبہ کیا جو اُس نے بلا توجی و ایں کے نوکر سے قرض لیے تھے۔ اُس نے یہ روپیہ سات یا آٹھ مہینے بعد ادا کر دیا اور کہا کہ میں ایک غریب آدمی بے روزگار ہوں۔ اس پر موہن پرشاد نے اُس سے پوچھا کیا وہ ہمارا حق کی طرف کا گواہ بلا توجی و ایں کے مسک کا تھا اور کیا اُس نے مسک پر اپنی مہر کی تھی۔ کمال الدین نے جواب دیا کہ اس کا حال کچھ نہیں جانتا اور جب موہن پرشاد نے کہا کہ اُس کے نام مدعبدہ محمد کمال الدین کی مہر مسک پر تھی تو اُس نے کہا اس نام کے بہت ہوتے ہیں۔ اس گفتگو کے بعد کمال الدین نے کہا کہ یہ نندکار کے پاس گیا اور اُس سے کہا جو موہن پرشاد نے کہا تھا اُس سے بیان کیا جس کا جواب نندکار نے یہ دیا ”یہ سچ ہے میں نے تمہاری مہر جو میرے پاس تھی بلا توجی و ایں کے مسک پر کر لی ہے کیا تم قسم کھا کر عدالت کے صاحبوں کے سامنے اس کی گواہی دو گے میں نے جواب دیا کہ مجھ سے کیونکر ہو سکتا ہے کہ جھوٹی قسم کھاؤں۔ اُس نے کہا کہ مجھے تم سے امید تھی میں نے جواب دیا لوگ اپنے مالکوں کے لیے اپنی جان تو دیں گے مگر اپنا دین نہ دیں گے مجھ سے امید نہ رکھو۔ اُس سے یہ بھی بیان کیا گیا ”پس میں نے جا کے جو کچھ گزرا تھا اُس سے خواجہ پڑوس اور فحشی صدر الدین کو آگاہ کیا“ کمال الدین نے یہ بھی بیان کیا ”یہ بات میں نے کسی اور سے نہیں کہی“ اور اس گفتگو کے ہونے کے دو یا تین مہینے کے بعد اُس نے نندکار سے خواہش کی کہ وہ مال ضامنی کر دے۔ اُس ٹھیکے کے لیے جو اُس نے بجلی میں لیا تھا۔

خواجہ بڑوس اور منشی صدر الدین طلب ہوئے تاکہ کمال الدین نے جو کہا کہ اُس نے اُن سے کہا تھا اُس کی تصدیق ہو۔ میں نہیں سمجھتا کہ آجکل کے دستور کے موافق ایسی شہادت قابل درج کرنے کے ہوتی اگرچہ اس کا خارج کرنا بھی بحث کے قابل ہے۔ بہر صورت یہ شہادت بلاعذر درج ہوتی۔ ان دونوں شخصوں میں سے ہر ایک کی شہادت اصل امر میں تو ایک ہی تھی مگر بعض باتوں میں اختلاف تھا۔ خواجہ بڑوس نے بیان کیا کہ ایک دفعہ کمال الدین نے اُس سے کہا کہ اُس کی ہر نندکار کے قبضے میں تھی اُس نے اُس کو نواب کی عرضی پر ثبت کرنے کے لیے نندکار کے پاس بھیجا تھا اور بعد کو کہا کہ ٹھیکے کی ضمانت کی بابت اُس سے اور نندکار سے جمعگڑا تھا۔ نندکار پہلے تو ضامن ہونے پر راضی ہو گیا مگر بعد ازاں انکار کیا بغیر اُس کے کہ کمال الدین تائید میں اس تمسک کی گواہی دے۔ صدر الدین کی شہادت کا بھی مضمون یہی تھا۔ اُس نے بیان کیا کہ کمال الدین نے کہا غالباً میں نندکار کو اپنا ضامن نہ کر سکوں گا اس واسطے کہ اُس نے میری ہر بلاقی داس کے تمسک پر کر لی ہے اور وہ مجھ سے کہتا ہے کہ تم کو ضرور ہے کہ گواہی دو گریں نے انکار کیا اور کہا کہ میں اپنا ایمان نہ چھوڑوں گا۔ میں نے اُس سے پوچھا کہ ہر مہاراجہ نندکار کے ماتھے کیونکر لگی اور کیونکر اُس نے ہر کر لی۔ اُس نے جواب دیا کہ میں نے سابق میں اپنی ہر ایک عرضی پر ثبت کرنے کو بھیجی تھی اس غرض سے کہ اس عرضی کو نندکار نواب جعفر علی خاں کو دے دے

لے اگرچہ غیر کی کہی ہوئی بات بطور اصل شہادت کے نہیں مانی جاتی مگر یہ کہ کسی گواہ کی شہادت کی تصدیق میں اُس امر کے ثابت کرنے کے لیے ہو کہ اُس نے سابق کے مواقع پر بھی یہی بیان کیا تھا اور اب بھی وہی بات کہتا ہے (قانون شہادت گلبرٹ ۱۳۰) شہادت کے بارے میں گلبرٹ کی بہت بڑی سند ۴۴ میں لی جاتی تھی۔ اُس نے مسئلہ مذکور پر ایک طویل سلسلہ اسناد کا نقل کیا ہے۔

-۹۴۱۵۴

-۹۴۲۵۴

اور یہ مہر اُسی کے پاس ہے۔ اُس نے یہ مہر بلاقی داس کے کاغذ پر بلا میرے علم کے کر لی ہے اب میں نہیں چاہتا کہ وہ میرا ضامن ہو، صدر الدین نے یہ بھی بیان کیا کہ دوسری دفعہ کی ملاقات میں کمال الدین نے اُس سے کہا کہ جب نندکار نے تمسک کی تائید میں گواہی دینے پر اصرار کیا تو اُس نے اوشخص کو اپنا ضامن کر لیا۔

ان گواہوں پر غور کرنے سے آوآ یہ بات نکلتی ہے کہ جو بیانات کمال الدین نے اپنے اور نندکار کے بارے میں بقول (Coja petruse) اور صدر الدین سے کیے وہ نندکار کیلئے زیادہ ضرر میں نسبت اُس بیان کے جن کو اُس نے نندکار کی تحقیقات کی گواہی میں کیا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ تحقیقات کے وقت نندکار پر مقدمہ لگینے کرنے کی طرف یہ مائل نہ تھا۔ پھر حال کمال الدین سے اُس کے (Coja Petruse) اور صدر الدین نے جو بیان دیا وہ کمال الدین کی شہادت سے زیادہ مکمل ہے کمال الدین نے جو گواہی میں بیان کیا اُس سے یہ وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ نندکار کو مہر کر لینے کا اعتراف کیوں کر ناپڑا (Coja Petruse) اور صدر الدین کے بیان سے وجہ اس کی ظاہر ہوتی ہے۔ کمال الدین نے نندکار سے ضمانت چاہی اور نندکار نے کمال الدین سے گواہی چاہی۔ اُس سے متعلق یہ دیکھنا چاہیے کہ ۱۷۷۲-۷۳ء میں یہ نالاش میر بلد کے محکمہ مذکور بالا میں چل رہی تھی اور اس نالاش میں صحت اس تمسک کی زیر بحث تھی تو یہ وجہ ہوئی کہ نندکار کمال الدین کی گواہی کی فکر میں پڑا کہ اُس کی گواہی سے نتیجہ اس کے مفید نکلتا۔ یہ شہادت اس امر کے ظاہر کرنے کے لیے تھی کہ کمال الدین کی مہر جعلی تھی۔

ملاہیت کے نقطہ کے بارے میں شہادت حسب ذیل تھی۔ یہ شخص بلاقی داس کے

۱۷ ملاحظہ ہو مشرین رائوس کی گواہی جو اُس نے دار العوام کی ایک مجلس کے سامنے

بتاریخ ۲۰ فروری ۱۷۷۳ء دی، صفحہ ۳۰۔

۱۷ صفحہ ۹۵۔

نو کروں میں سے تھا اور اُس کے گھر میں رہتا تھا اور ۱۶۹۷ء یا ۱۶۹۸ء میں فوت ہوا  
 بظاہر بلا تھی داس کے قبل دو گواہوں کی شہادت اُس کے ہاتھ کے لکھے کے متعلق  
 ہوئی۔ ایک سبوت پانگ تھا جو اُس کو اپنے دس برس کے سن سے اُس کی  
 وفات تک جانتا تھا اور یہ مدت معلوم ہوئی کہ (۲۳ یا ۲۵) برس تھی۔ یہ برابر  
 اُس کو لکھنے دیکھتا تھا۔ اُس کے ہاتھ کے خط کو پورے طور سے پہچانتا تھا۔  
 اُسی نے حلفاً کہا کہ دستخط اُس کے ہاتھ کے نہیں ہیں۔ کاغذوں میں جو غالباً  
 بلا تھی داس کے ترکے کے دفتر میں سے آئے ہوں گے چند کاغذوں کو پہچان کے  
 کہہ دیا کہ صلابت کے ہاتھ کے لکھے ہوئے تھے۔

(Saboot Pottack) سے اس بارے میں کہ یہ کہاں کہاں صلابت

کے ساتھ رہتا تھا بہت جرحی سوال کیے گئے مگر کوئی بڑی بات اُس کی جرح میں نہ سکی۔  
 ایک اور گواہ راجہ نواب کشن، صلابت کے ہاتھ کے لکھنے کے بارے  
 میں گزرا۔ اُس کی گواہی اس بارے میں خاص قسم کی ہے۔

سوال۔ کیا تم صلابت کو جانتے ہو؟

جواب۔ وہ بلا تھی داس کا وکیل اور منشی تھا۔

سوال۔ کیا تم اُس کے ہاتھ کا لکھا پہچانتے ہو۔

جواب۔ پہچانتا ہوں۔ میں نے اُس کو بہت دفعہ لکھتے دیکھا ہے؟

لے سرین پرشاد۔

۲۷ سبوت پانگ چھ برس تین پینے پیشتر یعنی ۱۶۶۹ء۔

۲۷ صفحہ ۵۹۹ و ۶۰۰ پانگ وقت تحقیقات کے یعنی ۱۶۷۵ء میں ۳۹ برس کا تھا

صفحہ ۶۰۱۔ اُس سے جب صلابت سے پہلے ملاقات ہوئی تو اُس (پانگ کا)

سن دس برس کا تھا اور اس کو مرتے دم تک صفحہ ۵۹۹ جانثار نامہ ۱۶۷۴ء میں

فوت ہوا۔ تحقیقات کے ۲۹ برس پیشتر یعنی ۱۶۴۶ء میں پانگ ضرور دس برس کا ہو گا

اور ۱۶۷۴ء سے ۱۶۷۶ء تک صلابت کو ضرور جانثار نامہ ہو گا۔

۵۷ صفحہ ۹۶۲۔

(تمسک دکھا کے) سوال۔ آیا یہ صلابت کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔  
جواب۔ یہ الفاظ یعنی ”صلابت و کیل بلاقی داس“ اُس کے ہاتھ کے  
لکھے ہوئے نہیں ہیں۔ یہ طرز اُس کے عام طور سے لکھنے کا نہیں ہے۔ اُس کے  
ہاتھ کے لکھے ہوئے کاغذ میں نے دیکھے ہیں۔

سوال۔ کیا تم حلفاً کہہ سکتے ہو کہ یہ اُس کے ہاتھ کا لکھا ہوا نہیں ہے۔  
جواب۔ صلابت نے بہت سے خطوط مجھ کو اور لارڈ کلائیو کو  
سابق میں لکھے ہیں اس قسم کا لکھا ہوا اُس کو میں نے لکھتے ہوئے نہیں دیکھا  
مگر نہیں معلوم یہ اُس کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے یا نہیں؟  
سوال۔ اس کے بارے میں تمھاری کیا رائے ہے؟

جواب۔ لازم برہمن ہے اور میں کا یہ تمھوں۔ یہ میرے ایلان میں خلل پڑے گا۔  
یہ کوئی تلکی بات نہیں ہے۔ ایک برہمن کی زندگی کا بہت نسبت ہے۔  
سوال۔ کیا تم کیا سمجھتے ہو کہ یہ صلابت کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے  
یا نہیں؟ یاد رہے کہ تم قسم کھا چکے ہو کہ سچ کہو گے اور سب سچ کہو گے۔  
جواب۔ اس وقت اس بارے میں جو میرے دل میں ہے میں  
نہیں کہہ سکتا۔

سوال۔ کیوں نہیں کہہ سکتے؟

جواب۔ یہ معاملہ ایک برہمن کی جان کا ہے۔ جو کچھ اس بارے  
میں میرے دل میں ہے میں کہنا نہیں چاہتا۔

اُس نے بیان کیا کہ صلابت کے ہاتھ کے حروف ایسے اچھے  
نہیں ہوتے تھے۔ جو کاغذات (Saloot Pottack) کو دکھائے گئے تھے اُس کو بھی  
دکھائے گئے تاکہ ان میں سے صلابت کے ہاتھ کے لکھے ہوئے چن لے اور  
اُس نے فوراً تین کاغذوں کو تیار دیا جو پہلے سے ثابت ہوئے تھے کہ صلابت  
کے ہاتھ کے لکھے ہوئے تھے۔ ان میں کوئی اور کاغذ اُس کے ہاتھ کا لکھا ہوا  
اُس نے نہیں پایا۔ جب اُس سے پوچھا گیا کہ کیا اُس نے ان کو پہلے بھی  
دیکھا تھا۔ اپنی زندگی میں کبھی نہیں، میں ایسے متقدمے میں بھی نہیں پڑا۔

اور اسی نے بلاتی داس کی بیویوں سے یہ کاغذ مرتب کیا تھا گردہ بہیاں جن سے یہ حساب مرتب ہوا تھا ۱۸۲۳ء سمیت مطابق ۱۷۶۶ء سے شروع ہوئی تھیں یعنی ایک سال بعد اس معاملے کے جس کی تحقیقات تھی۔ کٹن جیون داس نے بیان کیا کہ اگرچہ اُس نے اس مختار نامے پر اپنی گواہی لکھی مگر اُس نے حقیقت بلاتی داس کو اس پر دستخط کرتے نہیں دیکھا۔ اس کاغذ کو پدموہن داس چندر نگر (کلکتہ سے ۲۰ میل) لے گیا اور وہاں بلاتی داس سے اُس پر دستخط کرا کے میرے پاس لایا اور چونکہ میں اُس کے دستخط پہچانتا تھا میں نے اپنی گواہی اُس پر لکھ دی۔ دوہیرے گواہ کیری داس پتیک (Keree Doss Puttek) نے بیان کیا کہ اُس نے بلاتی داس کو اپنے گھر پر کلکتہ میں دستخط کرتے دیکھا مگر اس بارے میں کہ آیا اس وقت کٹن جیون داس حاضر تھا یا نہیں؟ اس گواہ نے بہت مضطربانہ جواب دیئے۔ تاہم ایسا معلوم ہوا کہ اس گواہ کی بات ترجمان (مسٹر جیکسن) پورے طور سے نہ سمجھتا تھا۔ عدالت سمجھی کہ اُس کے بیانات ایسے متضاد تھے کہ اُس کی گواہی ہرگز اعتبار کے قابل نہ تھی۔

اس تمسک کے تہیدی بیان کے غلط ہونے کی شہادت ملزم کی جواہری کے دوران میں نکلی۔ اس میں لکھا ہے کہ چند جواہرات کو رکھو نا تھہ رائے جیون نے فردخت کے لیے سندھکار کی طرف سے بلاتی داس یا اُس کے گھر مرشد آباد میں رکھوائے اور نواب میر محمد قائم خاں کے لشکر کے شکست کھانے کے وقت

یقینہ ماشیہ جغفر گزشتہ۔ بنگالی سزوں میں ۷۰ سال کا فرق ہے۔ ۱۷۷۷ء حال ناگری کا ۱۸۲۳ء اور بنگالی ۱۸۲۳ء ہے۔ ۱۱۸۴۔ ۶۵۰۔ ۷۵۰۔ اور صفحہ ۹۴ میں لکھا ہے کہ تمسک مذکور جعلی کی تاریخ معلوم ہوتی ہے۔ کہ ۱۸۱۷ء بعد اول ۱۸۲۳ء بیگلا تھی جو مطابق ناگری ۱۸۲۳ء کے ہے۔ تمسک کی نقل جو صفحہ ۹۳ میں ہے اس میں تاریخ ۱۸۱۷ء بعد اول ۱۸۲۳ء ہے۔ اور ظاہر ہے کہ یہی صحیح ہے۔

۹۴ صفحہ ۹۴

۹۴ صفحہ ۹۴

۹۴ صفحہ ۹۴

(اس سے ضرور بکسر کی لڑائی مراد ہوگی جو ۱۶۱۶ء میں واقع ہوئی) گھمکار روپہ اور سباب مع جواہرات مذکور کے لوگ لوٹ لے گئے۔ ان جواہرات کی قیمت ۴۸۰۲۱ روپے لکھی ہے۔ اس موضوع کے متعلق بلاقی داس کے گھمشتے کرن جیون داس پر جبکہ مدعی علیہ کی طرف سے شہادت پیش تھی اجرحی سوالات کیے گئے۔ جب اُس نے کہا کہ بلاقی داس پاس جو کچھ کہ بکسر میں تھا سب لٹ گیا تو اُس سے سوالات ذیل کیے گئے۔

سوال۔ کیا تم جانتے ہو کہ اُس وقت اُس کے پاس جواہرات تھے؟۔

جواب۔ بکسر میں اُس کے جواہرات نہیں لٹے۔ میں نے سنا ہے کہ مقصود آباد (یعنی مرشد آباد) میں ایک تھوڑی مقدار اُس کے جواہرات کی جو اُس کے پاس گرد تھی ضائع ہو گئی۔ میں وہاں موجود نہ تھا۔

سوال۔ کس سے اور کتنے دن ہونے کے تم نے یہ بات سنی؟

جواب۔ اُس مصیبت کے زمانے میں جو گھمشتہ مقصود آباد سے بھاگ نکلا بلاقی داس پاس آیا اُس نے اُس کو خبر دی۔ میں حاضر تھا جس وقت گھمشتے نے اُن چیزوں کے لٹنے کی خبر دی۔

سوال۔ کیا مقدار اُس نے بیان کی اور وہ کس کا مال تھا۔

جواب۔ بہت تھوڑی مقدار کوئی دو یا تین ہزار روپے سے زیادہ کا نہیں مقصود آباد کے ایک طرف نے بلاقی داس سے کچھ روپہ لیا تھا اور یہ جواہرات گرو رکھے تھے۔

سوال۔ کیا تم جانتے ہو کہ کبھی اور بلاقی داس کے جواہرات لٹے تھے؟۔

جواب۔ اور جواہرات کا حال میں نے نہیں سنا جو کچھ حال جواہرات کا مجھ کو معلوم تھا سب میں نے آپ سے کہہ دیا اس کے اور جواہرات لٹنے کی کوئی خبریں نے نہیں سنی۔

بعد ازاں اُس سے مزید سوال یہ کیا گیا کہ:-

سوال - کیا تم کو یقین ہے کہ ایک بڑی مقدار جواہرات کی اُس کے گھر سے نکالی جاسکتی تھی بغیر اس کے کہ تم ان کی خبر سنو۔  
 جواب - مجھ کو ضرور معلوم ہو جاتا اگر بہت سے جواہرات لوٹے جاتے ہزار ہا آدمیوں کو معلوم ہو جاتا۔

کشن جیون داس نے یہ بھی بیان کیا کہ اُس نے بلاقی داس کو فارسی میں تمسک لکھ دیتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا یا سنا ”اگر اس کو تمسکات لکھنا ہوتے تھے وہ محرر کو ناگری میں لکھنے کا حکم دیتا تھا اور خود دستخط کرتا تھا، مہر کی چھاپ جو تمسک پر تھی اور جو کہی جاتی ہے کہ بلاقی داس کی مہر ہے کشن جیون داس اُسے نہ پہچان سکا اور صاف کہہ دیا کہ مہر کی صورت تو اُس کو یاد ہے مگر اُس چھاپ کی نسبت کچھ نہیں کہہ سکا۔ بعد ازاں اُس سے یہ سوال کیا گیا جو ایک برائے نامہ ان استدلالی سوالات کا ہرگز نہیں ہے جو اگلے زمانے میں اکثر جرح کے وقت پوچھے جاتے تھے یعنی

سوال - ”تم سنتے ہو کہ بعض گواہ ایسے ہوتے ہیں جنہوں نے کسی کی مہر دو تین دفعہ اپنی انگلیوں پر دیکھ لی اور اُس کی چھاپ پر قسم کھاتے ہیں۔ کیا تم یاد نہیں کر سکتے، تم نے تو اتنی دفعہ مہر کو دیکھا تھا“

جواب - ”اُن کا حافظہ اچھا ہے۔ ایسا حافظہ مجھ کو نہیں ملا“

کشن جیون داس کی یہ شہادت کہ اُس کو مرشد آباد میں جواہرات کی کسی بڑی لوٹ کا علم نہیں تھا، میرے نزدیک بہت منظم بالشان ہے اور اُس کی یہ گواہی بھی کہ کچھ بڑی سی لوٹ ہوئی منظم بالشان ہے اس لیے کہ اس سے ایک واقعہ ثابت ہوتا ہے جس کی بنا پر ہو سکتا ہے کہ یہ فریب کیا گیا جو جس کے ارتکاب کا دعویٰ تھا۔

گواہی جو بلاقی داس کی مہر کے متعلق اور اُس کے تمسکات لکھنے کی عادت کے متعلق پیش ہوئی وہ کم وقعت ہے اگرچہ اُس کو نظر انداز نہ کرنا چاہیے۔ میں کہہ سکتا ہوں کہ خود یہ تمسک مشکوک ہے خود اُس کی صورت سے

شک مٹکتا ہے اس کی تحریر کی تاریخ ۱۷۶۲ء مطابق ۱۷۶۵ء کے ہے اور ذکر اس میں سات سال پیشتر کی امانت کا ہے کہ جو اہرات قیمتی ۲۱۰۲۸ روپے کے ۱۷۶۵ء مطابق ۱۷۵۸ء میں امانت رکھے گئے۔ اگر نندھکار نے فی الحقیقت اتنی مقدار جو اہرات کی بلاتی داس پاس رکھوائی ہوتی تو کیا اسی وقت اُس سے یہ کسی قسم کی رسید نہ لیتا اور سات برس تک بلا رسید اُس کے پاس چھوڑ دیتا۔ علاوہ بریں اگر بلاتی داس خاص کر کے ایسا ایماندار تھا کہ حسب الطلب ایسی سند لکھ دیتا تو اُس نے یہ سوال کیوں نہ کیا کہ آیا اُس پر قیمت واجب الادا ہے یا نہیں؟ اس سند کی مندرجہ کیفیت کی بنا پر ان جو اہرات کی قیمت کے وصول کرنے کا حق نندھکار کو ہونا نہایت مشتبہ تھا۔ اس ساری سند میں ایک پورے اشتہار کی صورت تھی۔ ایسے طول طویل قصے بیان کرنے کی کیا ضرورت تھی جبکہ تمسک میں واجب الادائی درج تھی۔ علاوہ بریں ادائیگی کے وعدے سے کہ ”جب مجھ کو دو لاکھ روپے مع شے زائد واپس میسر آگئے جو کمپنی کے خزانے واقع دھاکا میں ہے۔“

۱۔ بموجب انگریزی قانون کے امانت کے نقصان کا امانتدار ذمہ دار ہو گا یا نہ ہو گا بموجب اس کے کہ اُس سے تصور ہوا یا نہیں ہوا (نقل از استاد و شاگرد کتاب اڈین در بارہ عہود)۔  
مسلمانوں کی بھی شرعاً ہی ہے جیسا کہ ہدایہ میں مذکور ہے ”اگر امانت گم یا ضائع ہو جائے امین کے ہاتھ سے بدون اس کے کہ اُس کی طرف سے کوئی خطا ہوئی ہو تو وہ اس صورت میں اس کا ذمہ دار نہ ہو گا۔ اس واسطے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، ایماندار امین ذمہ دار نہیں ہے (ہدایہ کتاب بیعت و ہبتم و دوا صفحہ ۷۱ صلبہ گر ٹیدی)۔ بلاتی داس غالباً کسی قسم کے قانون سے واقف نہ تھا اگر اُس کے دل میں خیال تو آیا ہو گا خواہ قانون عقول کا اس کو علم نہ ہو کہ بلوے کے زمانے میں جب لوگ اُس کا گھر لوٹ لے گئے تو ان کے کرتوت کے مساویہ کا اس سے مطالبہ کرنے میں بہت سختی تھی۔ دوسری طرف یہ ہے کہ نندھکار نے جب علی تمسک بنایا اور ایک اچھا قصہ گھڑنا یا ناجس سے ثابت ہو گا بلاتی داس کو بلاتوں کے ذمہ تھا تو اس کو تو داس میں بھی بات عمیبہ معلوم ہوئی ہوگی کہ جب بلاتی داس جو اہرات واپس نہیں دے سکتا تو ان کی قیمت دے۔ تمسک ایسا ہے کہ اُس کو نندھکار نے جتنی سے طبع علی بناتا اور بلاتی داس کو بلا جت و تکرار و تخط نہ کرتا۔“

معلوم ہوتا ہے کہ بنا یہ ڈالی گئی کہ گھمینی کے کاغذوں کی ادائیگی بویڈیریں دسالت نندکمار ہو جیسا کہ کہا گیا۔ غالباً کچھ اسی طرح کا خیال موہن پرشاد کے دل میں تھا جب اُس نے اس سوال کے جواب میں کہ کس وقت اُس کو جعل کا ایسا یقین ہوا کہ ناش کی تو کہا کہ ”جب میں نے تعداد جواہرات کی اور نام رکھو ناقہ کا جس نے کہا جاتا ہے کہ امانت رکھو اُسے تھے اور حساب اُس کا اُس کو کچھ نہیں دیا گیا تھا) اور لوٹ کا ذکر دیکھا تو میں نے جانا کہ جعلی ہے اور تمسک سے بھی معلوم ہوا کہ باقاعدہ نہیں ہے شرطیہ ہے تمسکات اکثر یہ اس طرح نہیں لکھے جاتے ہیں جبکہ روپیہ لیا جاتا ہے۔“

اب ناش کی شہادت ختم کرنی چاہیے  
 ۱۵ گنگا شن دھی طلب نہیں ہوا چونکہ ثابت ہوا کہ ایسا یار ہے کہ وہ غالباً  
 مر جائے گا اگر عدالت میں لایا جائے گا۔ پدموہن رائے جو موہن پرشاد کے ساتھ  
 مختار تھا سارٹھے تین برس مقدمے کی تحقیقات کے پیشرفت ہوا تھا۔  
 ناش کی کارروائی ختم ہونے پر لازم کے کونسل نے عرض کی کہ ”تمسک  
 کے جعل کی اور اُس کو پیش کرنے کی گواہی موجود نہیں تھی۔ عدالت نے باتفاق رائے  
 کہا کہ گواہی اس کی موجود ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ حکم عدالت کا صاف صحیح تھا۔ البتہ اس  
 شہادت میں کوئی بات ایسی موجود تھی جو کہی جاتی کہ خود بلا تھی اس کی پھر کے یا  
 اُس کے نام کے حقیقت جعل بنانے پر بلا واسطہ گواہی ہے گرد و دستخوں کے  
 جعلی ہونے پر بلا واسطہ گواہی تھی یعنی کمال الدین کے اور عدالت کے دستخط پر  
 اُس کی گواہی موجود تھی کہ جس مبلغ کی بنا پر تمسک ہوا وہ واجب الادا نہ تھا۔ اور  
 اس کی بھی گواہی موجود تھی کہ تمسک دیا گیا اس کا انکار بھی نہیں ہوا۔ میں سمجھتا ہوں کہ  
 یہ گواہی ایسی ہے جس سے اس تمسک کا جعلی ہونا متصور ہے۔ تمسک کے

۱۵ صفحہ ۹۶۵ و ۹۶۶۔ سر ویس نے کہا، اس شخص کو بیان لانا اور یہاں سے لے جانا نہیں ہو سکتا  
 ہے اس کے کہ اس زحمت سے اُس کے دم بکل جانے کا فوری خطرہ نہ ہو۔

۱۵ صفحہ ۱۰۲۱۔

۱۵ صفحہ ۹۶۸۔

جعلی ہونے میں اور دستخط کے جعلی ہونے میں جو فرق ہے اُس کی طرف ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نہ تو کونسل نے توجہ کی اور نہ عدالت نے۔

عذر داری کی شہادت ان امدوں کے ثابت کرنے کی غرض سے پیش ہوئی کہ یہ معاملہ بالکل صحیح تھا اور اس تمسک پر جن گواہوں کی گواہی ثبت ہے انہوں نے درحقیقت اپنی گواہی لکھی تھی اور بلاقی داس نے فی الحقیقت اس پر دستخط کیے تھے جیسا کہ اشخاص موجودین برسر موقع کی گواہی سے اور خود بلاقی داس کے اعتراف سے معلوم ہوتا ہے۔

پہلا گواہ اس تمسک میں بہال یا میتال یا ماتو یا مہتاب رائے تھا۔ اس شخص کا ذکر گوانان نالاش میں کسی نے نہیں کیا سوائے موہن پرشاد کے جس نے بیان کیا کہ اُس سے نہ کبھی اُس کی جان پہچان تھی نہ کبھی اُس کو اُس نے دیکھا تھا اور نہ کبھی اُس کا حال سنا تھا۔ ایسے شخص سے ہونے کے ثابت کرنے کے لیے اولاً لازم کی طرف کے گواہ طلب ہوئے۔ ایک آدمی مسیحی بیج رائے نے بیان کیا کہ اُس کا ایک بھائی اس نام کا تھا جو اگر تحقیقات کے وقت تک زندہ ہوتا تو اُس کا سن ۳۷ برس کا ہوتا اور اس بیان کی تائید روپ خرائن چو وھری نے کی اور گواہ ہزاری لال اور کاشی ناتھ طلب ہوئے جنہوں نے دوسرے دو مہتاب رائے کا حال کہا مگر ان دونوں کے سنوں میں ایک دوسرے سے کچھ فرق تھا اور بیج رائے کے بھائی کے سن سے کسی طرح مطابقت نہیں ہو سکتا تھا۔ گواہوں کے دوران شہادت میں معلوم ہوا کہ دو جداگانہ اشخاص تھے اور ہر ایک کا نام بھگولال تھا اور ہر ایک کا ایک بیٹا تھا جن کا نام صاحب رائے تھا۔ ان اشخاص کے متعلق شہادت میں

۱۔ بہال تمسک کی نقل میں ہے صفحہ ۳۴ ۹۳ میٹرو صفحہ ۵۵ ۹۵ میں میتال صفحہ ۶۹ ۹۶ میں

مہتاب صفحہ ۹۰ ۹۷ و ۹۷ ۹۸۔

۲۔ صفحہ ۶۹ ۹۶۔

۳۔ صفحہ ۳۳ ۹۷۔

۴۔ صفحہ ۷۰ ۹۷۔

۵۔ ۷۱ ۹۷۔

کچھ ابہام تھا، مگر اس بارے میں چند اہمیت نہ تھی اس لیے کہ کسی گواہ نے ان لوگوں میں سے جن کے ہونے کی قسم انہوں نے کھائی کسی کو مہتاب رائے نہیں بتایا جو گواہ تھا یا جس کی گواہی کہی جاتی ہے کہ تمسک پر تھی۔ بیچ رائے نے جس کی نسبت کہا جاتا ہے کہ اس گواہ کا بھائی تھا بیان کیا کہ یہ اپنے بھائی کی ٹہر کو پہچانتا تھا اور جرح میں کہا کہ یہ ٹہر اُس کے پاس تھی اور اُس کو پیش کر سکتا تھا۔ ایسا نہیں معلوم ہوتا کہ اُس کو ٹہر کے پیش کرنے کا حکم ہوا ہو اور جتنا بیان ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ٹہر وہ نہ تھی جو تمسک پر ہوئی تھی۔

کمال الدین کی ٹہر کے بارے میں ملزم کی طرف سے یہ نہیں کہا گیا کہ کمال الدین جو نالاش کا گواہ تھا وہی تمسک کا بھی گواہ تھا۔ ملزم کے گواہوں نے کہا کہ تمسک پر جس کی گواہی تھی وہ کمال محمد ساکن مرشد آباد تھا جو نو سال اس تحقیقات کے پیشتر فوت ہوا تھا مگر ان کی اس بارے میں شہادت تمسک کے دستخط ہونے کی شہادت سے ٹھیک طور سے جدا نہیں ہو سکتی۔ اس دستخط کی گواہی چار گواہوں نے دی اور کہا کہ یہ اُس وقت پر موجود تھے اور جو کچھ ہوا تھا ذرا ذرا بیان کیا ان گواہوں کا نام جو دیبے چوہے اور چوٹن بھٹہ اور لودو من سنگھ اور شیخ یار محمد تھا۔ انہوں نے قصہ بیان کیا کہ بلاقی داس نندکار کے گھر پر آیا۔ نندکار نے اُس پر ایک قرضے کی ادائیگی کا سخت تقاضا کیا۔ اُس نے ہمت مانگی اور تمسک لگے دینے کو کہا جس پر نندکار راضی ہوا۔ تب بلاقی داس اپنے گھر گیا وہاں اُس کے پیچھے یہ چار آدمی گئے اور

۱۷ صفحہ ۹۷۰۔

۱۸ جاڈل چوہے صفحہ ۹۷۴۔

۱۹ صفحہ ۹۷۴ و ۹۸۳۔

۲۰ صفحہ ۹۸۳۔

۲۱ صفحہ ۹۹۱۔

۲۲ صفحہ ۱۰۰۸۔

محمد کمال اور صلابت بھی گئے تب اُس نے ایک محرر کو تمسک لکھنے کا حکم دیا۔ اور یہ تمسک تیار ہوا تب اُس نے اُس پر چہر کی پھر محمد کمال نے اور پھر مہرب رائے نے چہر کی پھر صلابت نے اپنا نام دستخط کیا۔ تب بلاقی داس نے تمسک محمد کمال کو دیا اور اُس سے اور صلابت سے کہا کہ اُس کو نندکار پاس لے جائیں۔ اب کی شہادت میں کچھ اختلاف تھے۔ مثلاً جو دب چولہے نے بیان کیا کہ تمسک پر چہر کرتے وقت کوئی خاص گفتگو نہیں ہوئی اور جس دوات سے لکھا گیا۔ بلاقی داس کے سامنے دھری ہوئی تھی جس وقت یہ اور دوسرے لوگ کمرے میں داخل ہوئے لگو اور ان سنگھ نے بیان کیا کہ بلاقی داس نے صلابت سے کہا کہ اُس نے جواہرات کے بارے میں نندکار سے تصفیہ کر لیا تھا اور نندکار اُس کا مرئی تھا اور اُس کے ساتھ جھگڑا کرنا مناسب نہ ہوتا اور خدمتگار دوات لایا۔ مگر ایسے معاملے کے یادیر بیان کرنے میں جو دس برس پیشتر ہوا اختلاف ہونا مقتضائے بشریت ہے۔ جس بات سے ان گواہوں کی شہادت میں شبہ پیدا ہوتا ہے یہ امر ہے کہ بہت سے ذرا تفصیلی امور کے بیان میں جن کے یادیر کہنے کی کوئی خاص وجہ ان کو نہ ہو سکتی تھی۔ ان سے بیانات غیر طبعی طور پر متفق ہوئے۔ ان گواہوں میں سے دو گواہوں کے اظہاروں کو میں ذیلی حاشیے میں ایک دوسرے کے مقابل لکھا ہوں۔

۱۱ صفحہ ۹۷۸۔

۱۲ صفحہ ۹۹۷۔

(۲)

۱۱ اظہار جو دیب چولہے (۹۷۵) ۱۲ اظہار شیخ یار محمد (۱۰۰۹)

وہ (یعنی بلاقی داس) ہمارا جہ نندکار کے بیٹھا۔ ہمارا جہ نندکار اسی گھوم رہتا تھا۔ ہمارا جہ نے میٹھا کے بیٹھا کے بلاقی داس سے کہا میرا روپیہ تمہارے پاس بہت دنوں سے ہے۔ اب یہ تمہارے پاس نہ رہے گا۔ اب اسے ادا کرو۔ تب بلاقی داس نے کہا میرا روپیہ تمہارے پاس نہ رہے گا۔ اب اسے ادا کرو۔ تب بلاقی داس نے نندکار کو سب چیزیں ڈھاکے میں لٹائیں۔ مجھے

صاف معلوم ہوتا ہے کہ یا محمد نے اپنا اظہار زبانی یا دیکھا تھا اس لیے کہ حرج میں

(۴۱) بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ بالفعل ادا کرنے کی طاقت نہیں ہے۔ محمد کو انگریزوں سے ایک مبلغ خلیفہ پانا ہے۔ وہ جب مجھ کو وصول ہوگا میں اپنے قرض خواہوں میں سب سے پہلے تمھاری رقم ادا کروں گا۔ اس کہنے کے بعد اُس نے یہ بھی کہا کہ میں بالفعل ایک تمسک لکھے دیتا ہوں۔ اس طرح بھوجو۔ بلاقی داس ہمارا جہ نندکار سے چمٹ گیا اور اُس کے آگے ہاتھ جوڑے۔ آخر ہمارا جہ راضی ہو گیا۔ بلاقی داس نے تب ہمارا جہ سے کہا محمد کمال کو میرے ساتھ میرے مکان پر بھیج دیجئے وہاں جا کر میں فوراً تمسک لکھ دوں گا۔ یہ کہہ کے بلاقی داس بہراہی محمد کمال ہمارا جہ کے گھر سے روانہ ہوا اور میں بھی ہمارا جہ سے رخصت ہوا۔ زمین سے پیچے اتر کے بلاقی داس نے کہا آؤ میرے ساتھ میرے گھر چلو۔ میں تمھارے اور محمد کمال کے سامنے تمسک لکھ کے ہمارا جہ کے پاس بھیج دوں گا۔ بعد ازاں بلاقی داس اور میں بابو ہزاری مل کے گھر پر بڑے بازار میں گیا وہاں پہنچ کر اُس نے مجھ کو بلایا۔ محور آیا اس سے کہا کہ ہمارا جہ کے نام ایک تمسک لکھ دو۔ محور نے ایک تمسک فارسی میں لکھا اور بلاقی داس کے

(۴۲) بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ جواب دیا میرا روپیہ جو میرے گھر میں مقصود آباد اور ڈھاکے میں تھا لٹ گیا۔ مجھ میں بالفعل قوت اُس کی ادائیگی نہیں ہے۔ مبلغ خلیفہ محمد کو انگریزی کمپنی سے پانا ہے جب وہ روپیہ وصول ہو جائے گا میں پہلے تمھاری ادائیگی کروں گا اور اُس کے بعد اور دوں گا۔ اُس روپے کے لیے میں بالفعل تمسک لکھ دوں گا۔ یہ مجھ سے قبل کر لیجئے اور ہاتھ جوڑ کے ہمارا جہ سے چمٹ گیا تاکہ تمسک وہ قبول کرے۔ ہمارا جہ راضی ہوا اور کہا بہت خوب۔ تمسک لکھیے۔ تب اُس نے کہا محمد کمال کو میرے ساتھ کر دیجئے۔ اور میں گھر پر جا کے تمسک لکھ دوں گا اور اُس پر چکر دوں گا اور گواہوں کی گواہی سے مکمل کر کے محمد کمال کے ہاتھ بھیج دوں گا۔ ہمارا جہ نندکار نے کہا بہت خوب۔ بلاقی داس محمد کمال کو اپنے ساتھ لے کے رخصت ہوا۔ ہمارا جہ تب اٹھا اور ہم تینوں بھی رخصت ہوئے۔ جب ہم باہر کے گھر میں پہنچے تھے تو بلاقی داس نے مجھ سے کہا۔ تم بھی میرے ساتھ آؤ۔ جب تمسک لکھ جائے اور مہر ہو تو تم دیکھا اُس کے اس کہنے پر میں راضی ہوا۔ وہ اپنی پالکی پر سوار ہو کے گیا اور ہم چاروں آدمی بھی گئے۔ ہزاری روانگی کے آدھ گھنٹے قبل وہ پالکی پر گیا۔ ہم بھی

اُس نے کہا اگر میں شروع سے بیان کروں تو بیان کر سکتا ہوں۔ میں بیچ میں بیان نہیں کر سکتا اور جب اُس سے کہا گیا پھر شروع کرو تو اُس نے جو بیان کیا تھا لفظ بلفظ دہرایا۔

(۲) یقینہ حاشیہ معصومہ گزشتہ۔ اُس کے گھر پہنچے۔ ہم نے بلاقی داس کو کھٹے ہوئے دیکھا اور اُس کے ساتھ ہتھاب رائے اور صلابت اور لٹو، دعویٰ تگھ اور ایک مھر تھا۔ ہم بٹھ گئے۔ بلاقی داس نے اپنے منشی سے کہا ۲۱۔۸۰ روپے کا تمسک مہاراجہ نندکار کے نام پر لکھ دو۔ اُس نے ایک تمسک فارسی میں لکھا۔ مھر نے بڑھ کر سنایا بلاقی داس نے سُن کر اپنے ہاتھ میں اُس کو لیا اور ایک انگوٹھی اپنی انگلی سے نکال کے سکتہ دو ات میں جو اُس کے پاس رکھی ہوئی تھی ڈبوئی اور اُس مہر کو اُس کاغذ پر جو اُس کے سامنے پڑا ہوا تھا ثبت کیا اور مہر کے محمد کمال سے کہا تم بھی اس پر گواہی کرو اور یہ تمسک اُس کے ہاتھ میں دیا۔ اُس نے بھی اپنی انگلی سے مہر اتار کے تمسک پر بطور گواہ کے ثبت کی۔ پھر بلاقی داس نے ہتھاب رائے سے کہا ابو ہتھاب رائے تم بھی اس پر گواہی کرو۔ ہتھاب رائے نے یہی اپنی انگلی سے مہر اتار کے ثبت کر دی اور گواہ ہوا۔ پھر اُس نے اپنے ذکیل صلابت سے کہا تم بھی اس تمسک کے گواہ ہو جاؤ۔ اُس نے

(۱) یقینہ حاشیہ معصومہ گزشتہ۔ ہاتھ میں دیا۔ بلاقی داس نے اُس کو دیکھ کر مہر انگلی سے اتار کے اُس پر ثبت کر دی اور محمد کمال سے کہا کہ تم بھی اس پر گواہی کرو۔ محمد کمال نے اپنی مہر اپنے ہاتھ سے بطور گواہ کے کر دی۔ اُس نے ہتھاب رائے سے کہا تم بھی گواہ ہو جاؤ۔ ہتھاب رائے نے اپنے ہاتھ سے اُس پر مہر کر دی۔ اس نے صلابت سے کہا تم بھی گواہ ہو جاؤ۔ صلابت نے بھی دستخط کر دیئے۔ صلابت نے تمسک بلاقی داس سٹیٹہ کے ہاتھ میں دیا اُس نے اس کو محمد کمال کے ہاتھ میں دیا اور کہا تم اس کو صلابت کے ساتھ مہاراجہ کے گھر پر لے جاؤ۔

یہ بھی نہایت شہدہ کی بات ہے کہ تمسک کی رائے کی ٹھیک تعداد (۲۱۰۰۲۸) اُس کو دس برس تک بلا خاص وجہ یا درہی۔ چوتن نامتھ اور لوارا درمن سنگمہ کے بیانات بھی ایسے ہی ہیں اگرچہ تقریباً بالکل ایک نہیں ہیں جیسے ان دو کے ہیں۔ ان چاروں گواہوں نے گواہوں کے چہر کرنے اور صلابت کے دستخط کرنے کی ایک ہی ترتیب اپنے اظہار میں بیان کی۔ ان چاروں سے تین نے چہروں کے پیمانے کا اظہار کیا۔ کما جہان کے ہاتھ میں پہنے ہوئے دیکھی تھیں اعتراف کیا اور جب اُن کو تمسک دکھایا گیا تو ٹھیک طرح سے بتاؤ۔ ان گواہوں کی صداقت کے متعلق ایک اور کیفیت تھی کہ ان سب نے محمد کمال کے ہونے پر حلف کیا جس کو انہوں نے کہا کہ اُس کی تمسک پر گواہی تھی مگر ایسے شخص کے وجود کے اثبات کی کوشش تک کسی اور نے نہ کی اگرچہ

(۱) حاشیہ صفحہ گزشتہ ختم

(۲) بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ دو اہام نامتھ میں نے کے اپنا نام بطور گواہ کے فارہی میں لکھا۔ تب بلاقی داس نے یہ تمسک محمد کمال کے ہاتھ میں دیا اور صلابت سے کہا تم بھی محمد کمال کے ساتھ جاؤ اور یہ تمسک ہمارا جہ زندگیاں کے حوالے کر دو۔ محمد کمال اور صلابت یہ تمسک لے کے ہمارا جہ زندگیاں کے گھر گئے میں بھی اپنے گھر گیا۔ اس تمسک پر چہر اور دستخط ہونے کا حال میں اتنا جانتا ہوں جو بیان کیا۔

۱۰ صفحہ ۹۸۷-

۱۱ صفحہ ۹۹۳-

۱۲ صفحہ ۹۷۵-۹۸۷ و ۹۹۵ و ۱۰۰۹ مقابلاً ہو۔  
۱۳ جادب ۹۹۷-۹۹۹، بیون ۹۹۱، دسمن ۹۹۶، ۹۹۷

ان گواہوں میں سے دو جو <sup>طلب</sup> اور شیخ یار محمد نے اُس کے نندکار کے گھر سے نکال کے دفن کیے جانے پر حلف کیا اور شیخ یار محمد نے سات آدمیوں کا نام لیا کہ وہ حاضر تھے مگر کوئی ان میں سے گواہی میں طلب نہیں ہوا۔ ان چار گواہوں کا ہر ایک شخص نندکار کے متوسلین <sup>طلب</sup> میں سے تھا۔

اور یہی کیفیات موجود تھے جن سے ان گواہوں کے اظہار میں یا بعض کے اظہار میں شک پڑتا ہے مگر میں بنظر اختصار ان کو نظر انداز کرتا ہوں۔

مذموم کی طرف سے اس امر کے دکھانے کی بھی شہادت گوری کہ بلائی داس کی ہر جو تک پر ثبت ہے صحیح ہے۔ اس کے لیے ایک گواہ میرا سعد علی <sup>طلب</sup> ہوا

لے صفحہ ۹۸۳۔

۲۷ صفحہ ۱۰۱۲۔

۲۷ جاہد۔ سابق میں میں ہمارا جہ نندکار کا ملازم تھا۔ وہ آجکل بیکار ہیں۔ اُن کی نوکری جاتی رہی اس لیے میری بھی گئی صفحہ ۹۷۵۔

چیتن ناتھ۔ میں سابق میں ہمارا جہ کا نوکر تھا اب نہیں ہوں۔ وہ بیکار ہیں مجھ کو امید ہے۔

سوال۔ تمہاری کیا امید ہے؟

جواب۔ میں کچھ نوکری یا جاؤں گا۔

سوال۔ کیا وجہ ہے کہ تم نوکری کی امید رکھتے ہو۔

جواب۔ کوئی وجہ نہیں ہے۔ ہمارا جہ بڑا آدمی ہے اُس سے کام چلتے ہیں۔ مجھ کو امید ہے کہ وہ

مجھ کو نوکر رکھوادیں گے۔

سوال۔ اس امید میں تم کیسے پڑے ہو۔

جواب۔ جب سے کہ ہمارا جہ بیکار ہیں میں اُن کے گھر پر دو سرے یا تیسرے برابر جایا کرتا ہوں۔

وہ کہتے ہیں اچھا جب میں برسرا ہوں گا تمہارے لیے کوئی صورت نکال دوں گا صفحہ ۹۸۸۔

لٹو دین سنگھ، رادھا چرن نندکار کے داماد کا نوکر تھا صفحہ ۹۹۲۔

شیخ یار محمد نے بیان کیا کہ کسی کا نوکر تھا مگر ہمارا جہ کے ساتھ برابر دس یا پندرہ برس رہا ہوں۔

صفحہ ۱۰۰۹۔

۹۹۸-۱۰۰۲۔

جس نے ایک رسید پیش کر کے کہا کہ یہ اُس کو بلائی داس نے دی تھی۔ اس پر وہی ہی  
 جہر تھی جیسی نکل کر تھی کہ بلائی داس نے اس تمسک پر کی تھی۔ اسد علی نے بیان کیا کہ  
 یہ رہتا اس سے خزانہ میر قاسم پاس لے جاتا تھا، میر قاسم نے اُس کو جیسنانہ  
 بلائی داس پاس درگاوتی میں لے جانے کا حکم دیا۔ اُس نے ڈیڑھ سو سووار  
 ڈیڑھ سو پیادوں کے ساتھ جا کے خزانہ بلائی داس کو ایک جیسے میں درگاوتی میں  
 حوالے کیا اور اُس سے اُس کی رسید لی۔ بروقت تحقیقات یہ گواہ نوکر نہ تھا اور  
 بیان کیا کہ مجھ سے اور ہمارا جہنڈکار سے ملاقات ہوئی تھی اور اُس نے مجھ سے  
 وعدہ کیا تھا کہ انشاء اللہ جب اُس کو کوئی خدمت ملے گی تو مجھ کو بھی ضرور  
 ملے گی۔ اچھے بطور گواہ طلب ہونے کی اور پٹنے سے کھلنے میں اس رسید کے  
 لانے کی نا اطمینان بخش اور بالکل غیر مربوط وجہ بتائی۔ علاوہ بریں اکثر خصوصیات  
 میں اُس کا بیان متضاد تھا۔

یہ رسید مورخہ ۲۸ اوسوم ۱۷۶۴ء مطابق ۸ اکتوبر ۱۷۶۴ء تھی۔ یہ امور پائید ثبوت کو  
 پہنچے ہیں کہ یہی ۱۷۶۴ء میں میر قاسم اخیر مرتبہ بہار سے پسا ہوا ۱۱ در بظاہر اسی سنہ  
 کی ابتدا میں رہتا اس اُس سے چھن گیا۔ اگرچہ اس کی ٹھیک تاریخ مذکور نہیں ہے۔  
 ۲۳ اکتوبر ۱۷۶۴ء کو جنگ واقع ہوئی اور اس جنگ کے چند ہفتے پیشتر  
 قاسم علی خاں بکسر میں پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا۔ نواب وزیر شجاع الدولہ کی ہمت سے  
 اس جنگ کے قبل ایک ماہ یا چھ ہفتے تک بلائی داس نواب کے خیمے میں

۱۷۶۴ء سنوڈورٹونی، دوس گائی اور درگائی بھی کہتے تھے

۴۹۴

۵۵ صفحہ ۱۰۰ ترجمان مسٹر ایٹ جمنی طور سے تاریخ بیان کی مگر اس بار سے میں جو اور لوگوں نے  
 بیان کیا ہے اُس سے یہ تاریخ مطابق ہوتی نہیں معلوم ہوتی۔

۵۶ صفحہ ۱۰۰ مسٹر ایٹ

۵۷ صفحہ ۱۰۰ اگر نکل کر ڈ

۵۸ صفحہ ۱۰۰

۵۹ صفحہ ۱۰۰ اکتیان کارنگ صفحہ ۱۰۰ کش جیون داس صفحہ ۱۰۰ ۱۰۰۶

روپیہ وصول کرنے کی غرض سے قید رہا اور اسی زمانے میں اسی جہت سے اور اسی غرض سے میر قاسم قید تھا۔ یہ سب امور کشن جیون داس کی شہادت سے ثابت تھے جو اُس وقت بلاقی داس کے ساتھ بطور صدر نگہداشتے کے تھا۔ کشن جیون داس نے بیان کیا کہ اُس کو اسد علی خاں کا کچھ حال معلوم نہیں اور بلاقی داس پاس سپاہیوں کے ساتھ خزانے کا آنا اُس کو بالکل یاد نہیں پڑتا اگر اس رسید کی تاریخ پر فخرانہ آیا ہوتا تو شجاع الدولہ کا خزانچی اُس کو ضرور ہمیں لیتا اور اس خزانچی کی حوالہ میں بلاقی داس تھا اور اُس نے اُس کو لٹا تھا۔ کشن جیون داس نے اس بات پر بھی حلف کیا کہ جس معاملے کا اسد علی نے ذکر کیا اس کا پتا کہیں بھیوں میں نہیں ہے جن میں حسابات مابین بلاقی داس و میر قاسم کے درج تھے۔

ان باتوں سے امور ذیل ثابت ہوتے ہیں۔ اولاً یہ کہ اسد علی کی شہادت درج قعی اور ثانیاً یہ کہ اُس کے پاس ایک آلہ تھا جس سے ایسا چھاپہ ہوتا تھا جیسا کہ تمسک پر تھا جو کہا جاتا تھا کہ بلاقی داس کی مہر کا ہے جعل کرنے کے لیے ایسا آلہ درکار ہوتا ہے۔

مزم کی طرح کی شہادت کا ذیل کا ٹکڑا اس کی جواب دہی کا نہایت قوی جزو تھا۔ کشن جیون داس نے حلف کیا کہ بلاقی داس کے مرنے کے بعد جب اُس نے اُس کے روزنامے سے حساب اٹھایا تو اُسے کہیں ذکر جوہرات کا جن کے متعلق تمسک تھا معلوم نہ ہوا اُس کا بیان تھا کہ اُس نے جوہرات کا حساب پدموہن داس سے مانگا۔ پدموہن داس نے ایک افسرانہ نامہ نکالا

۱۰۰۷ صفحہ ۱۰۰۷

۱۰۰۸ صفحہ ۱۰۰۸

۱۰۰۹ صفحہ ۱۰۰۹

۱۰۱۰ صفحہ ۱۰۱۰

۱۱۔ یہ لفظ حقیقتات کی رودادیں کہیں قرار نامہ کہیں قرار نامہ کہیں کر سامانہ لکھی ہے اور ایک جگہ (غالباً چھاپے کی غلطی سے) قنات نامہ ہے صحیح لفظ بیشک قرار نامہ ہے۔ قرار کے معنی مضبوطی استحكام اثبات کے ہیں اور عام طور سے معاہدہ تحریری کہتے ہیں۔ قرار نامہ تحریری معاہدہ ہمد و بیان (ولسن)۔

جو پدموہن داس کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا اور جس پر بلائی داس کی مہر تھی۔ اس اقرار نامے سے کشن جیون داس نے بلائی داس کی بہیوں میں داخلہ لکھا اور وہ باتیں لکھ کے جو اس تمسک کے مضمون سے بالکل مطابقت نہیں نندکار کے نام مبلغ ۶۹۶۳۰ روپے آئے دادنی درج کیے۔ اگر یہ شہادت سچ تھی تو صاف بات ہے کہ نندکار براءت کا مستحق تھا اس لیے کہ اس شہادت سے ثابت ہوا کہ جس روپے کی بابت یہ تمسک تھا وہ درحقیقت بلائی داس سے نندکار کو پانا تھا۔ یہ داخلہ تمسک کی ادائیگی کی مدت کے بعد لکھا گیا کوئی چار برس تحقیقات کے پیشتر اور چھ یا سات مہینے پدموہن داس کے مرنے سے قبل بلائی داس کی جاہد کے متعلق ناشی کرنے کی غرض سے یہ بہیاں مرتب ہوئی تھیں۔ اسی گواہ نے بیان کیا کہ وصی پدموہن داس اور ناشی موہن پرشاد نے بہیوں میں یہ داخلہ ضرور دیکھا ہوگا اور اُس نے اُن سے اس کا ذکر کر دیا تھا۔ یہ بات اُس نے نہ بیان کی اور نہ سابقاً اُس سے پوچھی گئی کہ آیا موہن پرشاد نے بلائی داس کا دستخط کیا ہوا کاغذ دیکھا تھا۔ یہ امر ظاہر ہے کہ اگر اُس نے یہ کاغذ دیکھا تھا تو پھر نندکار پر اُس کا ناشی کرنا نہایت برا فعل ہوتا اس لیے کہ اس سے ظاہر ہوتا کہ اُس نے اُس پر جعل کی ناشی کی دراصل لیکہ وہ اُس کے بے قصور ہونے سے واقف تھا۔ اس مقدمے کے بالکل آخر میں اور بہت سی شہادت

لے اس رقم کی جمع یوں تھی۔

دادنی حسب تمسک ..... ۳۸۰۲۱

چار آنے فی روپیہ عوض سود ..... ۱۲۰۰۵ - ۴

۶۰۰۲۶

۱۶ روپے سیکڑا بڑے کلے کا ..... ۹۶۰۴ ۳

۶۹۶۳۰ - ۴

یہ رقم دادنی ہوئی۔

پیش ہونے کے بعد کشن جیون داس نندکمار کی خواہش سے دوبارہ طلب ہوا اور اُس سے پوچھا گیا کہ آیا اُس نے موہن پرشاد کو اُس اقرار نامے کا مضمون سمجھا دیا تھا۔ اُس نے جواب دیا کہ موہن پرشاد اور نندکمار اور وہ خود باہم نندکمار کے گھر پر تھے اور اُس نے (یعنی کشن جیون داس نے) یہ اقرار نامہ موہن پرشاد کے سامنے پڑھا تھا۔ جرح میں اُس نے اتنا اور بیان کیا کہ موہن پرشاد نے اس کاغذ کو اپنے ماتھے میں لے کے پڑھا تھا۔ اس سے پوچھا گیا کہ یہ بات اُس نے پہلے کیوں نہیں بیان کی۔ جواب دیا کسی نے جب اس بارے میں پوچھا نہیں تو کیوں میں موہن پرشاد کے برے افعال بیان کرتا۔ بعد ازاں اُس نے کہا کہ اس واقعے کو بھول گیا تھا۔ بعد ازاں مکر کہہا کہ موہن پرشاد سے ڈرتا تھا اور اس امر کے صاف بیان کرنے کی کوشش میں بہت گھبرا گیا۔ موہن پرشاد سے دوبارہ طلب کر کے اس باب میں دریافت نہیں کیا گیا مگر اپنے انہار کے ابتداء میں اس نے داخلہ مذکور کے علم سے انکار کیا تھا۔

خود یہ کاغذ بر وقت تحقیقات میں نہیں ہوا۔ اگر کشن جیون داس کا کہنا مان لیا جائے تو یہ کاغذ جب اُس نے اُس کو دیکھا تھا تو نندکمار کے قبضے میں تھا چونکہ اُس نے بیان کیا کہ ہمارا راجہ نے اُس کو اپنے گھر سے منگایا تھا مگر دوسرے گواہ موہن داس نے بیان کیا (اگر اس کی شہادت اسی کاغذ کی بابت ہو جیسا کہ میں سمجھتا ہوں کہ ہے اگرچہ یہ امر رگوصاف نہیں ہے) کہ اُس نے نندکمار کے کہنے سے نقل اصل کاغذ کی اور اصل پر موہن کو دی اور نقل اپنے پاس رکھی جو تحقیقات میں پیش ہوئی۔

اس تمام شہادت کا حاصل یہ ہے کہ پر موہن نے کشن جیون داس کو ایک کاغذ دکھایا جو گویا بلاقی داس کا دستخط کیا ہوا تھا بائیں مضمون کے تمسک مذکور کے قرضے کی قسم واجب الادا ہے۔ بلاقی داس کے اس دستخط کو اُس کے سابق کے گناہ کشن جیون داس نے

۱۰۶۱ صفحہ ۱۰۶۱۔

۱۰۶۲ صفحہ ۱۰۶۲۔

۱۰۶۳ صفحہ ۱۰۶۳۔

۱۰۶۹ صفحہ ۱۰۶۹۔ شکل ہے دریافت کرنا کہ اس انہار میں کس طرف اشارہ ہے اس لیے کہ جس کاغذ کے یہ متعلق ہے اُس کی نقل نہیں دی گئی مگر ایک شخص سنگولال صفحہ ۱۰۵۲ جس کو موہن داس نے کہا کہ اُس نے جس کاغذ کی نقل کی تھی اُس پر اس کی تصدیق تمہی بیان کرتا ہے۔ میں نے ایک اقرار نامے کی تصدیق کی میں کہہ سکتا ہوں کہ باوجود بہت دفعہ مجھے کیا کوشش کرنے کے اس مقدمے کے چند کاغذات میری سمجھ میں نہیں آئے چونکہ کسی کو دم از کم مجھ کی ممکن نہیں کہ مضمون ان کا دریافت کر کے کیا ہے۔

بتایا ہے کہ سچی تھی۔ اس کاغذ کو کش جیون داس نے کہا کہ نذکار کے مدعی نے دیکھا اور پڑھا تھا اُس نے اس سے انکار کیا اور کش جیون داس متضاد باتیں کہنے لگا جس سے اعتماد اُس کی شہادت پر متزلزل ہو گیا لیکن ہے کہ پدموہن اس فریب میں شریک رہا ہو۔ اسی اقرار نامے کو کہتے ہیں کہ اُس کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا اور اس پر دستخط بلاقی داس نے کیے تھے یا ایسا کرنا متصور ہوتا تھا آیا اُس نے جعلی دستخط بنائے یا سچے دستخط پر دغا سے یہ عبارت لکھ لی اس امر کی توضیح کی جائے گی۔ یہ بات سمجھنی مشکل ہے کہ جب یہ کاغذ سچا تھا تو کیوں اتنی مدت تک روک رکھا گیا اور جب اس سے کش جیون داس کے توہمات کے دفع کرنے کا کام لیا جا چکا ہے تو غائب ہو گیا اور صرف نقل اس کے بدلے بطور دلیل کے پیش ہوئی۔ فقرات مذکور ذیل میں جو قابل ملاحظہ ہیں۔ موہن پرشاد کی گواہی سے پدموہن پر بہت الزام آتا ہے۔

سوال۔ کیا تم نے ذرا اُس اندیشے کا جو جعل کی بابت تم کو ہوا تھا پدموہن داس سے کبھی کیا تھا۔

جواب جب پدموہن داس نے تیسک ہمارا جہ نذکار کے پاس رسات کو لاکے مجھ کو پڑھ کر سنا یا تو اُس کی صبح کو میں نے اس سے پوچھا کہ کیا سبب سے کات لایا تھا تو اُس نے مجھ کو تین کاغذ دکھائے اور فارسی کاغذ پر یہ کچھ لکھا تھا میں نے کہا ان کاغذات کی بابت کچھ دینا نہیں تھا یہ کیا معنی ہیں۔ پدموہن داس نے کہا کہ تسلی سے رہو میں اس کا حال تم سے کہہ دوں گا بعد ازاں بلاقی داس کی بیوہ نے کاشی ناتھ کے ذریعے سے ناش مشرسل کے پاس کی سی اُس نے بھی ناش عدالت (یعنی نکلہ میر پلہ) میں کی اور مشرمر کو مختار اور سیل کو مختار عدالت کیا۔

سوال۔ کیا پدموہن داس نے تسکین بخش حال ان تمکات کا کبھی بیان کیا تھا۔

جواب۔ نہیں وہ ہمیشہ مجھ کو مالتا رہا یہ کہہ کے کہ بتادوں گا، بتادوں گا۔

سوال۔ کیا تم نے اس کی بابت چند مرتبہ اُس سے پوچھا تھا؟

جواب۔ میں نے اُس پر بہت زور نہیں ڈالا۔ گسائیں نے زور ڈالا اور

نتیجہ یہ ہوا کہ پدموہن داس قید ہو گیا۔

یہ ہیں وہ ہم مورجن پر بحث بروقت تحقیقات کے معمولی چند اور بھی امور ایسے تھے مثلاً کہا جاتا کہ موہن پرشاد نے جموٹی حلفیہ شہادت دلانے کی کوششیں کیں جو بہت نامدے یا اہمیت کی نہ تھی اور جن کو میں نے جگہ چانے کی غرض سے ترک کیا مگر جن امور کی میں نے تنبیہ کی ہے وہ ہیں جن پر حکم موقوف تھا۔

اب ایک سوال جو بہت دلچسپی رکھتا ہے، یہ باقی رہ گیا کہ آیا نندکار کا مقدمہ انصاف کے ساتھ ہوا یا نہیں؟ اس کے جواب میں نندکار کے اثبات جرم کے قرائن پر رائے زنی کرنے سے قبل میں اپنی کے فیصلے کو تمام وکال ذیل میں نقل کرتا ہوں۔ آگے چل کے اپنی کے خلاف جو دفعات قائم کی گئی تھیں اور ان میں اسے صریح و شرمناک طرفداری کا لازم قرار دیا گیا تھا، اس الزام کا سب سے بہتر جواب خود اس فیصلے سے بہم پہنچ سکتا ہے۔ فیصلہ یہ ہے:-

”قیدی (یعنی نندکار) فارسی کی ایک جعلی دستاویز بنانے کا مجرم قرار دیا گیا ہے اور اس جعل سے اس کی نیت یہ تھی کہ بلاقی داس کو دھوکا دے۔ دوسرا جرم یہ ہے کہ جعلی جاننے کے باوجود اس نے یہ دستاویز شائع کی۔ فرد قرار داد جرم میں ان جرائم کو کئی طریقے سے متعدد دفعات میں درج کیا ہے۔ کہیں تو اسے لازمی تحریر بتایا ہے اور کہیں ”تمسک“ کے نام سے یاد کیا ہے جس کا خفا مختلف اشخاص کو جو مختلف طور پر تعلق رکھتے تھے، دھوکا دے کے روپیہ وصول کرنا تھا۔“

مقدمے میں سے ان سب دفعات کو علحدہ کر دوں گا۔ میرے نزدیک جن پر کوئی شہادت موثر نہیں ہو سکتی، البتہ جن کی شہادت موثر ہو سکتی ہے یا خصوصیت کے ساتھ موثر ہے، صرف ان کا ذکر کروں گا۔ چنانچہ ان دفعات کو میں نے خارج کر دیا ہے جن میں دستاویز کی اشاعت کا مدعا بلاقی داس کو دھوکا دینا بتایا گیا ہے۔ اس لیے کہ جو اشاعت ثابت ہے وہ بلاقی داس کی وفات کے بعد ہوئی تھی۔ اسی طرح پدموہن داس اور گنگا گیشن کی فریب دہی کی دفعات بھی خارج کر دی ہیں جن کو فرد میں مشترک وصی قرار دیا گیا ہے حالانکہ پدموہن داس کے وصی ہونے کا کوئی ثبوت موجود نہیں ہے۔“

اب وہ دفعات جن پر میری رائے میں شہادت موثر ہے، صرف پہلی پانچویں، نویں اور تیرھویں ہیں جن میں اس دستاویز کو بلاقی داس کے دھوکا دینے کی

لے یہ جو کچھ اس نے اوپر لکھا، اس کے معارض معلوم ہوتا ہے۔“

غرض سے بنانے کا الزام درج ہے۔ اٹھارہویں میں گنگا بشن اور ہنگولال کو دھوکا دینے کی نیت تحریر ہے جو بلاقی داس کی دھیت میں اس کے بھتیجے اور امین بتائے گئے ہیں۔ انیسویں میں اسی بیان کی جعلی سمجھنے کے باوجود اشاعت کا ذکر ہے جس کا مقصد گنگا بشن اور ہنگولال کو ٹھکانا تھا اور شہادت سب سے زیادہ قوت کے ساتھ اسی دفعہ پر منطبق ہوتی ہے۔ بیسویں اور اکیسویں دفعات میں پس ماندہ دھی گنگا بشن کو ٹھکنے کی نیت سے جعل سازی اور اشاعت کا الزام ہے؟

اس امر کی کوئی شہادت موجود نہیں کہ یہ دستاویز فی الواقع کس وقت بنائی گئی۔ اسی لیے آپ ٹھیک طور پر شکل سے کہہ سکتے ہیں کہ آیا یہ جعل بلاقی داس کی زندگی میں تیار ہوا یا اس کے بعد اور آیا اس کی غرض بلاقی داس کو ٹھکانا تھی یا اس کی دفات کے بعد ان پس ماندوں کو جن کا جاگیر سے تعلق ہے؟

دستاویز کی اشاعت یقیناً بلاقی داس کی دفات کے بعد ہوئی۔ لہذا اگر آپ قیدی کو اس جرم کا مجرم قرار دیں تو یہ سمجھنے میں ایسی کوئی دشواری نہیں پیش آئے گی کہ وہ کس کو دھوکا دینا چاہتا تھا کیونکہ ظاہر ہے اس کا مقصد اس کے اوصیاء یا وصیت سے فائدہ اٹھانے والوں کو ٹھکنے کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ چونکہ جاگیر کی تقسیم روپے کے حصص کے مطابق ہونے والی تھی جیسا کہ اس ملک میں رواج ہے اور جیسا کہ قدیم اہل رونا میں ایس کی تقسیم ہوا کرتی تھی، لہذا اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس کا بڑا اثر بلاقی داس کے بھتیجوں، گنگا بشن اور ہنگولال پر پڑے گا؟

لیکن میں یہ تصریح کہ شہادت کا کونسا حصہ اصل جعل سے متعلق ہے پوری شہادت پر نظر ڈالنے کے بعد کروں گا اور جب جعل ثابت ہو جائے گا تو پھر یہ بتاؤں گا کہ شہادت کا کونسا حصہ دستاویز کی اشاعت پر عائد ہوتا ہے؟

اس مقدمے کی تحقیقات میں بہت دن صرف ہوئے اور شہادت بھی بہت طول طویل ہے۔ اور ہر چند آپ صاحبوں نے اس پر جس قدر توجہ قائم رکھی، اتنی توجہ کسی جوڑی کو میں نے اتنے طول مقدمے میں مبذول رکھتے نہیں دیکھا۔ تاہم پوری شہادت کو یکجا کرنے اور مقدمے کے ابتدائی زمانے میں جو شہادت پیش ہوئی، اُسے آپ کے حافلے میں تازہ کر دینے کی غرض سے، اس سب کو دہرا دینا ضروری ہے۔

(یہاں میرے مجلس موصوف نے پوری شہادت کو دوبارہ پڑھ کر سنایا اور پھر سلسلہ تقریر اس طرح جاری رکھا۔)

”قوانین انگلستان کی رو سے اُن قیدیوں کے وکیل کو جن پر خیانت مجربانہ کا الزام ہو، جو رسی کے سامنے شہادت پر تنقید کرنے کی اجازت نہیں ہوتی بلکہ وہ صرف قانونی مسائل تک اپنی تقریر کو محدود رکھتے ہیں۔ لیکن میں نے ان سے کہہ دیا کہ اگر وہ کوئی بات جو رسی سے کہنا چاہتے ہیں تو میں وہ آپ تک پہنچا دوں گا اور ان اقوال کا پورا لحاظ رکھا جائے گا۔ اور اس طرح انھیں وہ فوائد حاصل ہو جائیں گے جو دیوانی مقدمے والوں کو حاصل ہوتے ہیں۔“

اس پر مشرفی نے حسب ذیل باتیں کہیں جو میں اُسی کے لفظوں میں آپ کے سامنے نقل کرتا ہوں تاکہ آپ انھیں وہی وقعت دیں جس کے بعد ضرور متفق ہوں۔

(۱) ”یہ بلاقی داس کے ساتھ کوئی جعل سازی نہیں کیو نکہ یہ ثابت نہیں ہوا کہ یہ جعل بلاقی داس کی زندگی میں بنایا گیا تھا۔“

اور اس کا یہ کہنا واقعی بالکل صحیح ہے کہ جعل سازی کے ٹھیک ٹھیک وقت کا کوئی ثبوت ہم نہیں پہنچا؟

(۲) اوصیا کے ساتھ یہ اس لیے جعل سازی نہیں ہے کہ استغاثے کی شہادت سے ثابت ہوتا ہے کہ ان اوصیا کو جعل کی پہلے سے خبر دیدی گئی تھی اور انھوں نے

بلطیب خاطر دستک کی رقم ادا کی۔ پدموہن تو مراٹھا اس واقعے سے باخبر تھا؟ یہ امر کہ گنگا کشن بھی اس طرح باخبر تھا، اس شہادت پر منحصر ہے جس کا

میں آگے ذکر کروں گا لیکن میری دانست میں یہ شبہہ کرنے کی توی وجہ ہے کہ اگر کوئی دغا کی گئی تو اس راز میں پدموہن داس بھی شریک تھا۔ مگر میں نے مقدمے

سے اُن دفعات ہی کو خارج کر دیا ہے جس میں گنگا کشن اور پدموہن داس کو

لے مشرفی ٹیڈ نے ج نے اس آخری تقریر کو مختصر بتایا ہے۔ وہ ضرور اس سطر کو نظر انداز کر گئے کیونکہ شہادت کے یہ بیانات ہی ”اسٹیٹ ٹرائلز“ کے ۱۳۱ صفحات پر چھپے ہیں؟

مشترک اوصیاء کی حیثیت سے فریب دینے کی نیت سے جعل بنانے یا اسے شائع کرنے کا الزام قائم کیا گیا ہے کیونکہ استغاثہ یہی ثابت کرنے سے قاصر رہا کہ پدموہن واقع میں وصی تھا۔ اس بارے میں کوئی تحریر پدموہن کی پیش نہیں کی گئی اور سارا انحصار اس امر پر رکھا گیا ہے کہ پدموہن داس نے ایک مرتبہ میرکمہ کی کچھری میں جو حسابات داخل کئے اُن پر دستخط کیے تھے۔ ہم نے اُسے کافی نہیں سمجھا۔ اس طرح تو موہن پر شاد بھی وصی ثابت کیا جاسکتا ہے کہ اُس نے بھی عدالت مذکورہ میں حسابات پر دستخط کئے تھے؟

(۳) ”امیونوں کے ساتھ بھی جعل سازی نہیں ہوئی کیونکہ وہ اس کی اشاعت کے وقت بجز موقت تعلق کے کوئی اصلی تعلق نہیں رکھتے تھے اور وہ مالیہ تعلق اور مستقبلہ یہ تعلق، کوئی واقعی تعلق نہیں ہے۔ اگر اس موقع کے پیدا ہونے سے قبل وہ فوت ہو جاتے تو یہ تعلق یا حق اُن کے درنا کو متواتر نہ ہوتا بلکہ بلاقی داس کے اقرب عزیزوں کو پہنچتا۔ نظر بریں اُن اُننا کے ساتھ کوئی فریب نہیں ہوا۔“

یہ ایک قانونی مسئلہ ہے اور اس میں مجھے چاروں چار مشرفین سے اختلاف کرنا پڑتا ہے۔ کیونکہ میری اور ہم سب کی رائے میں بھتیجوں اور خاندانی اوصیاء کے حقوق، اصلی تعلق کے مصداق ہیں اور جب کبھی بلاقی داس کا واجب الادا روپیہ کمپنی ادا کرتی تو یہ اس کے قائم مقاموں ہی کا حصہ ہوتا۔ شاید مشرفین اسی وصولی کے موقع کو موقت سمجھے ہیں؟

معلوم ایسا ہوتا ہے کہ میرے ساتھ کی عدالتوں میں جو رائے ظاہر کی گئی ہے، اُس کے غلط سمجھنے کی وجہ سے یہ اعتراض پیدا ہوا۔ اس رائے کو پڑھ کر اول اول مجھے بھی حیرت ہوئی تھی۔ اور وہ یہ ہے کہ کمپنی سے واجب الادا روپیہ وصول ہونے سے قبل، نہ اوصیاء مقرر ہونے والے تھے اور نہ وصیت کے ادر کسی حصے پر عمل ہوتا؟ اس کے معنی یہ ہونے کہ بلاقی داس اس قرضے کی وصولی کے بغیر اپنے آپ کو محض تلاش سمجھتا تھا اور صرف اس روپے کی وصولی کی صورت میں وصیت کرنی چاہتا تھا؟ لیکن وصیت نامے کو پڑھ کر میں نے اپنے بھائی ارکان عدالت کو بتایا کہ اس میں دوسری رقوم کے بھی حساب کتاب موجود ہیں اور پھر ہم دونوں متفق ہو گئے کہ کمپنی سے

روپیہ وصول نہ ہونے کی صورت میں بھی اومیا کا تقرر اور وصیت نامے پر عمل درآمد ہوتا۔ اور یہ کہ اس عدم وصولی کے باوجود بلاتی داس نہیں چاہتا تھا کہ بغیر وصیت کئے ہوئے مر جائے۔ مگر ان سب سے قطع نظر، یہ شہادت موجود ہے کہ کمپنی کے تشکات سے بھی وصیت نامے کی تکمیل ہو گئی ہے؟

مذکورہ بالا تین اعتراضوں کے علاوہ مسٹر فیروز نے ذیل کے مشاہدات بھی پیش کئے:-

”فارسی خطوط اس ملک کے عام دستور کے موافق مہر کئے ہوئے ہوں تو شہادت میں پیش نہیں ہو سکتے بجا لیکہ ہمارے قوانین کے بموجب انگلستان کے دستور کے مطابق جن خطوط پر مہر کر دی گئی ہو وہ پیش ہو سکتے ہیں؟“

آپ نے ان خطوط پر نظر ڈالی اور ان کے قریب زمانے کی تحریر ہونے کا مشاہدہ کیا۔ آپ نے سمجھ لیا کہ یہ فرضی ہیں لیکن چونکہ انھیں شہادت میں پیش نہیں کیا گیا، اس لئے میں نے خود آپ سے کہہ دیا کہ اس کا کوئی اثر آپ نہ لیں، میں نہیں سمجھتا کہ جینا کے کسی ملک میں بھی قانون ایسے خطوط کو شہادت میں داخل کرنا جائز قرار دے سکتا ہے۔ یہ ایک لفافے میں تھے جس پر بلاتی داس کی مہر تھی لیکن اپنے لفافوں سے الگ نکلے ہوئے تھے اور یہ لفافے کھولے جا چکے تھے۔ ایسے لفافوں میں

لے مسٹر بیورج مقدمے کی تنقید کرتے ہیں، لکھتے ہیں کہ:۔ جو ری کے مزاج کا اندازہ اسی واقعے سے بخوبی ہو سکتا ہے کہ مقدمے کے دوران میں ملزم کی طرف سے ایک کاغذ جو ری کے سامنے پیش ہوا تو اس جماعت کے سرگروہ نے کہا کہ ایسے کاغذ پیش کرنا اور ان سے یہ ثبوت ڈھونڈنا کہ وہ فی الواقع اس تاریخ کے ہیں، جس کا ملزم کی طرف سے ادعا کیا جا رہا ہے، ہماری عقل و فہم کی توہین کرتی ہے؟

روڈ اومیں یہ واقعہ صفحہ ۹۹۸ پر درج ہے اور اپنی کی آخری تقریر سے عموماً مطابقت رکھتا ہے اب اگر یہ کاغذات کلیتہً غیر مستند تھے اور سوائے اس کے کہ انھیں ایک لفافے میں جس پر بلاتی داس کی مہر تھی مگر جو پہلے سے کھولا جا چکا تھا، پیش کیا گیا، اور کوئی وجہ استناد نہ رکھتے تھے، تو بے شبہہ انھیں شہادت میں لانا جو ری کی عقل و فہم کی توہین کرتی تھی اور اگر جو ری والوں نے ایسا خیال ظاہر کیا، تو اس میں قباحت کیا تھی؟ مگر بیورج صاحب وجہ تو بیان نہیں کرتے صرف یہ لکھتے ہیں کہ جو ری نے ایسا کہا؟

کوئی تحریر بھی رکھی جاسکتی ہے۔ پھر ان خطوں پر کسی کے دستخط بھی ثبت نہ تھے ایسی چیز کو جائز شہادت سمجھا جائے تو ہر مقصد کے لئے جو چاہے گھڑا جاسکتا ہے بھگتستان میں خطوں پر کاتب کے دستخط ہوتے ہیں اور اس کا خط بھی ثابت کرنا ہوتا ہے۔ عرض ایسے خطوں کو شہادت میں داخل کرنا محال ہے؟

اس کے بعد فیروز صاحب کہتے ہیں کہ ”گواہ مرچیکے۔ تحریر پر اپنی ہونے کی اور استغاثہ مدت سے اس کو جانتا تھا، حضرات، یہ اعتراضات خاص وزن رکھتے ہیں اور فیصلہ کرنے کی غرض سے آپ پوری شہادت پر غور کریں تو لازم ہے کہ ان پر بھی پوری توجہ مبذول کریں اور مجھے یقین ہے کہ آپ ضرور ان پر توجہ کریں گے؟“

پھر فیروز صاحب کہتے ہیں کہ ”ملزم کے بلاتنی داس کی جعلی مہر بنانے کی کوئی شہادت نہیں پیش کی گئی حالانکہ اس کا صرف اسی پر الزام ہے؟“

واقع میں اس کے مہر بنانے کی کوئی شہادت نہیں۔ لیکن مسٹر فیروز کا یہ کہنا کہ اس جرم کا اسی کو ملزم گردانا گیا ہے، درست نہیں ہے۔ حقیقت میں اُس پر مہر بنانے کا نہیں، بلکہ دستاویز جعلی بنانے کا الزام ہے اور نیز اُسے جعلی جان کر شائع کرنے کا۔ اور جیسا کہ میں آگے بتاؤں گا، اسی پر شہادت زیادہ تر موثر ہے اور اسی پر مجھے آپ کی فوری توجہ معطوف کرنی ضروری ہے؟

مسٹر فیروز کہتے ہیں کہ ”ملزم کا ایک ایسی چیز کا اقبال کرنا، جو اُس کی جان کو خطرے میں ڈال دیتا، اور ایسے اشخاص کے سامنے اقبال کرنا جو اُس کے معتد علیہ نہ تھے، سراسر لغو ہے۔ پھر تین مہینے بعد اُس کا کمال الدین کا کھیت میں ضمانت دینے سے انکار کرنا، حالانکہ انکار سے جو بڑے نتائج صدمہ پیدا ہو سکتے تھے، اُن کے مقابلے میں یہ ضمانت بہت ادنیٰ درجے کی بات تھی، بالکل ناقابل یقین چیز ہے تیسرے صرف ایک بار جو اقبال کیا گیا ہو، اور وہ بھی صرف موجودہ گواہوں کے سامنے، جیسا کہ کمال نے شہادت میں بیان کیا، بہت ہی کم اعتبار کے لائق رہ جاتا ہے؟“

اے کیا اس سے تبدی کے خلاف شرمناک تعصب ظاہر ہوتا ہے؟

یہ ہر طرح انہیں ہے کہ ان امور پر آپ غور کریں اور اچھی طرح جانیں کہ ان گفتگوؤں کے وقت یہ لوگ کس قسم کے تعلقات رکھتے تھے۔ اس نوعیت کے اقبال، بے شبہہ مشتبہ ہوتے ہیں اور سوائے اس صورت کے کہ دوسرے طریقوں سے ان کی تصدیق ہو جائے، آپ ان پر ضرورت سے زیادہ اعتبار کرنے میں بہت احتیاط کریں؛ قولہ (اعنی مشرفیر)؛ ”کمال نے ملازم کے اقبال کی جو صورت بتائی ہے، اس میں کوئی خاص اور غیر معمولی وجہ نہیں بیان کی۔ چونکہ یہ بخوبی معلوم ہے کہ بالکل معمولی صورتوں میں اس ملک کے باشندے نہایت ظالمانہ تجویزیں سوچتے رہتے ہیں جو عمل میں نہیں آتیں اور نہ جتنی مدت اس معاملے میں ہوئی ہے، اس سے زیادہ گزرنے کے باوجود عام طور پر لوگوں کے علم میں آتی ہیں اور ان میں سچ اور جھوٹ کی اس عیاری سے آمیزش کی جاتی ہے کہ اصلیت کا پتا چلانا قریب قریب نامکن ہو جاتا ہے؛ (اقول) اٹلس ملک میں میری سکونت اور تجربہ اس قدر کم ہے کہ میں اس قول کی صحت کا فیصلہ نہیں کر سکتا۔ اس میں دسیوں کے بیانات کے بدنام ہونے پر توجہ دلائی گئی ہے آپ مدت سے اس ملک میں رہتے ہیں اور بعض ہمیں کی پیدائش ہیں۔ آپ جان سکتے ہیں کہ یہ کہاں تک صحیح ہے۔ اور میں اسے کلیتہً آپ پر چھوڑتا ہوں؛

مشرفیر کہتے ہیں اس بارے میں جب ذیل خیالات کا اظہار کیا ہے:-

”دستاویز کے محض مشروط ہونے کی بنا پر اس کا جعلی ہونا قسریں قیاس نہیں رہتا۔ کیونکہ شرط نے اس کو کمزور کر دیا اور اگر وہ جعلی بنائی جاتی تو اس میں کیزوری پیدا کرنے کی کوئی وجہ نہ تھی؛“

(اقول:-) ”بے شبہہ غیر مشروط دستاویز بنانا بھی اسی طرح بلا وقت ممکن تھا“ جیسے یہ۔ لیکن اگر وہ جعلی ہے تو اس کے زمانہ جعل کی کوئی شہادت نہیں ملتی اور ممکن ہے کہ وہ بلاقی داس کا قرضہ وصول ہو جانے کے بعد بنائی گئی ہو اور مشروط بنا کے ممکن ہے

لے یہ تقریر بہت زیادہ قیدی کی موافقت میں ہے؛  
لے اس سے بڑھ کر منصفانہ طرز بیان کیا ہو سکتا تھا؟-

اس کو زیادہ قویں صحت دکھانے کی کوشش کی گئی ہو۔ بہر حال اس بات کا بہتر فیصلہ آپ خود کر لیں؟

(قولہ، اعلیٰ مسٹر پرکس) ”دستاویزیں زیوروں کی چوری کی جو کیفیت لکھی ہے، اُس سے ادائے قرض کا لازم ضعیف ہو جاتا ہے لہذا ممکن ہے کہ اس سے توفی یا اُس کے قائم مقاموں کو از روئے انصاف سبکدوشی کا نائد مل جائے؟“

(اقول) زیوروں کے ذکر کرنے کا واقعہ بے شبہ ایسا ہے جس سے پوری داد و ستد مشتبه ہو جاتی ہے کیونکہ زیوروں کی چوری کی کوئی شہادت نہیں دی گئی ہے بلکہ واقع میں جو شہادت اس بارے میں پیش ہوئی اس سے تو بہت کچھ اسی بات کا ثبوت ملتا ہے کہ ایسے کوئی زیور ضائع نہیں ہوئے۔ اس واقعے سے قیدی کے حق میں معنی پیدا کرنا، بڑی ذمانت کی بات ہے۔ اب آپ فیصلہ کوس گے کہ آیا تعبیر یعنی ممکن بھی ہے یا نہیں؟

قیدی کے وکیل نے یہ خیالات ظاہر کئے ہیں اور آپ کو چاہیے کہ ان کے متعلق میری رائے کے ساتھ غور کریں؟

اب میں شہادت پر، جو سرکار اور صفائی کی طرف سے پیش کی گئی ہے، چند خیالات کا اظہار کروں گا۔ میری خواہش ہے، جیسا کہ دوران مقدمہ میں بھی کئی بار میں کہہ چکا ہوں، کہ آپ اپنے فیصلے پر کسی قسم کا بیجا اثر نہ پڑنے دیں اور جو کچھ پیش آیا ہے، نہ اس کی بنا پر قیدی کے خلاف کوئی رائے قائم کریں نہ کسی اور خارجی امر کی وجہ سے، جو شہادت میں ہمارے سامنے پیش نہیں ہوا ہے؟

سرکار کی جانب سے جمل کے ثبوت میں جو شہادت پیش ہوئی، وہ مہین پرشاد کی ہے جس نے بیان کیا کہ راجہ نندکار نے طلانیہ کہا تھا کہ اُس نے تین دستاویزیں تیار کیں یا ان کا مسودہ لکھا، جن میں سے ایک کی مالیت ۲۱۔۸۰ روپیہ ہے۔ اور زیور بھٹ دستاویز کی رقم بھی یہی ہے لہذا یہ قول جمل کے اقبال کی شہادت میں پیش کیا گیا ہے۔ لیکن چونکہ اس اقبال کے دوسرے معنی لائے جا سکتے ہیں اور شہادت میں کوئی

لہ یہ قیدی کی موافقت میں ہے؟

امتیاز نہیں کیا گیا کہ آیا اس کا مطلب لکھنے یا لکھوانے اور مسودہ کرنے یا تیار کرانے سے تھا، لہذا یہ ممکن ہے کہ اس کا نشا بلاتی داس سے مسودہ تیار کرانا ہو۔ نظر بر این اس کے الفاظ کے پہلے معنی کو میں دشوار یا زبردستی کے معنی سمجھتا ہوں اس لئے بھی کہ فی الواقع اُس نے دستاویز کی تخصیص و تعیین نہیں کی؛ کمال الدین نے جو شہادت دی وہ بھی جعل پر عائد ہوتی ہے کیونکہ مہاراجہ نندکار نے اُس سے کہا کہ میں نے تمہاری (د کمال الدین کی) اٹھ خود دستاویز پر ثبت کر دی ہے؛ اور کمال الدین ثابت کرتا ہے کہ مہاراجہ نندکار نے اُس سے استدعا کی کہ دستاویز کی گواہی دے اور اُس کے عوض میں بہت سے وعدے و وعید کے پوچھنے بنانے کی بھی شہادت ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ زیادہ ضروری اُن الزامات پر توجہ کرنا ہے، جن پر میں نے کہا کہ شہادت عائد ہوتی ہے اور جن میں فریب دینے کی تہمت سے دستاویز شائع کرنے کا الزام ہے؟

جعل بنانے کی نسبت جو شہادت ہے، اسی سے اس کے جعلی ہونے کے علم کا ثبوت بہم پہنچتا ہے۔ موہن پرشاد ثابت کرتا ہے کہ مہاراجہ نندکار نے دستاویز پیش کی اور کمپنی کے دستکات کی ایک رسید بھی مہاراجہ کی لکھی ہوئی تھی جو زیر بحث دستاویز کی رقم ادا کرنے کے لیے وصول ہوئے نیز یہ کہ یہ رقم فی الواقع مہاراجہ نندکار کو وصول ہوئی؟

دو گواہوں کا بیان ہے کہ صلابت کے قلم سے جزام تحریر ہونا بتایا گیا ہے وہ اس کے خط میں نہیں ہے۔ سیوت پونگ (؟) اس بارے میں حلف اٹھاتا ہے کہ میں اس کی تحریر سے پورا واقف ہوں اور بیان کرتا ہے کہ اُس کے دستخط کرنے کا عام طریقہ کیا تھا اور یہ کہ اس دستاویز پر جو دستخط ثبت ہیں، وہ اس طرح کے نہیں ہیں؛ راجہ نوب کشن (د نوب کشن؟) دستاویز دکھائے جانے پر قطعی حلف اٹھاتا ہے کہ یہ صلابت کا خط نہیں ہے لیکن بعد میں اپنی رائے کی قطعیت سے دست بردار ہوتا ہے لیکن یہ واقعہ کہ اس نے فوراً ہی تین کاغذوں پر دستخط کئے اور ثابت بھی

ہو گیا کہ یہ صلابت ہی کے خط میں ہیں، قطعی حلف سے بھی زیادہ ثبوت ہے کہ وہ صلابت کے خط کا علم رکھتا ہے؟

میں دوبارہ آپ کو متنبہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ اس گواہ کے تامل و تذبذب یا یکبارگی چلا اٹھنے سے یا دوسری باتوں سے قیدی کے خلاف کوئی اثر نہ لیں بلکہ صرف اس کے واقعی بیان پر توجہ کوں؟

یہ دونوں گواہ متفق ہیں کہ اس دستاویز کا خط صلابت کے اصلی خط سے بہتر ہے؟

اس معاملے کے ثبوت میں دوسرے قرائن بھی پیش کئے گئے ہیں۔ مثلاً وہ کھاتا جو اس دستاویز کی تاریخ تحریر یعنی ۱۹۴۷ء سے بعد کا ہے، اور جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بلاقی داس اس وقت ہمارا جاکا صرف دس ہزار روپے کا مقروض تھا۔ لیکن میں سمجھتا ہوں اس پر زیادہ زور نہیں دیا جاسکتا کیونکہ اس میں دوسرے قرضوں کا بھی حوالہ ہے جو اس کی کتابوں میں مل سکتے ہیں؟

دیکھیں سرکار نے ثابت کیا کہ ایک رقم کثیر کی ہینڈی بنا اس میں اسی زمانے کے قریب سکھاری گئی جب کہ یہ دستاویز لکھی گئی تھی اور یہ رقم بلاقی داس کے حساب میں لارڈ کلایٹ کو ادا کی گئی تھی۔ اس سے بلاقی داس کا اس وقت خوش حال ہونا ثابت کرنا منظور ہے اور یہ دکھانا کہ اس زمانے میں وہ ایسی دستاویز نہیں لکھ سکتا تھا۔ مگر میری دانست میں اس سے کوئی ایسی بات ثابت نہیں ہوتی۔ خود لارڈ کلایٹ کے نام سے اس سے بھی بڑی رقم بلاشبہ مل سکتی تھی اور یہ یقینی ہے کہ بلاقی داس ان دنوں ہمارا جندگیاں کا مقروض تھا؛ ایک اور واقعہ یہ ہے بلاقی داس نے کبھی زیوروں کے

لے کیا یہ قیدی کے ساتھ سختی کا ثبوت ہے؟ مجھے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ ضرورت سے زیادہ نرمی کا بڑا ثبوت ہے۔

۷۷ یہ رائے قیدی کی موافقت میں ہے۔

۷۸ یہ شہادت روڈ میں موجود نہیں۔

۷۹ یہ بھی قیدی کے موافق ہے۔

امانت رکھنے یا چوری جانے کا ذکر نہیں کیا اور اُس کے یہی کھاتوں میں کہیں ان کا دخلہ درج نہیں ہے؟

کمال الدین نے ایک کاغذ پیش کیا جس پر خود اُس کی ہر شہادت ہے اور وہ حلف کرتا ہے کہ یہ ہمارا اجہ نندکاز کے قبضے میں تھا۔ آپ صاحبوں نے پہلے کہا تھا کہ آپ کی دانست میں یہ ٹھہریسی ہی ہے جیسی دستاویز کی۔ لیکن آپ اسے اچھی طرح جانچیں۔ میں نے نہیں جانچا مگر مجھ سے کہا گیا ہے کہ دونوں ٹھہروں کے نشان میں کچھ خرابی ہے؟

کمال الدین اس کا سبب یہ بتاتا ہے کہ اس کی ٹھہر ہمارا اجہ نندکاز کے قبضے میں تھی اور حلف اٹھاتا ہے کہ وہ اُسے واپس نہیں ملی۔ اس کی تائید میں کوہ پتروس (Coja petruse) - جو بظہر و س؟ نے گواہی دی جس کے حال سے آپ سب واقف ہیں اور منشی صدر الدین نے جن کے سامنے کمال الدین نے اسی زمانے میں ہمارا اجہ نندکاز سے جو گفتگو ہوئی اُسے دہرایا تھا۔ آپ دُسیوں کے طور پر بت سے واقف ہیں اور فیصلہ کر سکتے ہیں کہ آیا یہ پلٹن غالب یہ سب محض ایک گہری سازش ہے جیسا کہ قیدی کے وکیل نے اشارہ کیا ہے؟

کمال الدین کے چال چلن کی نسبت جو بظہر و س سے سوال کیا گیا اور اس کا جواب آپ نے سن لیا ہے؟ حسین علی کی شہادت سے اُس پر دعا بازی کا جرم

لہ یہ سوالات جو سی نے کئے تھے اور ان کے یہ عیب و غریب جواب ملے :-

”جو سی، جم کمال الدین خاں کو میں سال سے جانتے ہو۔ اس کا چال چلن کیسا ہے؟

جواب :- میں نے اس کی کبھی یاد نامی نہیں سنی۔

سوال :- کیا وہ نیک نام ہے؟

جواب :- مجھے اُس کی کوئی بُرائی معلوم نہیں۔ دُنیا بھولی ہی بات پر بُرا یا بھلا کہنے لگتی ہے۔

اسے بھی بعض لوگ اچھا اور بعض بُرا کہتے ہیں۔ میرے نزدیک اُس نے کسی کے ساتھ زیادتی نہیں کی ہے۔ اس کا عام چال چلن کیسا ہے۔

آؤمی اگر اس کو اچھا کہتے ہیں تو ہم بُرا بھی کہتے ہیں۔

عاید کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ راجد الزاڑ (Cowda Newas) اس کے بارے میں کچھ ثابت نہیں ہوتا۔ علی ہذا مہر کن اور اس کی کمال الدین سے گفتگو کمال الدین کے اعتبار کو مروج کرنے کی نسبت زیادہ قوی کرتی ہے؛  
یہ دستاویز ان کاغذات میں جو بلائی داس کی جاگیر کے متعلق میر بلدی کی پھری میں داخل ہوئے، منسوخ شدہ پائی گئی لیکن پدمہن داس اور بلائی داس کے کاغذات لے چلے تھے؛

سرکاری شہادتوں کا خلاصہ یہ ہے اور اس میں شبہ نہیں کہ جعل کی نسبت آپ جو کچھ خیال کریں، اُس کی اشاعت کی (جعل جاننے کے باوجود) شہادت موجود ہے؛ دوسری طرف، اگر آپ قیدی کے گواہوں کا اعتبار کریں تو الزام کا پورا پورا جواب مل جاتا ہے؛ بلائی داس کے دستاویز لکھنے کی دو ایک نہیں پورے چار اشخاص نے شہادت دی ہے جن میں تین ہمارا جہ نندکار کے مکان میں جو گفتگو ہوئی، اُس میں شریک تھے جب کہ بلائی داس نے دستاویز کا خیال رکھنے کا اقرار کیا۔ یہی اشخاص ان تینوں دستخط کرنے والوں کی جواب مرچکے ہیں، تحریر کی تصدیق کرتے ہیں؛ ہتھاب رائے کے بھائی کو پیش کیا گیا جو بیان کرتا ہے کہ ہتھاب رائے کو ہزاری مال اور کاشی ناتھ کوئی جانتے تھے۔ بے شبہ یہ دونوں ایک ہتھاب رائے سے واقف تھے مگر انھوں نے اُس کا جو حال بیان کیا اُس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ گواہ کا بھائی نہ تھا۔ بریں ہم، کاشی ناتھ نے اپنے واقف کے گھرانے کا ذکر کیا اور اُس کے باپ کا نام بنگولال بتایا مگر یہ بھی کہا کہ ایک اور بنگولال بھی تھا۔ یہ بات بہت غیر معمولی معلوم ہوتی ہے کہ دو مختلف خاندانوں میں بنگولال، صاحب رائے اور ہتھاب رائے موجود ہوں۔ گردو بنگولال اور دوہی ہتھاب رائے ہونے میں کوئی شک نہیں اور اسی لئے شہادت اتنی خلاف قیاس نہیں ہے۔ تیج رائے (Taje Roy) اور روپ زائن دوسرے ہتھاب رائے کے ہونے کا حلف اٹھاتے ہیں۔ تاہم یہ عجیب بات ہے کہ یہ شخص جسے اس کا بھائی عزیز آدمی اور ایک قیدی کا لازم بتاتا ہے جس کا کاشی ناتھ یا ہزاری مال کو علم نہیں، اسے قیدی کا وکیل خاندانی اور مشہور آدمی بتاتا ہے جو کاشی ناتھ اور ہزاری مال سے شناسائی رکھتا تھا؛

کمال الدین کے بیان کی تردید میں، صفائی نے ایک اور کمال الدین کو نکالا ہے اور چاروں گواہ قطعی حلف اٹھاتے ہیں کہ اس دوسرے کمال نے دستخط کئے تھے۔ دو گواہوں کے بیان سے اُس کا فوت ہو جانا ثابت ہوتا ہے ان میں سے ایک گواہ جے ویپ چوبے (Joydeb Chobee) نے لوگوں کو کسی کا جنازہ لے جاتے دیکھا اور اُس سے کہا گیا کہ وہ کمال کا جنازہ ہے، دوسرے گواہ شیخ یار محمد واقعہ اُس کے جنازے میں شریک تھا؛

کمال الدین حلف سے قطعی طور پر اسے اپنی مہر بتاتا ہے اور یہ گواہ اسے دوسرے کمال کی مہر ہونے پر حلف اٹھاتے ہیں۔ جے ویپ چوبے نے ایک واقعہ بیان کیا جس سے اُسے علم ہوا کہ وہ کمال ہی کا جنازہ تھا۔ اُس نے پوچھا کہ یہ پیرمن کی ارتھی ہے یا مسلمان کا جنازہ ہے معلوم ہوتا ہے مسلمانوں کے جنازے اور پیرمنوں کی ارتھی لے جانے میں فرق ہوتا ہے اب آپ کو نیندہ کرنا چاہیے کہ آیا وہ بغیر دریافت کئے یہ امتیاز کر سکتا تھا یا نہیں۔ اس کا تو بیان ہے کہ اُس نے امتیاز کیا اور مشاہدہ اس قدر واضح تھا کہ وہ ایسی دریافت کرنے سے قطعاً انکار کرتا ہے؛

کمال کا مرنا ہمارا جہ نندکار کے مکان میں بتایا جاتا ہے۔ لہذا یہ عجیب بات ہے کہ اُس کی واقعی وفات کا شیخ یار محمد کے سوا اور کوئی گواہ نہ پیش ہوا۔ حالانکہ ہمارا جہ کے خاندان کے بہت سے لوگ بہ آسانی گواہی دے سکتے تھے۔ خاص کر اس لیے کہ یار محمد قالوں کے سوا پانچ اشخاص کے نام لیتا ہے جو جنازے میں شریک تھے۔ ان میں تین کو وہ خود دفن کر چکا مگر دو زندہ ہیں اور اس حقیقت کی صفائی کو بھی ضرور اہمیت معلوم ہوگی کیونکہ یہ پہلا موقع نہیں ہے جب کہ کمال الدین نے اپنی مہر کے متعلق شہادت دی؛

صلابت کی وفات پر دونوں فوق متفق ہیں یہ بات قابل لحاظ ہے کہ وہ مورخ مسلمان جس نے دستاویز تحریر کی، اس کا کوئی حال نہیں بیان کیا گیا۔ حالانکہ

۱۴ میرا خیال ہے کہ یہ اُس نے اپنے ۶۷ مئی کے بیان میں کہا ہوگا؛

وہ بہت خاص گواہ ہوتا۔ اس امر کا کوئی ثبوت نہیں پیش ہوا کہ وہ کس کی تحریر ہے۔ بلاقی داس کے پاس اُس وقت ایک منشی، بالکشن نامی کانوکر ہونا جو اب مرجچا ہے ثابت ہے۔ مگر اس کی کوئی شہادت نہیں کہ یہ دستاویز اُس کے قلم کی ہے۔ میں سمجھتا ہوں دستاویز لکھے جانے کے گواہوں میں سے ایک شخص اُس منشی سے واقف تھا؟ ایک گواہ نے صلابت کو بلاقی داس کا فارسی محرز اور نیز ذکیل بتایا ہے اور کشن جیون داس بھی ظاہر اس کی تصدیق کرتا ہے۔ یعنی جب اس سے پوچھا گیا کہ اُس وقت بلاقی داس کا فارسی محرز کون تھا تو اُس نے جواب دیا کہ ”ایک شخص بالکشن تھا اور صلابت بھی فارسی جانتا تھا“ لیکن یہ دستاویز صلابت کے قلم کی نہیں بتائی گئی اور اگر صلابت نے محزری کا کام کیا ہے تو پھر بلاقی داس دوسرے محزری سے کس موقع پر کام لیا کرتا تھا؟ دستاویز لکھنے والے محزری کو اُس کے واقعات کے صحیح علم چونے کی بجز ایک گواہ کے اور کسی نے شہادت نہیں دی حالانکہ اس میں بہت خاص معاملات قلمبند کئے جا رہے تھے۔ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ ہمارا جہ نذکار کے پاس سے بلاقی داس کے مکان میں لوگوں کے آنے سے پیشتر، اس کمرے میں کسی قسم کی ہدایات نہیں دی گئیں اور بعد میں ہدایات دئے جانے کی بھی ایک گواہ کے سوا، سب نے تردید کی ہے۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ بلاقی داس نے اس کمرے میں آنے سے قبل ہی اُس مورخہ مسلمان محزری سے گفتگو کی ہے جس کو اتنے عرصے کے بعد گواہوں نے یاد نہ رکھا ہو۔

دستاویز لکھے جانے کے وقت کی کیفیت میں گواہوں کا بیان قدرے مختلف ہے لیکن یہ اختلاف کچھ غیر معمولی نہیں۔ البتہ عجیب بات یہ ہے کہ بعض جرنیلات کو تو انہوں نے اتنی صحت کے ساتھ یاد رکھا اور بعض کو بالکل بھول گئے؟

۱۵ اس میں بھی قیدی کی موافقت کا پہلو ہے جو کسی دوسرے کو نہ سوجھتا۔ کم سے کم مجھے تو نہ سوجھ سکتا تھا؟

اس عمدہ حافظے کی سب سے اچھی مثال یہ ہے کہ انھیں مہر میں بخوبی یاد رہیں حالانکہ بعض نے حلیفہ بیان کیا کہ انھیں صرف تین چار دفعہ انھوں نے مہر والوں کی انگلی میں دیکھا تھا۔ اور گو یہ اٹنی کھدی ہوئی ہوں گی۔ نیز بعض گواہ فارسی نہیں جانتے اور اُس کے حرف بھی پہچان نہیں سکتے۔ بایں ہمہ وہ حلیفہ اور قطعی طور سے بیان کرتے ہیں کہ وہ اُن کے چھاپ کو بخوبی پہچان سکتے ہیں اور یہ سچ بھی ہے کیونکہ وہ دستاویز پر جو نام چھپے ہوئے ہیں انھیں صحت کے ساتھ بتا دیتے ہیں کیونکہ اس نے ضرور بلاقی داس کی مہر کو دوسرے گواہوں کی نسبت زیادہ بار دیکھا ہوگا لیکن وہ اُس کا نقش یاد رکھنے کی ذمہ داری نہیں لیتا اور جب اُس سے کہا گیا کہ دوسرے گواہوں نے ایسا ذمہ لیا تو اُس نے کہا کہ وہ بہت اچھے حافظے رکھتے ہیں اور میں اس وصف سے محروم ہوں؟

گواہوں نے دستاویز پر جس ترتیب سے مہر دستخط کئے، اُس کے بیان کرنے میں بھی لان سب گواہوں نے یکساں صحت کے ساتھ شہادت دی ہے۔ دستاویز لکھے جانے کی شہادت میں جو اختلافات ہیں اُن پر میں رائے زنی نہیں کرتا۔ بجز ان دو مثالوں کے کہ ایک گواہ نے تو رقم یاد رکھی حالانکہ وہ ایسی زبان میں پڑھی گئی تھی

لہٰذا ان میں پہلی مثال سے چوٹی ناٹھ (chovton Nauth) کا بیان مراد ہے اور نندکار نے بیٹھنگ پر رشوت ستانی کا دعویٰ کیا تو اُس کا گواہوں میں نام لیا تھا۔ اس کا متولہ بیان (صفحہ ۹۸۹) حسب ذیل ہے۔

سوال۔ جس دستاویز لکھے جانے کی تم شہادت دیتے ہو، تمہیں معلوم ہے، اس کی رقم کیا تھی؟

جواب۔ وہ چالیس ہزار سے اوپر اور پچاس ہزار کے اندر تھی۔

سوال۔ تم کو یہ کیونکر علم ہوا؟

جواب۔ جس وقت بلاقی داس کے سامنے اور اُس کے مکان میں یہ دستاویز پڑھی گئی تو مجھ میں فارسی نہ جانتا تھا میں نے بلاقی داس سے دریافت کیا کہ رقم کتنی ہے اور اُس نے بتایا کہ چالیس اور پچاس ہزار کے درمیان؟

مجھے وہ سمجھتا نہیں اور دوسرے شیخ یار محمدؑ کہ وہی ایک گواہ ایسا ہے جس نے ٹھیک ٹھیک

یقینہ حاشیہ منصف گزشتہ - سوال :- کیا اُس وقت بلاقی داس کے مکان میں یہ ذکر تھا کہ اتنی رقم کی دستاویز لکھی گئی ہے؟

جواب :- میں نہیں کہہ سکتا۔ مجھے ابھی طرح یاد نہیں۔ رقم ۳۰ اور ۵ ہزار کے درمیان تھی؟

سوال :- کیا اس کا اُس وقت تذکرہ ہوا؟

جواب :- مجھے یاد نہیں۔ میں نہیں جانتا۔

سوال :- پھر تم کو کیونکر علم ہوا؟

جواب :- بلاقی داس نے محرز کو پڑھے کا حکم دیا۔ میں نے اُسے سنا اور یہ بات یاد ہوئی؟

سوال :- کیا محرز نے ساری دستاویز پڑھی؟

جواب :- اُس نے وہ اول سے آخر تک پڑھی۔

سوال :- کیا صرف پڑھتے ہوئے سن کر تم کو یہ رقم یاد رہی؟

جواب :- کسی اور ذمے سے مجھے یہ علم نہیں ہوا۔ دستاویز کا ذکر تم نے ہمارا جو کہ

ہاں پہلے سنا تھا۔

سوال :- کیا تم نے رقم کا ذکر اُس وقت سنا؟

جواب :- نہیں۔

سوال :- دستاویز کس زبان میں پڑھی گئی؟

جواب :- فارسی میں۔

سوال :- کیا وہ ایک سے زیادہ مرتبہ پڑھی گئی؟

جواب :- مجھے ایک دفعہ سے زیادہ پڑھا جانا یاد نہیں۔

سوال :- کیا وہ کسی اور زبان میں بھی پڑھی گئی؟

جواب :- مجھے یاد نہیں کہ دوسری زبان میں پڑھی گئی ہو۔

سوال :- چالیس ہزار کی فارسی کیا ہے؟

جواب :- میں کیونکر کہہ سکتا ہوں۔ میں فارسی نہیں جانتا۔

سوال :- اگر تم فارسی نہیں جانتے اور رقم کا علم صرف دستاویز کے فارسی میں پڑھے جانے سے ہوا؟

رقم بتائی آپ نے اُسے گواہی دیتے سنا اور اُس پر خود رائے قائم کی ہوگی اور پوری شہادت پر جس میں وہ ایک بات کی ایک ہی سانس میں توثیق بھی کر تا ہے اور تکذیب بھی؟  
دوسری قابل ذکر بات یہ ہے کہ ہم سے کہا گیا تھا کہ مورز (ہندوستانی) اور فارسی میں ان رقوم کے لئے یکساں الفاظ استعمال ہوتے ہیں جس پر تحقیقات کی گئی اور شہادت میں جو رقوم مذکور ہیں، اُن کے لئے فارسی اور ہندوستانی الفاظ ہمارے سامنے نو لے گئے اب یہ خود آپ اندازہ کریں گے کہ وہ کس حد تک ملتے اور کس حد تک مختلف ہیں؟

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ - تو تم کو رقم کس طرح معلوم ہو گئی؟

جواب :- آپ نے محمد سے گنگا بجلی اٹھوائی ہے۔ اپنی یاد سے زیادہ بات میں کیوں کر

کہہ سکتا ہوں؟

مشترکیت نے بعد میں کہا کہ (۳۰۰۰۰ کو) فارسی میں "چکل ہزار" اور ہندوستانی میں "چالیس ہزار" کہتے ہیں اور (۱۰۰۰ کو) فارسی میں "پنجا ہزار" اور ہندوستانی میں "پچیس ہزار" مگر ایک دوست نے حال میں مجھے بتایا کہ فارسی میں انیس "چہل" اور "پنجا" اور ہندوستانی میں "چالیس" اور "پچاس" ہزار لکھنا چاہئے، یہی شیخ یار محمد کی شہادت پر تنقید، تو اس میں ایک سے زیادہ فقرے قابل حوالہ ہیں۔ مثلاً دستاویز کی رقم پوچھی گئی تو اُس نے آدھا جو اب فارسی میں دیا اور کہا کہ یہ ترجمان، مشترکیت کی اطلاع کی فرض سے فارسی میں کہتا ہوں، تب اُس سے سوال ہوا کہ تم نے ساری شہادت فارسی میں کیوں نہ دی؟ تو کہنے لگا کہ یہ بات اتفاق سے میری زبان سے (فارسی میں؟) نکل گئی۔ میں نے تمہاری اطلاع کی فرض سے، نہیں کہا، جب اس سے پوچھا کہ تم نے دوسری دستاویزوں کو تصدیق ہوتے بھی دیکھا ہے تو وہ بہت گڑبڑ اگیا۔ (صفحہ ۱۰۱۳ تا ۱۰۱۶) محض تحریری روئداد سے اس کی اہمیت پر رائے قائم کرنا محال ہے۔ ممکن ہے اس کی وجہ بدحاشی، بھول، ضد یا بد مزاجی ہو یا محض دروغ گوئی۔ اگلے فقرے میں ایسی نے زیادہ تر اسی کا اشارہ کیا ہے۔ لیکن اگر وہ محض ایسے موقعوں کی تاک میں تھا جس سے قید یا اسکے خلاف مواد فراہم ہوتا ہو تو اُس نے یقیناً بے دہی سے دہی چوبے اور شیخ یار محمد کی شہادتوں میں جو غیر طبعی اتفاق پایا جاتا ہے، اس پر تنقید کی ہوتی درجہ صفحہ ۱۳۰-۱۳۱ اصل کتاب)۔

جس طریق سے دونوں طرف کے گواہوں نے گواہی دی، اُس پر بھی میں رائے زنی نہیں کروں گا۔ آپ نے اُسے خود معاند نہ کیا۔ جو رسمی گواہوں کے طریق عمل کو خود مشاہدہ کرنا اور موقع بہ موقع سوالات کئے جانا نہملہ اُن فوائد کے ہے جو ایسی رُو در رُو جرح کرنے میں مضمحل ہیں۔

صفائی نے زیوروں کے امانت رکھے جانے یا چوری ہونے کو ثابت کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی کیشن جیون داس (؟) جس کی شہادت پر میں آئندہ رائے زنی کروں گا، یہاں تک کہتا ہے کہ وہ میں نے ایسی چوری کا ذکر نہیں سنا اور ایسا ہوتا تو وہ ضرور سنتا بلکہ صد اُمیدوں کو اس کا علم ہوتا، وہ زیور کے ایک معمولی نقصان کا ذکر کرتا ہے مگر یہ دوسرے شخص کی ملکیت تھے۔ جیسا کہ میں نے پہلے کہا یہ مشتبہ امر ہے، لیکن اگر زیور فی الواقع امانت رکھے گئے، جس کی کوئی شہادت نہیں، ذہن اقرار نامے کے، جس کا میں آگے ذکر کرتا ہوں، گو وہ کھوئے نہ گئے ہوں، پھر بھی ممکن ہے بلاقی داس نے ہمارا جہ نندکار سے کہہ دیا ہو کہ وہ جاتے رہے۔ اور ہمارا جہ نے اس کا اعتبار کر لیا ہو یا مزید تحقیق تفتیش کی بجائے تریک لکھوا لینے پر اکتفا کی ہو۔ بہت ممکن ہے کہ یہ ہمارا جہ نندکار کے ساتھ فریب کیا گیا ہو۔

میرا سد کی شہادت بہت اہم ہو سکتی ہے۔ وہ ایک کاغذ پیش کرتا ہے جو قاسم علی کی املاک کی فہرست ہے جسے بلاقی داس نے گواہ کو دیا اور اُس پر مہر ثبت کی اور گواہ نے (پہلے) اُسے بلاقی داس کے حوالے کیا تھا۔ مہر کے چھاپے کو آپ دیکھیں گے کہ وہ دستاویز کی مہر کے مطابق ہے۔ اسی مطابقت دکھانے کی غرض سے یہ رسید پیش کی گئی ہے جس سے ثابت ہو کہ دستاویز کی مہر ٹھیک بلاقی داس کی بھی مہر ہے نہ کہ جعلی مہر۔ گواہ کا بیان ہے کہ یہ دلو و ستہ اُس وقت ہوئی جب کہ بلاقی داس فوج کے ساتھ درگتھی میں تھا۔ لیکن رسید کی تاریخ، فوج کے مقام اور اُس زمانے میں قاسم علی اور بلاقی داس دونوں جس حال میں تھے ان سب کے اعتبار سے یہ قطعاً ثابت ہے کہ یہ رسید بلاقی داس کی

لے یہ نندکار کی سرافقت میں ہے اور اتنا صاف بھی نہیں ہے کہ ہر شخص کی نظر جاتی۔ کم حکم میرا ذہن اس طرف نہیں گیا تھا۔

نہیں ہو سکتی اور تمام قصہ محض من گھڑت ہے؛

اس سے ایک حیرت انگیز نتیجہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ مجب نہیں اسی سبب سے گواہوں نے مہروں کو اس قدر صحت کے ساتھ یاد رکھا ہو۔ بیچ رائے کہتا ہے کہ ہتایا رائے کی مہر اُس کے پاس ہے۔ کمال الدین کی مہر کا نندکار کے پاس ہونا بھی ثابت ہے اور اب اس رسید پر جس شخص نے بلاقی داس کی جعلی مہر بھاپی، ضرور اُس کے پاس متوقی مذکور کی مہر ہوگی۔ نظر بر این، اگر ان گواہوں نے کسی طور سے ان مہروں کو دیکھا ہے، تو پھر اُن کا اُن کے چھاپ سے پوری طرح واقف ہونا، قابل حیرت نہیں رہتا۔ نتیجہ بہت سنگین ہے لیکن اسے قبول کرنے سے پہلے میری خواہش ہے کہ آپ اس پر اچھی طرح اور خوب غور کر لیں؛

کشن جیون داس نے آج صبح تک اپنی گواہی ایسی سادگی اور کچھ ایسی صداقت و صاف گوئی کی ادا ہے دی کہ میں ہر بات جو اُس نے کہی سچ سمجھتا رہا۔ اسی لئے مجھے بڑی پریشانی ہوئی کہ اب اس کی شہادت کے ایک حصے پر شبہ کرنے کے اسباب پیدا ہو رہے ہیں۔ اُس نے ایک ”قرار نامے“ (قرارانامے) کا ذکر کیا جس میں پوری معاملات تحریر تھی اور جسے بلاقی داس نے تسلیم کیا اور دستخط ثبوت کئے تھے۔ اگرچہ بلاقی داس کی وفات کے بعد، پدموہن داس کے کہنے سے کھاتے میں وہ اندراج جیسے بلاقی داس کی زندگی میں لکھا جانا دکھایا گیا تھا، خواہی خواہی شہدے میں ڈالنے والی بات تھی۔ یاس ہمد مجھے اقرار ہے کہ کشن جیون داس نے میرا اس قدر کامل اعتماد حاصل کر لیا تھا کہ جو کچھ اُس نے کہا، میں نے اُسے بے کم و کاست مان لیا، قرار نامے کو

لے اس فقرے اور اس میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے، اس سے میرے نزدیک یہ خیال کہ نندکار کو اچھے نے قانونی پیرائے میں جان سے مروا دیا، باطل ہو جاتا ہے۔ اگر اچھی قانون شہادت پر سختی سے عمل کرتا تو نندکار کی معافی کے سب سے مستحکم حصے کو خارج کر سکتا تھا۔ کیونکہ پدموہن کے کہنے سے بلاقی داس کی کتابوں میں اس کی وفات کے بعد کشن جیون داس کا ذکر کچھ لکھ دینا، از روئے قانون کوئی شہادت نہیں ہو سکتا تھا۔ اسی طرح اقرارانامے کے مضمون کو قابل ادخال بنانے کے واسطے جو ابدائی ثبوت ضروری تھا، وہ پیش نہیں کیا گیا اور نہ یہ کاغذ نندکار نے پیش کیا، نہ پدموہن کے کاغذ است کی تائید

قابل ادخال شہادت بنانے کی کئی کوششیں بھی کی گئیں مگر قانوناً کوئی کامیاب نہ ہوئی۔ اس پر بھی چونکہ ٹکٹن جیون داس کا مجھے بہت کچھ خیال تھا اور دوسرے ایسے کاغذ کی موجودگی میں قیدی کا اس کے فائدے سے محروم رہ جانا اس کے حق میں بہت سختی کا باعث ہوتا، لہذا میں نے اپنے ساتھیوں کی پہلے رائے لے کے کہہ دیا کہ گویہ صحیح معنی میں شہادت نہیں ہو سکتا، تاہم میں اس کو جوری پر چھوڑتا ہوں کہ وہ اسے جس قدر مناسب سمجھے وزن و وقعت دے۔ اب بھی میں اسے آپ ہی کی رائے پر چھوڑتا ہوں اور اگر آپ باور کرتے ہیں کہ ایسا کاغذ کبھی وجود میں تھا، تو قیدی کو رہا کرنا ہتا رہے کی نافرمانی ہوگی؟ اس بات کو مہن پرشاد کے علم میں لانے کی کوشش کی گئی تھی اور اگر واقع میں یہ کاغذ تھا اور مہن پرشاد کے بھی علم میں آیا، تو یہ استغاثہ نہایت ظالمانہ اور شیطانی ہے۔ اور میرے خیال میں مہن پرشاد قتل سے بھی بڑھ کر خوفناک جرم کا مجرم ہے؛

بقیہ ماشیہ مہن پرشاد۔ کی گئی۔ باوجود اس کے مہنوں کو ضمنی شہادت میں لانے کی اجازت دے دی گئی اور ج نے جوری سے کہہ دیا کہ اگر وہ ایسے کاغذ کا وجود تسلیم کرتے ہیں تو نذکار کو رہا کرنا انصاف کا خون کرنا ہوگا؟ اس سے بڑھ کر اور کوئی جج کیا کر سکتا تھا؟ اگر وہ ملزم کو قتل کرادیے کی سازش میں فی الواقع شریک ہوتا تو مجھ میں نہیں آتا کہ وہ ایک ایسی دستاویز کی شہادت کرکیوں مشتبہ نہ بتاتا جو خود عدالت میں پیش ہی نہیں ہوئی؟

لہ جب اپنی پر مقدمہ چلایا گیا تو فاکس نے اپنی تقریر میں یہ رائے ظاہر کی، یہ کبھی کو چاہئے کہ خصوصیت کے ساتھ ریگلس (دہ اپنی) کی اس تیار کا پر خود کرے کہ اُس نے جوری سے کہا کہ اُس کے سامنے یہ سوال درپیش ہے کہ آیا قیدی چل ساری کا مجرم ہے یا اُس پر مقدمہ چلانے والے قتل سے بدتر جرم کے مجرم ہیں؟ اس طرز بیان کا اثر کیا ہو سکتا تھا؟ اس سے خواہی خواہی آدمی کی فطری نرمی بروئے کار آتی اور اسے زیادہ نرم رائے قائم کرنے اور یہ سمجھنے پرائل کرتی ہے کہ کئی اشخاص کو قتل سے بڑھ کر سخت جرم کا مجرم بنانے سے بہتر ہے کہ قیدی کو چل ساری کا مرتکب قرار دیا جائے؟ پارلیمنٹری ہنری بہت بہتر مقدمہ (۱۶) اگر یہ رائے مجھے شرمناک حد تک نامنصفانہ معلوم ہوتی ہے۔ اسی نے جو کچھ اس موقع پر کہا اور اوپر نقل کیا گیا ہے اُس کا قدرتی اثر تو یہ ہے کہ جج کی استغاثے کے مطابق رائے قائم نہ کرے۔ فاکس نے اپنی کے فشا کو بالکل غلط پیش کیا ہے کہ جوری یا نذکار کو چل ساری کا مجرم گردانے

لیکن میں اعتراف کرتا ہوں کہ قیدی کے وکیل کی شہادت ختم ہونے کے بعد جو کچھ ہوا اُس سے کٹن جیون داس پر میرے اعتقاد میں بہت کمزوری آگئی۔ جرح کا کوئی موقع بھول جانے کے غدر پر جیسا کہ عام طور سے ہوا کرتا ہے، وکیل نے یہ خواہش نہیں کی کہ داس کو دوبارہ عدالت میں طلب کیا جائے۔ البتہ ہمیں معلوم ہوا کہ ہمارا جھوٹا بیان چاہتا ہے۔ اور وہ صرف یہ تھا کہ کٹن جیون داس سے اقرار نامے کے متعلق مزید سوالات کئے جائیں اور پہلا ہی سوال جو اس سے کیا گیا وہ یہ تھا کہ آیا اس نے کبھی موہن پرشاد سے بھی اس اقرار نامے کی صراحت کی تھی۔ جو اب میں وہ یہ کیفیت بیان کرتا ہے کہ موہن پرشاد نے اقرار نامے کو ہمارا جھوٹا نذکار کے ٹاٹ دیکھا ہے۔

جب اس سے جرح کی جاتی ہے کہ یہ بات اُس نے پہلے کیوں نہ کہی تو اُس کی ساری سادگی اور صداقت و صاف گوئی کی شان فوراً غائب ہو جاتی ہے۔ اُس کی

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ درن موہن پرشاد قتل سے بدتر جرم کا مرتکب قرار پائے گا۔ حالانکہ یہ بالکل ممکن تھا کہ اقرار نامے کے معاملے میں موہن پرشاد کی بات مانی جائے اور کٹن جیون داس کا یقین نہ کیا جائے اور نذکار رانی کا مستحق قرار پائے۔ مجرمانی جمل کے پڑانے ہونے و تمام اہم گواہوں کے مرچکنے وغیرہ کی بنا پر جنہیں آپہنی نے احتیاط سے خود بیان کر دیا ہے نذکار کو رنا کر سکتی تھی۔ دوسرے جیسے یہ بات سخت مبالغہ آمیز نظر آتی ہے کہ ایک نرم دل مجرمانی شخص اس بنا پر کسی کو مجرم قرار دے گی کہ ایسا کرنے کی صورت میں اہل استغاثہ جھوٹے اور ملزم کے شدید دشمن ثابت ہوتے ہیں۔ کسی شخص کو سنگین جرم کی فی الواقع سزا دیے اور یا دوسرے شخص کی سیرت پر بعض الزام عائد ہونے کو کہیے نکرہ بڑھکا جاسکتا ہے؟

لے تحقیقاتی کمیٹی کے روبرو اس معاملے میں بھی شہادت کی گئی اور فیروز سے (صفحہ ۲۹) سوال ہوا کہ "کیا تمہارے نزدیک عدالت کے اشارے کے بعد نذکار جس سوال پر پھیرنا، اُس کا ملزم کی سزا ہی میں کافی دخل تھا؟"

جواب ۱۔ میرے مخلص نے اپنی آخری تقریر میں جو کچھ کہا اس سے تو یہی نتیجہ نکلتا ہے خود فیروز اس وقت عدالت میں موجود نہ تھا مگر جو رکھی کے دلوں پر اس کا کیا اثر ہوا، یہ میں نہیں کہہ سکتا۔ فیروز نے اس سے قبل اپنے ماتحت وکیل رٹھ پرکس کا ایک خط بھی پیش کیا تھا جس میں

انکے میں شیخی ہو جاتی ہیں۔ زبان لڑکھڑانے لگتی ہے۔ وہ غلط باتیں گھڑتا اور خود اپنے اقوال کی تردید کرتا ہے۔ غرض وہ بالکل دوسرا آدمی نظر آتا ہے، جو اب میں دم کھتا ہے مجھ سے کسی نے نہیں پوچھا اس لئے میں نے نہیں کہا۔ اور ہمارا جہ زندگوار کو اپنے خط میں

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ مقدمہ ختم ہوتے ہی اس کے فیصلے کی برکس نے فیر کو اطلاع دی تھی۔ وہ دیکھتا ہے کہ یہ کیا افسوس ہے کہ راجہ نے کشن جیوان داس کو دوبارہ بلوا کر یہ تمام مصیبت مول لی کہ اسی موقع پر اس کی پہلی شہادت کا سارا اعتبار مٹ گیا۔ اور سرالینجا نے کہا کہ اس نے اپنے میں ایسا صاف گو گواہ ثابت کیا تھا کہ اگر گواری کے ختم ہونے کے بعد وہ غلط بیانی نہ کرتا تو میں محض اس کی شہادت پر جوڑی کو ہدایت کرتا کہ ملزم کو مجرم قرار نہ دے کیونکہ میرے خیال میں اتوار نائے کا وجود پوری طرح ثابت ہو گیا تھا۔

جج کے متعلق لوگوں کا جو کچھ خیال قائم ہوا، اس کی اس سے بہتر شہادت کیا ہوگی۔ فیصلہ شانے کے بعد ہی دلیل صفائی نے یہ خط اپنے بلا دست دلیل کو تحریر کیا تھا اور اگر اسی کا قول بیچ ہے تو رومند کی تحریر سے بھی زیادہ صاف طور پر واضح ہے کہ ایسی، ملزم کو روکا کر دینا چاہتا تھا گو وہ خود ایسا جوڑی سے نہ کہہ سکا، مشرٹول فری کی شہادت بھی اس بارے میں قابل ذکر ہے جو ان دنوں کلکتے میں نائب شریف تھا اور بعد میں مختار کا کام کرنے لگا۔ کئی نے اس سے دریافت کیا کہ کیا میجرلیس کے استغاثے کی طرف ذمہ داری کرنے کی کوئی مثال اس کے مشاہدے میں آئی؟

جواب:- نہیں۔

سوال:- کیا تمہیں خود قیدی کی درخواست پر مقدمہ ختم ہونے کے بعد گواری کشن جیوان داس کا دوبارہ عدالت میں بلائے جانے کی کیفیت یاد ہے؟

جواب:- یاد ہے۔

سوال:- تمہارے نزدیک جج نے اس کی آخری گواہی کی نسبت جو رائے ظاہر کی تھی بجانب تھی؟

جواب:- میں اس سے یہ مطلب سمجھتا ہوں کہ گواہ کے پہلے اور دوبارہ بیان دینے کے طرز میں جو فرق تھا، صرف اس کے متعلق جواب دیا جائے۔ تو واقع میں یہ فرق اتنا نمایاں تھا کہ کوئی شخص اس کا مشاہدہ کے بغیر نہ کہتا تھا اور میں سمجھتا ہوں کہ میجرلیس نے جو کچھ کہا وہ حق بجانب تھا۔

واضح رہے کہ اس وقت ٹول فری کی عمر صرف ساڑھے بیس سال کی تھی۔

اس لئے نہیں لکھا کہ موہن پرشاد کا خوف تھا۔ پھر یہ بھی کہتا ہے کہ میں کہنا بھول گیا تھا۔  
 موہن پرشاد سے ڈرنا تھا اس لئے گوہری میں بیان نہ کر سکا۔ وغیرہ؛ موہن پرشاد بڑا آدمی ہے  
 لیکن اس خط لکھنے میں نہ ڈرا اور نہ اس نے یہ خط موہن پرشاد کو دکھایا تھا، پھر اسے خط میں  
 واقعہ لکھنے میں کیا چیز مانع تھی؟ اگر وہ موہن پرشاد سے اتنا خائف ہے کہ اس بات کو گوہری میں  
 نہ بیان کر سکا تو کیا فرج کے حسابات کے متعلق اس کا براہ راست اور از خود مقابلہ کرتے وقت  
 اسے یہ خوف نہ تھا؟

پھر یہ خوف کسی حالیہ تہدید سے نہیں پیدا ہوا بلکہ کئی سال قبل کی گفتگو کا نتیجہ ہے۔ اب  
 یہ فیصلہ آپ کریں کہ اس کس حد تک شہادت کے وقت موہن پرشاد سے خائف تھا  
 اور اس کی تہدید کا گوہری میں کس حد تک اثر پڑا ہو گا؟  
 حیرت کی بات یہ ہے کہ گوہر سے بار بار جرح ہوئی خصوصاً اقرار نامے کے بارے میں۔ مگر ہمارا  
 نذکار نے پہلے یہ سوال اپنے ذہن کو نہ سمجھایا؟

اگر کشمیر میں اس کی شہادت کا یہ آخری حصہ درست ہے تو یا وہ سخت عطف درونی کا  
 مجرم ہے اور یا اپنی پچھلی شہادت کی نمایاں تکذیب کرتا ہے، اس سے دریافت کیا گیا کہ اقرار نامے سے  
 جو داخلہ پڑھا گیا اس کی تکذیب اور موہن پرشاد کو بھی خبر تھی تو اس نے جواب دیا کہ داخلے کے وقت  
 انہیں علم ہونے کے متعلق میں پچھتائیں کہ کیا انگریزوں میں انہیں معلوم ہو گیا تھا۔ یہ میں کس طرح کہہ سکتا ہوں کہ وہ پتلا  
 جانتے تھے؟ انہیں تو اس کا علم دلوانی عدالت کے کاغذوں سے ہوا ہو گا۔ وہ سب دماغ بلائے گئے تھے۔  
 مجھے اگر ان کے علم ہونے کی خبر ہو تو میں کہوں؟

وہ اس بات کو ضرور جانتا ہے کہ انہیں خود اقرار نامے کا علم ہونا ثابت کیا جائے تو یہ بڑی اہم  
 بات ہوگی کیونکہ اسی اقرار نامے میں اس رقم کی تفصیلات درج تھیں جس کا داخلہ پڑھا گیا! اور اس پر ملائی اس کے

لئے مجھے علم نہیں کہ یہاں کس خط کا ذکر ہے، البتہ فرج کے حسابات کا قصہ ہے کہ موہن پرشاد نے بیان کیا کہ میں نے  
 ملائی اس کی فرج سے لین دین کی کتابیں کبھی نہیں دیکھیں کشمیر میں اس نے ملقبہ کہا کہ وہ جس نے موہن پرشاد کے حکم سے  
 صندوق میں سے کتابیں نکالیں اور اس کے مکان پر چڑھ آیا اور موہن پرشاد کو علم تھا کہ وہ کیا کرتا ہے؟  
 ۱۰۲۲ء تا ۱۰۲۳ء۔ آخری جملہ کہ "غیر ہونے کو" روٹا دیا نہیں ہے۔ آپسی۔ یہ یہ تقریباً اپنی  
 یادداشتوں کی بنا پر کی ہوگی اور ابتدائی حصہ روٹا دیا کی نسبت مختصر ہے (روٹا دیا سوال جواب کی صورت  
 میں ہے) مگر ضمنیوں کی مثال ہے؟

و تخطا ہوئے تھے مگر تھوڑی ہی دیر بعد وہ اپنے قطعہ کی تہلکے کو سرسبز پر شاہ اور گنگا یعنی گوان حسابات سے واقفیت نہ تھی؟  
 اپنی شہادت کے دوسرے حصے میں اُس نے یہ بھی بیان کیا کہ اس سے کہا کہ اس تہلکے کی نسبت جس کی رقم  
 اب ہم ادا کر رہے ہیں یا کر چکے ہیں (یہاں ترجمے میں کچھ شبہ نہ ہو گیا تھا) میرا اطمینان کر دو  
 ہمارا جذبہ نذکار کے مکان پر یقین کمال وقت کی گئی اس کا صحیح علم نہ ہو سکا لیکن ضرور ہے کہ یہ رقم تہلکے  
 ادا ہونے سے پہلے کی ہو ورنہ بعد میں اُس کا کچھ فائدہ نہ تھا لہذا نظر برائے اگر گنگا جیون داس نے پہلے سے اترا نہ  
 دیکھا اور اُس کا حال موہن پر شاہ سے کہہ دیا تھا تو پھر اس کے متعلق وہ اطمینان کیوں چاہتا تھا؟ اور پھر  
 اُس کا فائدہ کس کو دینے کے لئے ہے جسے وہ پہلے دیکھ چکا تھا، اُس کا کیا اطمینان برسرِ تہلکا تھا؟

یہ شخص کی شہادت کی نسبت جس سے مجھے پہلے اس قدر سن من تھا جو مورایہ رائے زنی کرتے وقت مجھے  
 ولی صدر ہے گوش چاہتا ہوں آپ اسے فراموش نہ کریں کہ اس رائے اور دوسری رائیں کو جس میں ظاہر کروں  
 آپ اسکا حد تک کام میں لائیں جس حد تک وہ خود آپ کی رائے اور شاہدے سے مطابقت رکھتی ہیں اور  
 جب ایسی مطابقت نہ پائیں تو آپ انہیں مسترد کریں کیونکہ شہادت پر فیصلہ کرنے والے آپ ہیں نہ کہ میں؟  
 میں بھی اور دوسرے گواہوں نے خاص خاص واقعات بتائے اور عام حال میں کی بنا پر موہن پر شاہ کو  
 پھانسنے کی بھی کوششیں کیں آپ پر لازم ہے کہ فیصلہ کریں کہ وہ کس حد تک کامیاب رہے۔ کمال الدین  
 کے معاملے میں تو ان کی اسی قسم کی کوششیں بالکل رائیگاں رہیں؟

تقدیمی کے حق میں بہت سی باتیں کہی جا سکتی ہیں اور مجھے یقین ہے کہ آپ کی نفسانی صحت اور دیوانی سے کام  
 لینے کی جہاں تک وہ کام دے سکتی ہیں پوری سفارش کریں؟ میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ صفائی کا اگر تہا کیا جائے تو  
 وہ الزام کی پوری تردید کر رہی ہے یہی نہیں بلکہ اس سے اہل استغناء پر بلازائیک شرمناک بدعاشی کا ذمہ والا داغ  
 آگے جاتا ہے، بلاقی داس سے دستاویز لکھوانے کے چاقو قلمی گواہوں کی مجال کی شہادت کے خلاف گئی گواہوں میں جو یہ  
 ثابت کرتے ہیں کہ دستاویز پر گواہی لکھنے والا دوسرا کمال تھا۔ ہتھاب رائے کا سکرری شہادت میں دو گواہوں کی گواہی  
 اسے دھتکار کر کے موئے چار گواہوں نے دیکھا، دو دوسرے گواہ، جن میں ایک اُس کا بھائی ہے،  
 وہ بھی ثابت کرتے ہیں کہ ایسا کوئی شخص تھا؟

راجہ انوپ گنگا (۱) اور ایک (۲) نے طغیہ بیان کیا کہ دستاویز پر صلابت کا نام صلابت  
 کے خلیس نہیں ہے۔ اس کے مقابلے میں چار گواہوں نے کہا کہ اسے گواہوں نے چشم خود سے دیکھا کرتے دیکھا؟

۱۰۲۳ء چوتھے سال سے جواب کا آخری جزو۔۔۔ ۲۲۰ء  
 ۱۰۲۳ء تک، لیکن مسلم جہاں ہے کہ جوری پر اثر نذار ہونے کیلئے ان مباحث کو اس سے زیادہ زور  
 اس سے زیادہ اٹھانے اور اس سے زیادہ بہتر طریق پر پیش کیا جاسکے۔

اس مقدمے میں موہن پرشاد کی شہادت پر واقعات کا بہت کچھ انحصار ہے۔ آپ کو انصافاً غور کرنا چاہیے کہ اس کی ساکھ کو کہاں تک نقصان پہنچا ہے۔ آپ میں سے بیشتر اہمساب اس سے واقف ہیں۔ آپ کو فیصلہ کرنا چاہیے کہ وہ کس حد تک احترام کا مستحق ہے اور یہ کس طرح ممکن ہے کہ اس نے بدینتی یا ایذا رسانی کے خیال سے ایک بے گناہ شخص پر سنگین جرم کا الزام عاید کیا۔ اگر آپ اسے اس فعل کا مرتکب ہی سمجھتے ہیں تو اس کی گواہی کو مطلق اہمیت نہیں دینی چاہیے۔ موہن پرشاد نے اس دستاویز کے متعلق واقعی حلف اٹھایا جو ہمارا جہ تندکار نے داخل کی تھی اور جس کے ضمن میں کمپنی کی دستاویزیں بھی پیش ہوئی تھیں۔ یہ وہی دستاویز تھی جو شہادت میں پیش کی گئی تھی۔ اس نے کہا تھا کہ وہ اسے واقعات کی بنا پر جانتا ہے لیکن اس نے یہ توضیح نہیں کہ وہ واقعات کیا تھے۔ صرف اسی بیان کو میں اس کی تائید پر محمول کرتا ہوں کیونکہ پوری جواب دہی اس دستاویز کی شناخت اور اسے اصلی دستاویز ثابت کرنے پر منحصر ہے۔

آپ کو اندازہ ہو گا کہ فوج کی کتابوں کے متعلق موہن پرشاد کا بیان کتنی جیون داس کے بیان سے کس حد تک متضاد معلوم ہوتا ہے اور ان دونوں بیانیوں میں سے کس کو صحیح سمجھنا چاہیے۔ موہن پرشاد کو اس لیے متہم کرنے کی کوشش کی گئی تھی کہ اس نے گنڈا دیر کو

۱۷۔ جس شخص نے امن طریقے سے گواہی دی ہو کیسا وہ ایسی جرح سے دل توڑ سکتا ہے جو موہن پرشاد میں بد باطنی کا میلان ظاہر کرے؛ کیا یہ بات قابل تسلیم ہے کہ زیر واقف حال تھا یا اسے توقع تھی کہ وہ ایسے واقعے کا اظہار کرے جس سے اس کا تعلق بیسٹنگز سے پایا جائے مگر اس نے بہر حال ایسا نہیں کیا؟  
۱۸۔ یہ ایک صحیح مشاہدہ ہے جس سے قیدی کی تائید ہوتی ہے۔

۱۹۔ ظاہر ہے کہ یہ نام گنگا بشن کی بجائے غلطی سے چھپ گیا ہے۔ اس بارے میں ذیل کی عبارت رُو داد کے صفحہ ۹۶۵ پر درج ہے۔

سر جسٹس کی مسترحلیہ بیان کیا کہ ڈاکٹر ویس نے اسے یہ اطلاع دی کہ گنگا بشن کو

عدالت میں حاضر ہونے سے روکا تھا جس کی نسبت کہا گیا تھا کہ وہ گواہی دینے کے قابل ہے اور بطور گواہ پیش ہونے پر رضا مند ہے لیکن یہ معاملہ ایسا صاف ہو گیا کہ ہمیں اس سے کامل اطمینان ہو گیا اور بے شبہہ آپ بھی مطمئن ہو گئے ہوں گے۔ مستغیث نے اسے اس لیے طلب نہیں کیا کہ اسے اس مقدمے میں دلچسپی تھی اور قیدی نے بھی اسی وجہ سے اسے طلب نہیں کیا لہذا قیدی سے کوئی بدگمانی منسوب نہ ہوئی چلیے۔

قیدی کے وکیل نے ان وقتوں کو پر زور الفاظ میں ظاہر کیا جو مقدمے کے طول کھینچنے کے باعث پیدا ہو گئی ہیں۔ آپ نے سُن لیا ہے کہ موہن پرشاد کو پہلی مرتبہ جعل سازی کا شبہہ کب ہوا اور کمال الدین کے بیان سے اس کے شبہہ کی تصدیق کب ہوئی۔

یہ تو آپ نے سنا ہے کہ عدالت سے کاغذات کب سپرد کیے گئے۔ اگر ان کی حوالگی میں دیر کرنے کی کوئی سازش ہوتی اور آپ خیال کرتے ہیں کہ یہ بات موہن پرشاد کے اختیار میں تھی کہ حصول کاغذات سے قبل وہ مقدمے کو موثر طریقے سے چلا سکتا تھا تو ہمارا جہ نندکار کے لیے بڑی دشواری ہوتی خصوصاً اس صورت میں جب کہ دستاویز کے تمام گواہ مرچکے ہیں۔ آپ کو

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ عدالت میں گواہی کے لیے کھٹیا پر لایا جاسکتا ہے اور چونکہ جیوری کو اس کی ضمانت لینے کی بہت خواہش ہے اس لیے عدالت نے یہ رائے ظاہر کی کہ گنگایش کو بلائی داس کی جائداد سے بہت کچھ مفاد کا تعلق ہے۔ ایسی صورت میں کیل تاج اسے طلب نہیں کر سکتا۔ لہذا قیدی سے کہا گیا تھا کہ وہ اپنے وکیل سے اس بات کا مشورہ کرے کہ آیا وہ گنگایشی کو گواہی کے لیے طلب کرنا چاہتا ہے یا نہیں۔ ساتھ ہی اس کے عدالت نے جیوری کو مطلع کیا کہ چونکہ تاج کی طرف سے گنگایش کو چھٹی گواہ طلب نہیں کیا جاسکتا۔ اس لیے جیوری کو بدگمان نہ ہونا چاہیے اگر قیدی بھی اسے طلب کرنے سے الحاح کرے۔ قیدی نے خواہش کی تھی کہ اسے طلب کیا جائے لیکن مشرورس نے ثابت کر دیا کہ اگر گنگایش کو عدالت میں لایا گیا تو اس کی جان کو سخت خطرہ ہے (صفحہ ۹۶۶)۔

اس واقعے کا لحاظ دوسرے واقعات کے ساتھ کرنا چاہیے جو اس کی تائید میں ہیں۔  
 بریں ہم یہ باور کرنا چاہیے کہ اس شکل میں بہت کچھ کمی ہو گئی ہے کیوں کہ بہت سے  
 گواہ اس وقت بھی زندہ ہیں جو دستاویز کی تکمیل کے وقت موجود تھے۔

دو تحریری شہادتیں موجود ہیں جن کو قیدی معتبر سمجھتا ہے۔ ان میں سے  
 ایک کتاب کا وہ داخلہ ہے جو اقرار نامے کی رقموں کے متعلق مسابدہ ہونے کے بعد  
 کیا گیا تھا۔ آپ کو معلوم ہو گا کہ یہ وہی رقمیں ہیں جن کے متعلق کشن جیون داس نے  
 کہا تھا کہ اقرار نامے میں درج ہیں اور جن کا داخلہ کتاب میں بھی ہے یعنی

روپیے

۶۰۰۰

در بار کے اخراجات

۶۹۰۰۰۰۵۷

دستاویز ابٹہ اور بڑھوتری

۷۵۰۰۰۰۵۷

دوسری تحریر اس حساب کے متعلق ہے جسے موہن پرشاد اور پدموہن داس  
 نے پیش کیا ہے اور جس میں پدموہن داس نے اس رقم کو اپنی طرف لے لیا ہے  
 اور اس کا حوالہ حساب مابعد میں بھی درج ہے۔

میرے خیال میں اس سے بہت زیادہ مفید نتیجہ اخذ نہیں کیا جاسکتا کیوں کہ  
 موہن پرشاد کا بیان ہے کہ یہ رقمیں ادا کر دی گئی تھیں اور اس لحاظ سے وہ  
 بالیقین ان کو اپنی طرف لے لینے تاکہ ان پر یہ رقمیں عاید نہ ہوں۔ وہ ایسا  
 ضرور کریں گے خواہ روپیہ جائز یا ناجائز کسی طرح بھی ادا کیا گیا ہو۔  
 یہ بات واقعی بہت غیر اغلب ہے کہ نذکار جیسا معزز اور دولت مند شخص  
 اتنی قلیل رقم کے لیے ایسے ذلیل جرم کا مرتکب ہو۔

۱۷۔ میں نے ان کاغذات میں اپنے مصارف مقدمہ کی تفصیل آپسی کی پیش کردہ وجوہ کی بنا پر درج  
 نہیں کی ہے۔

۱۸۔ یہ رقم سات ہزار پونڈ سے زیادہ تھی اور اگر پدموہن داس کا بیان جو ملاقی داس  
 کی چوہ کے متعلق ہے صحیح ہے تو یہ رقم اس چوہ کی نصف جائداد سے زیادہ تھی۔

یہ بات اور زیادہ غیر ممکن معلوم ہوتی ہے کہ جس شخص نے بلاقی داس کی زندگی میں اس کی سرپرستی کا ثبوت دیا ہو اور اس کے ساتھ بہت ہی لطف و کرم کا سلوک کیا ہو وہ اپنے اس دوست کی وفات کے بعد فوراً ہی اس کی بیوہ اور اس کے عزیزوں کو تباہ و برباد کر دے۔ اسی طرح کا ایک مقدمہ عدالت میں دائر ہوا تھا جو دیوانی کی نوعیت رکھتا تھا لیکن یہ بات فی الواقع ثابت نہیں ہوئی کہ موہن پرشاد فریق کی حیثیت رکھتا تھا اور حقیقتہ میں نہیں جانتا کہ اظہار واقعات کو کسی فریق نے بھی کیوں مناسب نہیں سمجھا۔

۱۔ قیدی کی تائید میں ان واقعات کو کیوں پیش نہیں کیا گیا اس کی وجہ مسٹر فیرونے مجلس موافدہ کے روبرو اپنی شہادت میں یوں ظاہر کی ہے۔ (فیرونہ کا بیان شہادت صفحہ ۱۲۱) یہ صحیح ہے کہ مذکار کے مقدمے میں کسی فریق نے بھی دیوانی عدالت کی کارروائیوں کو شہادت میں پیش نہیں کیا۔ میں نے مندرجہ ذیل وجوہ کی بنا پر شہادت میں ان کا اظہار نہیں کیا:

(۱) ان کارروائیوں میں مذکار کے گواہوں کے بیانات متعدد اہم امور میں ایک دوسرے سے متضاد ہیں۔

(۲) عدالت نے جب مدعی کو تائیداً طلب کیا کہ وہ خصوصیت کے ساتھ اپنے مطالبے کی نوعیت کا اظہار کرے تو اس نے صریح طور پر دیشیہ تنازعہ فیہ کو جعلی قرار دیا۔

(۳) جب مدعی نے مذکار کو یہ موقع دیا کہ وہ اس معاملے کو ثالثی پر چھوڑ دے یا حلف اٹھائے کہ اس کا مطالبہ صحیح ہے اور یہ کہ دیشیہ تنازعہ فیہ واقعی بلاقی داس کا تحریر کردہ ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ مذکار نے دونوں باتوں سے انکار کر دیا۔

(۴) جب مذکار نے یہ دیکھا کہ اس کے انکار کی وجہ سے عدالت فیصلہ کرنے والی ہے اور فیصلے میں تعویق پیدا کرنے کے لیے وقتاً فوقتاً وہ نئے گواہ بھی پیش نہ کر سکے گا تو وہ ثالثی پر رضامند ہو گیا۔

میرے نزدیک ہی وجوہ تھیں جن کی بنا پر میں نے شہادت میں ان کارروائیوں کو پیش نہیں کیا۔

شہادت میں جس قدر گنجائش تھی اور چند منٹ جو مجھے غور و خوض کے لیے ملے تھے ان دونوں چیزوں کے اعتبار سے جہاں تک مجھ سے ہو سکا میں نے اپنے خیالات ظاہر کیے۔

آپ اصحاب تمام امور پر بے لوثی، غیر جانبداری اور ایسی توجہ سے غور فرمائیں گے جیسی کہ آپ میں سے ہر ایک میں کئی روز سے اس مقدمے کی سماعت میں پائی جا رہی ہے۔

آپ غور کریں گے کہ شہادت کا کون سا پلہ بھاری ہے اور ہمیشہ یہ پیش نظر رکھیں گے کہ خصوصاً سنگین مقدمات فوجداری میں شہادت کو سونے کی ترازو میں نہ تولنا چاہیے کیوں کہ یہ ممکن ہے کہ قبل اس کہ آپ قیدی کو مجرم قرار دیں مقابلے کے پلے میں وزن کا بہت کچھ اختلاف ہو۔ جائداد کے مقدمات میں دونوں پلوں کا وزن مساوی ہوتا ہے اور شہادت میں ذرا سی خلاف بیسانی پر صورت حال بدل جاتی ہے۔ لیکن سنگین مقدمے میں چونکہ جان کے برابر کوئی قیمتی شے نہیں ہوتی ہے اس لیے آپ اصحاب کو چاہیے کہ قیدی کے حق میں فیصلہ صادر کرنے سے قبل اس امر کا پورا اطمینان کر لیں کہ اس کی معصومیت کا کوئی امکان باقی نہیں رہا ہے۔

جو اب دعویٰ کی نوعیت یہ ہے کہ اگر اسے باور نہ کیا گیا تو میرے فریق کے لیے سخت خطرہ لازمی ہے اور اس صورت میں جب کہ آپ اسے باور نہ کریں آپ کا یہ خیال ہو گا کہ ایسی دروغ حلفی سے اس کی تائید کی گئی ہے جو شدید قسم کی ہے کیوں کہ اس کے ذریعے یہ کوشش کی گئی ہے کہ مستغیث اور گواہوں پر دروغ حلفی اور دروغ حلفی کی ترغیب دہی کا الزام عاید کیا جائے۔

بقدر حاشیہ مؤگرتہ۔ یہ وجوہ اس طریق کار کی بخوبی تصدیق کرتی ہیں جو فیروز نے اختیار کیا تھا اور ان سے بڑی حد تک یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس کا موکل مجرم تھا۔ وہ دیکھ سکا کہ ان کارروائیوں کو مقدمے میں کیوں پیش نہ کیا گیا۔ غالباً یہ وجہ ہو گی کہ ان کے مقدمے میں قطعاً جان نہ تھی۔

سہ۔ میرے خیال میں یہ بیان مبالغہ آمیز ہے۔ کسی اچھے مقدمے کی نسبت یہ کہدینا کہ اس میں دروغ حلفی سے کام لیا گیا ہے ہندوستان میں کوئی غیر معمولی بات نہیں ہے۔

تو یہ کہ آپ اصحابِ مستغیث اور اس کے گواہوں کے کردار پر بار بار غور کریں گے  
 اور نکتہ جرم کی تاریخ سے مقدمے کی مدت کو ملحوظ رکھیں گے اور اس پر بھی غور کریں گے  
 کہ قیدی نے کس قسم کا ثبوت پیش کیا اور کس نوعیت سے جرم کا اقبال کیا نیز اس کے  
 عہدے اور مرتبے کا لحاظ رکھا جائے گا۔ یہ تمام اسباب اس لیے بیان کیے گئے ہیں کہ  
 آپ اصحاب اس الزام کے متعلق بے تامل یقین کرنے سے باز رہیں جو قید سی پر  
 عاید کیا گیا ہے۔ لیکن آپ اگر ان حلفی بیانات کو جو اس کے خلاف ہوئے ہیں  
 صحیح تسلیم کرتے ہیں تو ان سے خود واقعات کی نوعیت میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں  
 ہو سکتی۔ آپ کا جذبہ انصاف اور خود آپ کے احساسات قیدی کو مجرم قرار دینے  
 کی اجازت اس وقت تک نہ دیں گے جب تک کہ کامل طور پر اس کے الزام جرم  
 کا یقین آپ کے ضمیر کو نہ ہو جائے۔ اگر واقعات و حالات سے وہ مجرم ثابت  
 نہیں ہوتا ہے تو آپ اصحاب ایسا فیصلہ صادر کرنے کی جانب مائل ہوں گے جو  
 بشریت کے تقاضے پر مبنی ہو گا البتہ آپ کے ضمیر کو اس کے مجرم ہونے کا اطمینان  
 ہو جائے تو مجھے یقین ہے کہ آپ اصحاب کے ازر دئے حلف فیصلہ صادر کرنے  
 میں کسی قسم کا گمان حاصل نہ ہوگا۔

یہ صورت حال نندکار کے مقدمے کی تھی۔ اس پر میں اپنی ذاتی رائے  
 دینے سے قبل بعض ایسے امور متعلقہ بیان کرتا ہوں جو رواد میں مندرج نہیں  
 ہیں۔ پہلی بات جو قابل ذکر ہے وہ خیال ہے جو آپسی کے طرز عمل کی نسبت  
 قائم کیا گیا ہے۔ ~~میں نے~~ وہ برحیثیت ملزم ماخوذ ہوا۔ اس ماخوذی سے  
 ظاہر ہوتا ہے کہ "آپسی قیدی کے مشیر کی طرح کام کرنے کی بجائے مستغیث  
 کا عملی طور پر کارکن اور وکیل بن گیا اور مقدمہ مذکور میں اس نے  
 نہایت ذلت آمیز جانب داری کے ساتھ شہادت قلمبند کرنے کے بعد قیدی  
 کو ملزم قرار دیا۔ انھیں امور پر اس نے بحث کی جو مستغیث کی تائید میں تھے  
 اور جو واقعات قیدی کے حق میں مفید تھے ان کو قطعاً نظر انداز کر دیا یا

سرسری طور پر ان سے گزریا۔ اس پوری کارروائی میں اس کی یہ علانیہ خواہش اور مصمم قصد ظاہر ہوتا تھا کہ ہمارا جہ نذکار کی تباہی اور موت کا سامان کیا جائے۔ اس جہارت کا ہر لفظ مجھے بالکل غلط اور بے بنیاد معلوم ہوتا ہے لیکن جو بیان میں نے مقدمے کی بابت دیا ہے وہ اور اپنی کی مرتبہ شہادت ہر دو بجائے خود مظہر واقعات ہیں۔ جس چیز کی طرف اب میں توجہ ہوتا ہوں وہ ایک ایسا اسلوب بیان ہے جسے سرگلیٹ ایڈٹ نے ترجیح دی اور جس میں اس الزام پر اپنے خیالات ظاہر کیے۔ سرگلیٹ ایڈٹ نے مواخذہ امپی پر جو تقریر کی تھی اس پر خود اس نے ایک خالص حد تک غور کر رکھا تھا۔ جس بیان کا ابھی اوپر حوالہ دیا گیا اس کی تائید میں اس نے حد مذکور تک ایک لفظ بھی نہیں کہا۔ باقی تقریر کا اقتباس دیا گیا ہے جو پارلیمنٹی تاریخ کے تقریباً پندرہ کالم پر مشتمل ہے۔ اس اقتباس میں ایڈٹ کی ان دلائل و مجادیز کا ایک حوالہ بھی موجود نہیں ہے جو اس نے الزام کی تائید میں پیش کی تھیں۔ معلوم ہوتا ہے (جہاں تک کہ رواد کا تعلق ہے) کہ اس نے مقدمے کے اس حصے کو بالکل نظر انداز کر دیا کیوں کہ دوران مقدمہ میں اپنی کے طرز عمل کے متعلق اس نے کچھ بھی ذکر نہیں کیا ہے۔ ایڈٹ نے اپنی پر جو بڑے الزامات عاید کیے وہ یہ ہیں کہ اس نے ہیمننگز کے ساتھ یقیناً سازش کی نذکار پر جو مقدمہ چلایا گیا وہ بالکل غیر آئینی تھا اور خصوصاً اس حالت میں جب کہ سنگین جرم اس پر عاید کیا گیا وہ ہرگز منصفانہ نہ تھا اور حکم سزا سنانے کے بعد اسے مراغے کی ہملت دینے سے علانیہ انکار کر دیا گیا۔ ایسا سخت اور سرگرم دشمن جس نے ایسے پر زور الفاظ میں عدالت پر بے ضابطگی کا سنگین الزام لگایا جو حیرت ہے کہ تحریک مواخذہ پر اس الزام سے بالکل دست کش ہو جائے۔ یہ واقعہ اس الزام کے قطعی غلط ہونے کا بہت قوی ثبوت ہے۔ بہر کیف یہ مشتبہ ہے کہ ایسی کوئی صورت حال تھی بھی یا نہیں۔

۱۔ پارلیمنٹی تاریخ جلد ۲۷ - صفحہ ۳۶۴ نیز حاشیہ -

۲۔ صفحہ ۴۲۷ تا ۴۲۲ -

سر رچرڈ سٹون نے جس نے ایٹھ کو جواب دیا ایٹھ کے اس اصرار پر کہ نذکار لے گناہ ہے تیغ جو کر کہا کہ ”میں ہر گواہ کی شہادت کو انتہائی طور پر جانچنے کے معاملے میں معزز دکن کا ساتھ نہیں دے سکتا۔ میں نے حقیقت میں کبھی یہ ضروری نہیں سمجھا کہ اس قسم کی مفصل تحقیقات میں پڑوں۔ میں اس عام خیال سے جو میرے سامنے آیا سٹون ہو گیا کہ مدت دراز تک مقدمہ چلنے کے بعد بہت ہی واضح اور صاف شہادت سے نذکار مجرم ثابت ہوا۔ مقدمے کے دوران میں عدالت اور خصوصاً سر ایلیجا اسپٹی نے قیدی کے ساتھ نہایت شفقت کا برتاؤ کیا؛ اگر ایٹھ مقدمے کے متعلق تفصیل سے بحث کرتا تو اس کی تقریر کی روداد اس کے حق میں بہت ہی غیر منصفانہ ہوتی۔ میں زیادہ اغلب یہ سمجھتا ہوں کہ سٹون نے فیئر کی شہادت کے طویل و دقیق بیان کے متعلق جس کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے غلط حوالہ دیا اور ایک علانیہ مستند روداد سے ایٹھ کی تقریر کے اہم حصے کا خوالہ قطعاً نظر انداز کر دیا گیا۔ بہر حال یہ ہو سکتا ہے سٹون نے کہا کہ ”اگر کوئی شخص دیکھنا چاہے تو میرے پاس سر ایلیجا اسپٹی کی اصلی تحریریں موجود ہیں۔ کوئی مشکوک کتاب یا تحریر نہیں ہے۔ ہر شخص کو ہر صفحے میں قابل اعتراض باتیں مل سکتی ہیں اور ایسی باتیں بھی جو قیدی کی سرسراٹھ میں ہیں“

یہ بات تعجب خیز ہے کہ ایک واقعے کو جو ایسی کے خلاف بہ زور بیان کیا جا سکتا تھا اس وقت نظر انداز کر دیا گیا جب سر گلبرٹ ایٹھ نے ایسی کی مخالفت کی تھی گو یہ واقعہ کرنیل فلرٹن کی ایک تقریر میں ظاہر کیا گیا ہے۔ اس واقعے کا ذکر حسب ذیل عبارت میں فیئر کی اس شہادت میں کیا گیا ہے جو اس نے مجلس مواضعہ کے رپورڈ میں تھی۔

۱۔ پارلیمنٹی تاریخ جلد ۲۴۔ صفحہ ۴۴۴۔

۲۔ یہ اسپٹی کے ان کاغذات میں شامل نہیں ہیں جو برطانوی مجاہد خانہ میں موجود ہیں۔

۳۔ پارلیمنٹی تاریخ جلد ۲۴۔ صفحہ ۴۴۵۔

عام طور پر ہمارے محل خاص گواہوں سے تمام ججوں نے یہ استننا سٹے سربراہ برٹ چیمبرس یکے بعد دیگرے یعنی سب سے اول مسٹر جسٹس کی بستہ اس کے بعد مسٹر جسٹس بائیڈ اور آخر میں سر ایلیجاہی نے بہت ہی طویل و سخت سوالات جرح کے مگر سربراہ برٹ چیمبرس نے فی الحقیقت بہت ہی کم سوالات کیے۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ کھانا کھانے کے لیے عدالت کے برخاست ہونے سے قبل (میر انیال ہے کہ مقدمے کا دوسرا یا تیسرا دن تھا) میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ کونسا دن تھا) جب قیدی کی طرف سے بیانات شروع ہو چکے تھے تو نندکار نے خواہش کی کہ وہ عدالت سے باہر مجھ سے کوئی بات تنہائی میں کہنا چاہتا ہے۔ اسے اجازت دے دی گئی اور ہم دونوں عدالت کے آس شاندار اور کشادہ کمرے کے ایک گوشے میں چلے گئے جہاں دوسرے اوقات میں اجلاس ہوا کرتے تھے۔ کچھ فاصلے پر ہمارے گرو اگرو شریف (ناظم ضلع) کے لوگ تھے۔ میں ملک کی زبان سے ناواقف تھا اور نندکار انگریزی نہ جانتا تھا۔ ہم دونوں نے مترجم کے ذریعے مبادلہ خیال کیا مترجم کا نام ادا کرنا تھا اور اس پر نندکار کو اعتماد تھا۔ اس شخص نے بعد کو جرنل کلیورنگ کے ہاجن کی حیثیت سے کام کیا۔ نندکار نے ابتداء پر زور الفاظ میں ان خدمات کا شکریہ ادا کیا جن کی انجام دہی میں مجھے زحمت اٹھانی پڑی تھی۔ پھر وہ کہنے لگا کہ حالات کے مشاہدے سے اسے یہ یقین ہو گیا ہے کہ اب کوششیں بے سود ہیں کیونکہ اسے معلوم ہو گیا ہے کہ عدالت اس کی جانی دشمن بنی ہوئی ہے۔ اس قسم کی رائے قائم کرنے کی وجہ اس نے یہ بتائی کہ اس کے گواہوں کے ساتھ عدالت کا برتاؤ ایسا نہ ہو جیسا ستیفٹ کے گواہوں کے ساتھ تھا۔ اس بنا پر اس نے ارادہ کر لیا تھا کہ آئندہ عدالت کو نہ مجھے کوئی زحمت گوارا کرنے دے بلکہ بلا تامل اپنی قسمت کی افتاد پر صابر رہے۔ میں نے اسے پر زور نصیحت کی کہ وہ اس قسم کے خیالات ہرگز دل میں نہ لائے اور یہ یقین رکھے کہ عدالت اس کے معاملے میں انصاف کرے گی اور اگرچہ بعض باتیں اسے کسی قدر غیر معمولی نظر آئی ہوں گی کیوں کہ وہ ہماری عدالتوں سے

ناواقف ہے تاہم میں نے کوئی ایسی بات نہیں دیکھی جس سے ایسا نتیجہ نکل سکے جیسا اس نے افذ کیا تھا۔ اس نے مجھ سے بہت ہی زور اور سنجیدگی کے ساتھ یہ پوچھا دیکھا آپ نے غور نہیں کیا کہ مستغیث کے گواہوں کے مقابلے میں میرے گواہوں کے ساتھ عدالت نے کس قدر مختلف برتاؤ کیا؟ اور کیا آپ کی رائے میں عدالت میری مخالف نہیں معلوم ہوتی؟ میں نے ان باتوں کا براہ راست جواب دینے سے گریز کیا لیکن اس سے کہا دیکھو کہ یہ باتیں اس کے ذہن میں اچھی طرح جم گئی تھیں، کہ میں ان خیالات کو جو اس نے تجوں کے متعلق ظاہر کیے ہیں کسی نہ کسی طریقے سے ان کے گوش گزار کر دوں گا۔ لیکن یہ امر بہت اہم اور نازک تھا اور میں اس وقت سوچ میں پڑ گیا کہ اسے کس طرح انجام دینا چاہیے۔ میں نے بہر حال اسے موثر طور پر سمجھایا کہ وہ اپنے دل و دماغ میں اس قسم کی باتوں کو جگہ نہ دے اور کھانے کے بعد جب اسے عدالت میں لایا جائے گا تو میں بتاؤں گا کہ اس کے متعلق میں نے کیا فیصلہ کیا ہے۔ یہ وہ گفتگو ہے جو میرے اور اس کے درمیان ہوئی۔ وہ عدالت میں واپس آیا اور تھوڑی دیر کے بعد عدالت کے جج کھانا کھانے کے لیے اٹھے۔ میں نے اپنے خیالات کے موجب عدالت میں مذکورہ باتوں کو بیان کرنا مناسب نہیں سمجھا اور ذاتی طور پر بھی ایسے واقعات کے اظہار میں مجھے بڑا شش و پنج اور اندیشہ لاحق تھا۔ بہر کیف مجھے یہ خیال ہو کہ جب قیدی عدالت میں آئے تو صفائی کی بحث کو چھوڑ کر اس کے بیان کردہ واقعات عام طور پر عدالت کے سامنے ظاہر کر دوں اور ساتھ ہی ساتھ میں خوف زدہ بھی ہو کہ قیدی میرے طرز عمل کو منظور کر لے گا مگر چونکہ اس قسم کی ناخوشگوار صورت حال کا وقوع میں آنا مناسب نہیں تھا لہذا میں نے مہم ارادہ کر لیا کہ جو گفتگو میرے اور قیدی کے مابین ہوئی تھی اس کو تجوں سے خانگی طور پر بیان کر دوں۔ پس تجوں کے کھانے سے فارغ ہوتے ہی میں اوپر ان کے کمرے میں گیا اور مجھے بخوبی یاد ہے کہ اس واقعے کا ذکر لڑہا رہا یا بالواسطہ میں نے اس وقت نہ بعد کو کسی سے حتیٰ کہ مسٹر بریکس سے بھی نہیں کیا جو اس مقدمے میں میرا شریک کار تھا (دکلائیے کھا رہے تھے اور تجوں کے کھانے کا کمرہ عدالت کے کمرے سے متصل اوپر تھا)۔ اوپر جا کر میں نے

چیف جسٹس کو چوبدار کے ذریعے اپنی آمد کی اطلاع دی۔ وہ باہر میرے پاس آیا۔ کوئی خاص گفتگو ہونے سے قبل میرے ایما اور اس کی خواہش پر دیگر تینوں ججوں کو بھی بلایا گیا اور وہ سب آگئے۔ میں نے یہ التجائی کہ جو واقعہ میں اس وقت بیان کرنا چاہتا ہوں اس کے متعلق مجھ پر کوئی الزام نہ رکھا جائے کیونکہ یہ خیال بلا واسطہ یا بلا واسطہ میرے دل میں پیدا نہیں ہوا ہے اور نہ میں اس کا محرک ہوں بلکہ یہ قیدی کا خیال ہے جس کا اظہار اس نے مجھ سے اس وقت کیا جب میں عدالت سے واپس ہو رہا تھا۔ یہ واقعہ آج کے کھانے کے وقت سے پہلے کا ہے اور بہت نازک معاملہ ہے۔ میری رائے میں اس کا اظہار عدالت میں ہرگز مناسب نہ تھا میں پھر عرض کرتا ہوں کہ جس طریقے سے میں اس خیال کا اظہار آپ اصحاب کے سامنے کرنا چاہتا ہوں اس سے آپ خفا نہ ہوں کیوں کہ وہ مجھے قابل اعتراض نہیں معلوم ہوتا اور میں اس خیال کو کبھی ظاہر نہ کرتا اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ اس کے ظاہر نہ کرنے سے بعد کو کوئی ناگوار صورت نہ پیدا ہو جائے۔ ججوں نے آپس میں مختصر سے شور سے کے بعد میری التجا سننے کا ارادہ کر لیا۔ مجھ سے زندگاری کی جو گفتگو ہوئی تھی اس کو حتی الوسع میں نے جسنہ بیان کر دیا۔ مجھے خوب یاد ہے اور کامل یقین ہے کہ ان کے جواب کا خلاصہ حسب ذیل تھا:

اول یہ کہ جب مستغیث اور اس کے گواہ سیدھے سادے طریقے سے واقعات بیان کر چکے تو اس کے بعد ہماری صفائی کی بحث بجائے خود مشتبہ ہو گئی۔ دوم یہ کہ ان کو مستغیث کے دکلاؤ گواہوں پر جرح کرنے کے بالکل ناقابل معلوم ہوئے برخلاف اس کے ہمارے دکلاؤ خوب تیار دکھائی دیے اور یہ کہ اگر وہ اپنے اختیار کردہ طریقے پر عمل نہ کرتے یا آئندہ نہ کریں تو نتیجہ یہ ہوگا کہ انصاف کا مقصد فوت ہو جائے گا۔ سوم یہ کہ عدالت نے مستغیث اور قیدی کے گواہوں کے درمیان برتاؤ میں فرق کیوں کیا اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ عدالت کو قیدی کی طرف کے بیانات جیسے مشتبہ نظر آئے ویسے مستغیث کے نہیں معلوم ہوئے اور دوسرا یہ کہ عام طور پر میں نے مستغیث کے گواہوں پر اسی قدر جرح کی تھی جس قدر اس مقدمے میں ججوں کو اس کی ضرورت تھی اور جہاں کہیں میں نے

کچھ امور تشنہ چھوڑ دیئے تھے وہاں البتہ تجوں نے گواہوں پر ایسے سوالات کیے جو ان کی نظر میں امور مذکور کی توضیح اور اغراض انصاف کی تکمیل کے لیے ناگزیر تھے۔ میرے بیان کے متعلق تجوں نے جو کچھ جواب دیا اس کا ذکر پورے طور پر میں نے بیان کر دیا ہے مگر اس سے میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس میں سربراہ برٹش چیمبرس کی بھی کوئی بات شامل ہے بلکہ یہ صرف دوسرے تین تجوں کے خیالات ہیں اور اس بار سے میں پھر یہ کہنے کی اجازت چاہتا ہوں کہ اپنے حافظے اور یقین کامل کی بنا پر میں ایک واقعہ جانب داری سے نہیں بلکہ من و عن اور صاف صاف اس طرح بیان کر رہا ہوں جس طرح وہ میرے اور ان کے درمیان پیش آیا اور اس کو میں اس صورت حال کے لحاظ سے جواب میرے پیش نظر ہے) پوشیدہ رکھنے میں خود کو حق بجانب نہیں سمجھتا۔ مجھے یاد نہیں کہ سربراہ برٹش چیمبرس نے اس وقت کچھ کہا یا نہیں۔ جب دوسرے جج کر کے میں واپس گئے تو وہ پیچھے رہ گیا یا فوراً اس کے بعد عدالت کا دوسرا اجلاس اس روز شروع ہونے سے پہلے موقع پا کر (فی الواقع مجھے اس کا یقین نہیں کہ پہلے یا بعد مگر میرا خیال ہے کہ بعد کو ہی) اس نے مجھ سے گفتگو کی جب کہ اس کے اور میرے سوا اور کوئی شخص موجود نہ تھا۔ وہ کہنے لگا کہ جو بیان میں نے دیا اس سے اسے بہت اضطراب ہوا اور اسے اندیشہ ہے کہ اس قسم کے خیالات پھیل جائیں اور خاص طور پر اس نے مجھ سے خواہش کی کہ میں مذکور کو اس کی جانب سے یہ کہوں کہ جو سوالات اس نے اس کے گواہوں پر کیے تھے یا آئندہ وہ کرے وہ جس قدر ان کی موافقت میں ہوں گے اسی قدر ان کی مخالفت میں بھی۔ وہ حتی الامکان ان سے بہت ہی کم صرف وہی سوالات کرے گا جو اسے کسی ایسے مسئلے کی تشبیح کے لیے نہایت ضروری معلوم ہوں جس کو فریقین کے دکھانے پیش کیا ہو اور تشنہ وغیرہ واضح چھوڑ دیا ہو۔ جہاں تک مجھے صحت کے ساتھ یاد ہے وہی وہ سارا واقعہ ہے جو گزرا تھا۔

اس روز کھانا کھانے کے بعد عدالت کا اجلاس شروع ہونے سے قبل میں نے مذکور سے اس واقعے کا اظہار کیا جو میں نے تجوں سے بیان کیا تھا

اور جو اب میں ججوں نے بہ غلبہ آرا جو کچھ کہا تھا اس کا بیشتر حصہ میں نے نندکار سے پوشیدہ رکھا البتہ سر رابرٹ چیمبرس نے جس بات کی مجھ سے خواہش کی تھی اس کا ذکر کما حقہ کر دیا اور حتی المقدور ہر طریقے سے جہاں تک ممکن ہو میں نے اس کی دل جمعی کی کوشش کی۔ اس امر کے متعلق کہ ججوں کو اپنے طرز عمل کی درستی کا یقین تھا کم از کم فرضی ثبوت کے طور پر میں یہ خیال ظاہر کرتا ہوں کہ انہوں نے قیدی کے گواہوں کے ساتھ سابق کی یہ نسبت بعد کو زیادہ بڑا سلوک کیا۔ سر رابرٹ چیمبرس نے اپنے بیان میں جو کچھ کہا تھا اس پر میرا خیال ہے کہ وہ سختی سے قائم رہا۔

سلسلہ۔ مسٹر بیورج نے لکھا ہے (کلکتہ ریویو جلد ۶۶ صفحہ ۲۸۶) یہ صحیح نہیں ہے کہ مقدمے میں بالکل انصاف سے کام لیا گیا۔ سر ایما ایسی کا طرز عمل اول سے آخر تک قبیح رہا مجھے کچھ معلوم نہیں کہ یہاں کس طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اس بیان کی تائید بدرجہ اقل بھی روداد سے نہ بلیس موخندہ کے روبرو پیش شدہ شہادت سے ہوتی ہے اور جہاں تک مجھے علم ہے نہ تو اور کوئی شہادت موجود ہے جس سے یہ ثابت ہو کہ واقعہ کیا تھا۔ مسٹر بیورج نے آگے لکھا ہے کہ ”مسٹر فیئر نے جو قیدی کا وکیل تھا دارالعوام میں بیان کیا کہ اس کے گواہوں کے ساتھ ججوں نے برا برتاؤ کیا اور جب اس نے اس کے متعلق احتجاج کیا تو ان کے ساتھ زیادہ بڑا برتاؤ کیا گیا۔“ اس تحریر سے متن کی عبارت کا محض حوالہ دیا جاسکتا ہے مگر اس سے اس کا مطلب بالکل الٹ جاتا ہے اور حقیقت میں فیئر کی طرف سے شکایت کا اظہار ہوتا ہے جیسا کہ اس کا یہ بیان ہے کہ ”کم از کم فرضی ثبوت یہ ہے کہ ججوں کو اپنے طرز عمل کی درستی کا یقین تھا۔“ اس کے علاوہ باقی بیان غلط ہے۔ فیئر نے نہ دارالعوام میں یہ کہا کہ اس کے گواہوں کے ساتھ ججوں نے برا برتاؤ کیا اور نہ اس نے شکایت کی۔ برخلاف اس کے اس نے یہ بیان کیا کہ اس نے نندکار سے کہا تھا کہ ”میں نے کوئی ایسی بات نہیں دیکھی جس سے ایسا نتیجہ نکل سکے جیسا نندکار نے اخذ کیا تھا۔“

یہ بہت اہم بیان ہے اور اس سے کئی واقعات پر روشنی پڑتی ہے۔ سب سے پہلے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ فیئر کا اپنے موکل کے متعلق کیا خیال تھا۔ صرف ایک خیال جو اس کو نندکار کی نسبت نیک لگان اور اس کے بیان کو جو اس نے عدالت میں دیا صحیح بنا سکتا تھا یہ ہے کہ اسے یہ یقین تھا اور بے شبہ اس نے یقین کیا کہ اول تو عدالت کی روش غیر منصفانہ نہیں ہے اور دوم یہ کہ ججوں نے نندکار کے گواہوں سے جو سوالات کیے ان سے ان کے بیانات شہادتِ یہ ثابت ہونے پر ٹوٹ گئے کہ وہ دروغِ حلفی سے کام لے رہے تھے۔ اگر اس نے عدالت کی نسبت یہ خیال کیا کہ وہ انصاف نہیں کر رہی ہے تو اس نے نندکار سے غلط بیانی کی۔ اگر اسے یہ یقین نہیں تھا کہ نندکار کے گواہوں نے دروغِ حلفی کی تو پھر اس نے نندکار سے اپنی ملاقات کا ذکر کرتے وقت ججوں کے جوابی بیان کے پیشتر حصے کو کیوں نندکار سے پوشیدہ رکھا؟ ظاہر ہے کہ اس نے گواہوں کے متعلق ججوں کے مخالفانہ خیالات کو پوشیدہ ہی رکھا۔ فیئر کی شہادت سے ایک اور امر کے متعلق چیئرمین کے کردار کی کمزوری ظاہر ہوتی ہے جس کی وجہ سے اس کے سیاسی دوستوں نے بعد کو اس پر لعنِ طعن کی۔ اگر چیئرمین نے نندکار کی رائے کو معقول خیال کیا تھا تو اسے علانیہ اس کا اظہار کرنا چاہیے تھا اور اگر ضرورت ہوتی تو جو واقعہ گزرا تھا اس پر بھری عدالت میں اعتراض کرنا چاہیے تھا۔ اگر اس نے اس واقعے کو صحیح تصور کیا تھا تو اسے اپنے ساتھیوں کا ہم خیال ہونا چاہیے تھا۔ اگر وہ مستقل مزاجی سے کام نہ لے سکتا تھا تو اسے خاموش رہ کر باطل الگ رہنا چاہیے تھا لیکن یہ طریق عمل کہ اس نے اپنے ساتھیوں سے

لے۔ فاکس نے ایک بالکل مختلف واقعے کے تذکرے میں کہا تھا کہ "میں سر رابرٹ چیئرس کے طرز عمل کو پسندیدہ نگاہ سے نہیں دیکھ سکتا۔ میرا خیال ہے کہ اس نے نہایت کمزوری سے کام لیا تھا" (پارلیمنٹری تاریخ جلد ۲۷ صفحہ ۴۶۱) ایٹ نے سر رابرٹ چیئرس کے متعلق یہ کہا کہ وہ ایک سادہ مزاج اور رحم دل آدمی ہے اگرچہ بڑا عالم اور راست باز ہے۔ (پارلیمنٹری تاریخ جلد ۲۷ صفحہ ۴۲۳)

کچھ نہ کہا اور انہیں لاعلم رکھ کر مذکورہ کو جداگانہ اطلاع روانہ کی چاہو سہی پر نہیں بلکہ بزدلی پر مبنی تھا۔

دوسرا قابل ذکر واقعہ یہ ہے کہ اسپہی کے مقابلے میں بیستر اور ہائیڈ نے مذکورہ کے مقدمے میں بہت سرگرم حصہ لیا جس کی وجہ سے مذکورہ خوف زدہ ہوا۔ یہ واقعہ بے شبہ اس حقیقت پر مبنی ہے کہ ان دونوں نے یہ حیثیت ناطلم مقدمہ مذکور کی سماعت کی تھی لیکن یہ بات تعجب خیز ہے کہ جن اشخاص نے مقدمے کی کارروائی میں بڑا حصہ لیا جس سے مذکورہ پر خوف طاری ہوا وہ تو بغیر کسی لامنت کے بیچ نکلے اور پیمار سے اسپہی کے سرسار الزام تھوپ دیا گیا تحقیقات مقدمے کے تقریباً دو سال بعد یعنی نومبر ۱۹۶۷ء میں بیستر کا انتقال ہوا اور ۱۹۶۸ء میں اگر اس پر حملہ ہو تو اس کی قبر پر جو سکنا تھا لیکن ہائیڈ اپنے زمانہ رحلت یعنی جولائی ۱۹۶۶ء تک برسر خدمت رہا اور اس پر یا جیمبرس پر کسی نے کوئی الزام قائم نہیں کیا۔

بہر صورت فیتر کے بیان سے ایک اہم سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا مقدمے میں فی الواقع انصاف سے کام لیا گیا یا حقیقت میں بیج مذکورہ کے مخالف تھے اور انہوں نے اس کے گواہوں کے ساتھ سختی کی۔ میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ ان کے طرز عمل کی صحیح تفسیر دی ہی ہے جو انہوں نے برسر موقع بیان کی تھی۔ جب وکیل اپنے فریض کو نہ سمجھ سکے تو اس وقت حج کو جو مشکلات پیش آتی ہیں ان کو وہی شخص سمجھ سکتا ہے جس پر اس قسم کا واقعہ گزرا ہو۔ اگر ایک ملزم کی طرف سے عمدہ طریقے پر جو آپ دی ہوئی ہے مگر وہ دروغ بیانی پر بھی محمول ہے مثلاً وہ یہ عذر کرے کہ وہ موقع واردات ہی پر موجود نہ تھا اور یہ فرض کیا جائے کہ ثبوت استغاثہ (جیسا کہ اکثر ہوتا ہے) ایک ناخبر یہ کاروبار و بزدل شخص کے ہاتھ میں ہے تو یقیناً انصاف اسی وقت ہوگا جب کہ مجسٹریٹ صفائی کے بیان پر جرح کرے۔ اس سے ملزم کو

سہ۔ جیمبرس چھین جسٹس ہو گیا تھا اور اس نے ۱۹۶۸ء میں بمقام پیرس دفات پائی۔  
(کلکتہ قدیم کی صدا کے ہارگت صفحہ ۱۰۷ کا حاشیہ)

یہ احساس پیدا ہونا لازمی ہے کہ اس کے ساتھ سختی کا برتاؤ کیا جا رہا ہے خصوصاً اس صورت میں جب کہ جرح سے صداقت کا اظہار ہوتا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ حاکم عدالت قابل سے قابل وکیل کے مقابلے میں جرح کرنے کا بہت بڑا حق رکھتا ہے۔ یہ حق جو اسے اپنے ہمدے کی حیثیت سے حاصل ہے زیادہ تر کام میں نہیں لایا جاتا کیونکہ وکیل عموماً جرح بہت کم کرتے ہیں اس خوف کی بنا پر کہ غیر قانونی سوالات سے کہیں ان کے مقدمے کو نقصان نہ پہنچ جائے۔ واقعے کی صداقت کو معلوم کرنے کے سلسلے میں سوالات خواہ وہ کسی نوعیت کے ہوں مرتب کرنا آسان ہے لیکن یہ نہایت مشکل امر ہے کہ ایسے سوالات منتخب کیے جائیں جن سے اسی قدر صداقت کا پتہ چل جائے جو موکل کے لیے مفید ثابت ہو اور ایسے سوالات سے گریز کیا جائے جن سے نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو۔ اس کی بہتر مثال مذکار کے ان سوالات سے مل سکتی ہے جو کٹرن جیون داس پر کیے گئے اور جن سے اس کو بد روایت نقصان پہنچا۔

اس مقدمے کی رڈو داد میں مجھے ذرا سی بھی کوئی بات نہ ملی کہ مذکار کے گواہوں سے نامناسب جرح کی گئی ہو۔ لیکن رڈو داد میں ایک نقص یہ ہے کہ اس میں یہ نہیں بتایا گیا ہے کہ گواہ کس نے طلب کیے تھے اور نہ گواہوں کے بیانات اور جوابات جرح میں کوئی فرق ملحوظ رکھا گیا ہے۔ وکیل سردکار کی ابتدائی اور اختتامی تقریر کو بھی بالکل نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ معلوم نہیں کہ ایسی تقریریں ہوئی تھیں یا نہیں اور رڈو داد کو میں کسی وکیل سردکار کا نام بھی درج نہیں ہے گو ایک یا دو مقام پر اتفاق سے سرورڈر ہم کا ذکر آ گیا ہے۔

اس مقدمے میں سب سے زیادہ اہم بات بیان صفائی کی نوعیت ہے۔ مجلس موآخذہ میں فیروز نے جو شہادت دی تھی وہ یہ ہے: ”مہترم کی طرف سے بیان صفائی میں میرا اصل مقصد یہ تھا کہ جو اب وہی حتی المکان وسیع معنوں میں کی جائے اور مستغیث کے لیے یہ صورت پیدا کر دی جائے کہ وہ تھوڑی تھوڑی

بحث کرے اور میں ہر اعتراض کو حقی اوسع صاف کر سکوں؛ اس تجویز کو عمل میں لانے کے لیے اس نے یہ کیا کہ پہلا سارا دن قانونی اعتراضات میں گزار دیا۔ اسٹیل نے ابتدائی الزام پر یہ اعتراض کیا کہ وہ مستغنیث کی تحریک پر باطل ہو جاتا ہے کیونکہ اس میں غلط تاریخ کا اندراج تھا۔ یہ اعتراض مسترد ہو گیا۔ وہ معترض ہوا کہ قیدی کو کھڑے میں رکھا گیا اور اس کا ہاتھ اوپر اٹھایا گیا۔ یہ اعتراض بھی مسترد ہو گیا۔ اس نے مذہب طور پر پرس پیش کرتے ہوئے عدالت کے اختیارات پر اعتراض کیا۔ اس سے ایک اہم ترین سوال پیدا ہوا جس کے متعلق میں نے کسی مقام پر بحث کی ہے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ فریئر نے اس وقت اس کی اہمیت کو بخوبی نہیں سمجھا۔ یہ کہنا کافی ہے کہ اس کا اعتراض مسترد نہیں ہوا بلکہ واپس لے لیا گیا۔ اس نے قیدی کی جانب سے احتجاج کیا کہ اس پر مقدمہ نہ چلایا جائے۔ اس تحریک کو عدالت نے یہ جواب دے کر مسترد کر دیا کہ ”فتور کے قوانین و دفعات کی رو سے جس طرح اور کسی شخص پر مقدمہ چلایا جاسکتا ہے اسی طرح اس پر بھی چلایا جاسکتا ہے اور یہ کہ عدالت کو اس مقدمے میں کوئی خاص بات نظر نہیں آتی“ پھر اس نے دوسرا احتجاج کیا جس پر عدالت نے مضطرب ہو کر کہا ”مجھے اچھی طرح جانا چاہیے (جیسا کہ فی الحقیقت میرا فرض ہے) کہ اس قسم کے مطالبات یا احتجاجات تسلیم کیے جاسکتے ہیں نہ ان پر کوئی توجہ کی جاسکتی ہے“

سٹر فیئر نے جواب دیا کہ واقعات عجیب و غریب ہیں اور عدالت کے اختیارات پر بحث کیے بغیر پھر اس نے بعض ایسی دلائل بیان کیے جن کا استعمال اس نے اس وقت کیا تھا جب کہ اس کی غیر مفید تحریک پیش ہوئی تھی لیکن ”عدالت نے مجھے روک دیا اور قیدی کو ناگزیر طور پر جواب دہی کے واسطے طلب کیا گیا۔ مجھے خوب یاد ہے کہ سٹر جسٹس لی بستر نے

۷۔ اس قسم کی تحریک مبنی بر واقعہ تھی۔ یہ اس زمانے میں عام بات تھی جب کہ کسی الزام تھری میں زمانہ حال کے قانون کی طرح تغیر و تبدل کا عمل آنا ممکن نہ تھا۔

یہ کہا کہ وہ بے زبان تصور کر لیا گیا، یعنی اس زمانے کے قانون کی رو سے وہ مجرم قرار دیا گیا۔ پھر اس نے اس وقت کے عروج طریقے کے مطابق مجرم نہ ہونے کی بحث کی۔

قیدی کی جواب دہی سے متعلق اس قسم کے ابتدائی خفیف مناقشات اب بالکل متروک ہو گئے ہیں کچھ تو اس وجہ سے کہ زمانہ قدیم کے اصول منسوخ کر دیے گئے ہیں یا عدالت کے اختیارات ترمیم کے بموجب ان میں اصلاح کر دی گئی ہے اور کچھ اس وجہ سے کہ اصل قانونی اعتراضات وارڈ کرنے کے بہتر طریقے قائم کیے گئے ہیں اور کچھ اس وجہ سے بھی کہ قیدی اپنے عذرات وکیل کے ذریعے پیش کر سکے۔ یہ اظہارات لایعنی ہیں کیونکہ قیدی کا مقدمہ اگر درست بھی ہو تو متعدد غیر مفید اعتراضات کرنے سے وہ ابرت حالت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ مسٹر فریر نے جو اعتراضات کیے تھے ان میں سے کوئی بھی اہم نہ تھا بجز ایک کے جو عدالت کے اختیارات کے متعلق تھا اور اس خصوص میں بھی وہ اچھی طرح بحث نہ کر سکا۔ اس زمانے کا قانون یہ تھا کہ قیدی کے وکیل پر جب سنگین جرم عاید ہو جاتا تو وہ جووری کو مخاطب نہ کر سکتا تھا۔ اس قاعدے کی سختی کو زندگوار کے حق میں اس حد تک کم کیا گیا کہ اس کے وکیل کے بیانات قبضہ کر لیے گئے جن کو ایسی نے اجلاس عدالت سے

سلہ۔ بے زبان قرار دیے جانے کا نتیجہ یہ تھا کہ اُسے موت کی سزا دینے کے لیے ۱۸۷۱ء تک امرار ہوتا رہا جب کہ قانون ۱۳۔ جارج سوم، باب ۲۰، کی بنا پر یہ قاعدہ نافذ ہوا کہ بے زبان یا قالموش کھڑا ہونا مجسم ہونے کے مساوی ہے۔ (ملاحظہ ہو سیرمی کتاب تاریخ قانون فوجداری، جلد اول صفحہ ۲۹۸)۔ زندگوار کے مقدمے میں ایک قابل توجہ امر یہ ہے کہ اگر یہ ثابت کرنے کے لیے کہ ۲۔ جارج دوم، باب ۲۵ کا قانون لکھنے میں نافذ نہ تھا دلائل مستعمل ہیں تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ جواب دہی سے زندگوار کے انکار کر دینے کی صورت میں اسے موت کی سزا ملنی چاہیے۔

ان آرا کے ساتھ پڑھ کر سنایا جن کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے۔ یہ قاعدہ واقعی بڑا تھا اور یہ بات قابل افسوس ضرور ہے کہ جنوں نے یہ تسلیم نہیں کیا کہ قاعدہ مذکور ہندوستان پر منطبق نہیں ہوتا۔ لیکن اصولی قواعد اور پیشہ وری معمولات کا جو اثر انسان کے دماغ پر پڑتا ہے اس کا بھی بڑا لحاظ ہونا چاہیے۔ بہر حال عدالت نے فیروز سے کہا کہ نندکار جو کچھ جواب دہی میں کہنا پسند کرے اس کا اظہار کر دیا جائے۔ یہ نہیں معلوم ہوتا کہ نندکار نے کچھ بھی کہا۔ وہیں سرکار کی بحث کے بعد فیروز نے مختصر الفاظ میں ان واقعات کا ذکر کیا جن کے متعلق اس کا بیان شہادت پیش ہونے والا تھا۔

یہ کہنا مشکل ہے کہ آیا فیروز ایک فوجی و ناتجربہ کار شخص کی حیثیت سے تھوڑا بہت عدالت سے خوف زدہ ہو آیا نہیں۔ یقیناً چند ہی وکلا کو اپنے ابتدائی زمانے میں ایسے عظیم و اہم مقدمے سے سابقہ پڑا ہو گا۔ اگر فیروز حقیقتاً اپنے فن کا ماہر اور آزادی خیال و باہمت شخص تھا تو اپنے موکل کی حمایت میں اس نے جو طریق کار اختیار کیا تھا اس کا معنی خیز ہونا ضروری ہے اور اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مقدمے کی ابتدا کے وقت اسے کسی ایسی بات کا علم اور نہ گمان تھا جس سے بعد کو ہیشٹنگز پر الزامات عاید ہونے کی نوبت آئے گی۔ اول سے آخر تک اس نے براہ راست یا کسی سوال جرح کے ذریعے اس بات کا ذکر نہیں کیا کہ نندکار کے خلاف الزام ایک عداوتی استغاثہ سے اور اس سے اس شخص کی زبان بندی مقصود ہے جس نے ہیشٹنگز کو متہم کیا تھا۔ اگر حقیقت واقعہ یہ ہوتی تو اس سے نفس معاملہ میں کافی مدد مل سکتی تھی۔ اور اس کو بہت آسانی سے ثابت کیا جاسکتا تھا۔ موہن پرشاد نے صرف پیر و کار مقدمہ تھا بلکہ مستیغیت کی طرف سے خاص گواہ بھی تھا۔ دوران مقدمہ میں اسے آٹھ یا نو مرتبہ شہادت کے لیے طلب کیا گیا۔ نندکار نے (جیسا کہ میں پہلے کہ چکا ہوں) بیان کیا کہ اسے

۱۔ بیویں سرکاری رُوداد مقدمہ صفحہ ۹۲۰۔

۲۔ ایضاً صفحہ ۹۶۸۔

ہیسٹنگز پر الزام عاید کرنے کا خاص موقع اس وقت ملا تھا جب کہ اس نے موہن پرشاد کی تائید کی تھی۔ معمولی ہنرمندی کے ساتھ سوالات کیے جاتے تو ان کے ذریعے ہیسٹنگز سے موہن پرشاد کی دوستی کا انکشاف ہو جاتا، اس کا یہ علم کہ نذکار نے ہیسٹنگز پر رشوت ستانی کا الزام لگایا ظاہر ہو جاتا نیز یہ واقعہ اگر صحیح تھا معلوم ہو جاتا کہ اس نے اس خصوص میں ہیسٹنگز سے مراسلت کی تھی۔ مختصر یہ کہ ہر اس بات کا پتہ چل جاتا جو استغاثے کی ابتدا کے بارے میں شہور یا مشتبہ تھی۔ اس نوعیت کا کوئی سوال ہی نہیں کیا گیا۔ اس سے یقیناً یہ ثابت ہوتا ہے کہ نفس معاملہ میں نذکار یا اس کے مختار کو قطعی معلومات یا خاص بدگمانی نہ تھی نیز یہ کہ کمال الدین سے یہ سوال نہیں کیا گیا کہ وہ کتو بابو کی بجائے جو ہیسٹنگز کا ہاجن تھا بیعنامہ دار تھا یا نہیں۔ اس بارے میں بیورج کہتا ہے کہ وہ بیعنامہ دار تھا۔ اگر یہ اصل حقیقت ہو تو اس کے متعلق کوئی علم یا شبہ ہونا چاہیے تھا۔ یہی خیال گو ذرا کم قوت کے ساتھ بھی مشیر قانونی ڈرامیٹور پر بھی عاید ہوتا ہے۔ اس کو بھی گواہ کی حیثیت سے طلب کیا گیا تھا۔ مقدمے کی اصلیت کے متعلق اس پر جرح کیوں نہیں کی گئی؟ اس کی ایک وجہ فیرر کی اس شہادت میں بیان کی گئی ہے جو مجلس مواخذہ میں دی گئی تھی کیوں کہ فیرر خود جانتا تھا کہ فی الواقع مقدمے کی بنا کیا تھی اور مقدمے کی ابتدائی حالت میں تفصیل واقعات پر ردِ دشمنی ڈالنے سے اس کے موکل پر کیسا برا اثر پڑے گا یا مستغیث کو اس قسم کی تفصیل میں پڑنے کا موقع دینے سے کیا صورت پیش آئے گی۔ ایک مدت کے بعد دارالعوام کے اجلاس میں یہی نے اپنی جواب دہی میں یہ کہا کہ "افواہ اور محض افواہ کی بنا پر معلوم ہوا تھا کہ نذکار نے ہیسٹنگز پر رشوت ستانی کے الزامات عاید کیے تھے..... الزامات کی تفصیل اکثر ارکان کونسل کی رائیں ان کی صداقت، الزامات سے متعلق کارروائی ہیسٹنگز کا طرز عمل و جوہر جن کی بنا پر اکثر ارکان نے یہ خیال ظاہر کیا کہ الزامات قابل گرفت

ہو سکتے ہیں یہ تمام واقعات آسانی سے ثابت ہو سکتے تھے اور انب لمور پہرہ  
 بیوری کی سماعت کے لایق تھے۔ ان کو یقیناً شہادت میں پیش کرنا چاہیے تھا  
 اور اگر یہ صحیح ہوتا جیسا کہ بیان کیا گیا ہے کہ یہ ایسے واقعات تھے جن سے ہر  
 واقف حال شخص بلاشبہ یہ رائے قائم کر سکتا تھا کہ یہ مقدمہ اس لیے دائر کیا گیا  
 ہے کہ سیشننگز کے خلاف عاید کردہ الزامات کا ازالہ ہو جائے تو اس قسم کی شہادت  
 کیوں پیش نہیں کی گئی؟ عدالت اور بیوری کو ان واقعات کا علم کیوں نہیں  
 کرایا گیا؟ اگر ان واقعات کی صداقت کا بیوری کو یقین ہو جاتا تو وہ قید کی کو  
 رہا کرتے میں کبھی پس و پیش نہ کرتی۔ اگر ججوں کو اس کی بے گناہی کا یقین ہو گیا ہوتا  
 تو ان کا فرض تھا کہ وہ اس کی رہائی کا حکم دیتے۔ اس قسم کا یقین پیدا  
 کرنے کے لیے واقعات مذکور مقدمے کے ابتدائی زمانے ہی میں کافی تصور  
 نہیں کیے گئے تھے، اگر کافی سمجھے گئے ہوتے تو وہ اس کی جواب دہی کا ہم جزو  
 بن جاتے۔ پھر کیوں کہا جاتا ہے کہ ان واقعات سے اس مقدمے کی کارروائیوں  
 کے تیرہ برس کے بعد اب مذکور بالا یقین پیدا ہونا چاہیے؟  
 یہ خیالات مجھے ایسے وزنی معلوم ہوتے ہیں جیسے اس عبارت کے الفاظ  
 جن میں وہ ظاہر کیے گئے ہیں با اثر اور بامعنی ہیں۔

اسی طرح کا اور ایک خیال اس حقیقت سے پیدا ہوتا ہے کہ خود زندگاری نے  
 واقعات بالا کو اپنے جواب صفائی میں بیان نہیں کیا۔ یہ بات قابل تسلیم ہے کہ  
 انگریزی قوانین و ضوابط عدالت کی ناواقفیت کی وجہ سے وہ ان سے  
 مستفید نہ ہو مگر اس نے طریق جواب دہی کے متعلق اپنے دیکل سے ضرور  
 مشورہ کیا ہو گا اور اگر اس نے فیر سے کہا تھا کہ اسے یقین و اٹھی ہے کہ یہ  
 مقدمہ سیشننگز نے قائم کر لیا ہے اور اپنے اس بیان کی تائید میں اس نے  
 معقول وجوہ بھی پیش کی تھیں تو فیر نے اسے مشورہ دیا ہو گا کہ اس واقعے کو

۱۔ یہ بیان اس مواخذے کی دفعات میں جو اپنی سے کیا گیا درج ہے۔  
 ۲۔ اس کا امکان نہ تھا لیکن کم از کم تو زیر پیش کر کے کسی کو مشورہ دیا جاسکتا تھا۔

جیوری سے بیان کر دیا جائے۔ اس قسم کے ذرنی اور دلچسپ بیان کو سوزوں طور پر مرتب کرنے کے لیے کسی نصاحت و بلاغت یا ہنر و کمال کی ضرورت نہ تھی۔ اگر نذکار تقریر کرنے کا عادی نہ تھا تو اس زمانے کے رسم و رواج کے مطابق اپنے بیان کو لکھ تو سکتا تھا یا فیر اس کے بیان کو لکھ سکتا تھا ہر صورت میں یہ بیان جیوری کے سامنے پڑھا جاسکتا تھا اور اگر جیسا کہ مؤلفہ کے کارروائی سے ظاہر ہے (مذکورہ مصدر و واقعات سے ہر واقف حال شخص بلاشبہ یہ رائے قائم کر سکتا تھا کہ یہ مقدمہ اس لیے دائر کیا گیا ہے کہ پیسٹنگز کے خلاف عاید کردہ الزامات کا ازالہ ہو جائے) تو اس بیان کا جیوری کو یقین ہو جاتا۔ ان تمام امور کو مجموعی حیثیت سے دیکھا جائے تو میری ذاتی رائے

سلسلہ سیرالجاہی (کلکتہ ریویو جلد ۶۶ - صفحہ ۲۸۰) کا بیان ہے کہ "کسی حاکم عدالت یا مقدمہ شخص نے کہا کہ اس نے ساری کارروائی دیکھی اور یہ کہ نذکار کے مقدمے کی کارروائی میں ایسی ہی ایمان داری سے کی گئی جیسی انگلستان میں کی جاتی۔ غالباً یہ بیان بالذات آمیز نہیں ہے۔" یہ بھی ممکن ہے کہ اس میں مبالغہ ہو خصوصاً اس صورت میں جب کہ صدر جج پر خون ناحق کا الزام لگایا گیا ہے۔ کیا لارڈ سنسفیڈ اور اس کے ساتھی خون ناحق کرنے کے عادی تھے؟ کیا سیرالجاہی نے اشارہ دیں صدی یا زمانہ حال کے تیزیری نظم و نسق انگلستان کا مطالعہ کیا ہے؟ کیا وہ کہہ سکتا ہے کہ کن خصوصیات کے تحت وہ اب نا انصافی پر مبنی ہے اور کس اعتبار سے بمقابلہ <sup>۱۸۵۷ء</sup> میں بہت زیادہ نا انصافی پر مبنی تھا؟ اس موضوع پر تیس سال سے زاید مدت تک نظری اور عملی طور پر مطالعے میں مصروف رہا ہوں لیکن متعدد امور میں بعض مسلم اسباب کی بنا پر مجھے سیرالجاہی سے قطعی اختلاف ہے۔ سیرالجاہی نے جو وجوہ بیان کی ہیں ان کا یہ مطلب ہو سکتا ہے کہ نذکار کا مقدمہ ایمان داری سے کیوں نہیں چلا گیا۔ وہ کہتا ہے کہ دستاویز فارسی زبان میں تھی اور گواہ بنگالی تھے۔ یہ بات آسان نہیں ہے کہ کسی مقدمے کو جس کا انحصار یقیناً غیر ملکی زبان کی مہروں اور دستخطوں کے مقابلے پر ہو برطانوی جیوری خواہ وہ کیسی ہی ذہین کیوں نہ ہو خاطر خواہ طور پر فیصلہ کر دے۔ لفظ یقیناً سے اس بات کا اعتراف ہوتا ہے کہ

یہ ہے کہ کسی شخص کے مقدمے میں ایسی منصفانہ کارروائی کبھی ہوئی اور نہ ہو سکتی ہے جیسی تندکار کے متعلق عمل میں آئی اور یہ کہ خاص کر اپنی نے نہایت دیانت و انہماک کے ساتھ اپنے فرایض انجام دیے۔ دارالعوام کے اجلاس میں اس نے

بقیہ ماشیہ منوگڈ شتہ۔ مسٹر بیورج نے کارروائی مقدمہ کو پڑھا ہی نہیں یا اس کو مطلق نہیں سمجھا۔ سابق بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ مقدمے کا انحصار کسی حد تک بھی دستخطوں کے مقابلے سے متعلق نہ تھا۔ رہا مہردن کا معاملہ تو بیوری کو اس بات پر غور کرنا تھا کہ کمال الدین نے مہر کا جو ٹھپا پیش کیا تھا آیا اس میں بھی باریک لکیر کا وہ نشان ہے یا نہیں جو دستاویز کی مہر میں نظر آتا تھا۔ میں نہیں سمجھتا کہ کیوں اچھی بینائی رکھنے والا کوئی شخص خود کو اس معاملے میں مطمئن نہ کر سکے خواہ وہ فارسی جانتا یا نہ جانتا ہو۔ اگرچہ یہ معاملہ اسم ضرور تھا لیکن مقدمے کا صرف ایک معمولی جز تھا بلاشبہ پیچیدہ و دقت طلب بھی تھا لیکن ایسے واقعات پر مشتمل تھا جو بالعموم بیوری میں پیش کیے جاتے ہیں۔ یہ سب کچھ تھا لیکن اس معاملے کو مقدمے کی منصفانہ کارروائی سے کیا تعلق تھا؟ منصفانہ کارروائی کے معنی ہیں غیر جانب داری کے جو جذبہ مخالفت یا جانب داری سے پاک ہو۔ کیا مسٹر بیورج یہ کہہ سکے گا کہ اب برطانوی ہند میں ایسا کارروائی سے کسی مقدمے کی کارروائی نہیں ہوتی کیوں کہ اس قسم کے مقدموں کا تعلق زیادہ تر ان واقعات سے ہوتا ہے جن کو بمقابلہ انگریز ججوں کے ویسی جج اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں؟ اس موقع پر مسٹر بیورج کا طرز بیان قابل ملاحظہ ہے جو اس کی تحسیر میں پایا جاتا ہے۔ وہ کوئی عالم عدالت یا مقدمہ شخص کہنے سے کسی قدر تحقیر مقصود ہے، گویا یہ کوئی بات ہی نہیں کہ وہ کون تھا اور اس نے کیا کہا۔ یہ شخص پالالی کا مظاہرہ ہے جس سے مسٹر بیورج مستثنیٰ نہ تھا۔ مثلاً وہ کہتا ہے ”ذہن ہندوستانی، جو ہندوستان میں ہمارے نزدیک سیاسی فریکٹیشن کی حیثیت رکھتا ہے انگلستان میں ہمارے ہم وطنوں کی نظر میں ایک ہم غیر ملکی، کا درجہ رکھتا ہے۔ کیا مسٹر بیورج کا یہ خیال ہے کہ وہ انگریز جو ہندوستان میں ہیں اور وہ جو انگلستان میں ہیں ایسے دو ہیں جنہیں علی الترتیب ذہن ہندوستانی اور ہم غیر ملکی سرحدوں میں لائے ہیں؟“

اپنی جواب دہی کے وقت یہ کہا تھا "میرا ضمیر گواہ ہے کہ جہاں تک انصاف کا تعلق ہے میں قیدی کے ساتھ ہر ممکنہ مہربانی اور رعایت کرنا چاہتا تھا۔ ہمیشہ یہی چاہتا ہوں کہ جہاں تک انصاف کا تعلق ہے اس کی تائید میں پلٹا کھا جائیں۔ یہ بڑی حیرت کی بات ہے کہ میں جو چاہتا تھا واقعات سے اس کے خلاف نتیجہ برآمد ہوا۔ جس کی وجہ سے ہر کچھ دار و تحص میرے ذاتی طرز عمل پر اعتراض کر سکتا ہے کہ میں نے قیدی کے ساتھ سختی کا سلوک کیا۔" میں نے بذات خود دقیق نظر سے اس مقدمے کا مطالعہ کیا ہے جس سے مجھے یقین و اطمینان ہو گیا ہے کہ اس کا ہر لفظ عین صداقت و انصاف پر مبنی ہے۔ سرکاری مقدموں میں ایسی کے طریق کار پر جو کچھ کہا گیا ہے اور مکالمے نے اس کے کردار کے متعلق جو کچھ بیان کیا ہے ان دونوں بیانیوں میں نمایاں تضاد پایا جاتا ہے اور اسی چیز نے فی الحقیقت سب سے پہلے اس موضوع کی طرف مجھے متوجہ کیا۔ اس کے بیان کردہ خلاصہ شہادت میں ایک لفظ بھی ایسا نہیں ہے جس کے لیے مجھے نام ہونا پڑتا اگر وہ میری زبان سے نکلتا اور روداد مقدمہ کے کامل مطالعے پر بھی مجھے کوئی خیال ایسا پیدا نہیں ہوا جس کی طرف ایسی کا ذہن منتقل نہ ہوا ہو۔ رہا فیصلے کا معاملہ تو میرے خیال میں اس کو حق بجانب ثابت کرنے کے لیے کافی شہادت موجود ہے۔ فی الواقع یہ فیصلہ درست تھا یا نہیں ایک ایسا سوال ہے جس کے متعلق میں اپنی ناقص رائے کا اظہار نہیں کر سکتا کیوں کہ اس وقت گواہوں کے بیانات کی اہمیت کا قطعی طور پر اندازہ کرنا غیر ممکن ہے، اس وجہ سے کہ شہادتوں کے بعض حصے میری سمجھ میں نہیں آئے۔ البتہ میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ اگر قیدی کی طرف سے گواہ نہ طلب کیے جاتے اور محض مستفیضت کے گواہوں کے بیان پر مقدمے کے فیصلے کا انحصار ہوتا تو میرے نزدیک نندکار مجرم نہ ہونا چاہیے۔ اس کی مہر کے متعلق کمال الدین کی شہادت اور نندکار کا اقبال جرم اور صلاہت کی تحسیر کے متعلق شہادت یہ چیزیں میری رائے میں ایسی مستحکم نہیں کہ اتنی طویل مدت

گزرنے کے بعد جرم کو ثابت کر سکیں۔ دوسری طرف بہت سی جھوٹی شہادتیں پیش کر دی گئیں اور کٹن جیون داس کے بیان سے وثیقے کی عبارت کو غلط ثابت کیا گیا۔ ان واقعات نے مقدمے کا رخ پلٹ دیا۔ فریر نے جو بیان دیا ہے اور اس میں ان واقعات کو عدالت دیوانی میں نہ پیش کرنے کی وجہ بتائی ہے ان سے فیصلے کی صداقت کی پرزور تائید ہوتی ہے۔

فریر نے اپنی شہادت میں فیصلے کے متعلق جو کچھ بیان کیا ہے اس کا حسب ذیل مختصر سا اقتباس یہاں پیش کیا جاتا ہے:

”جب میں صفائی کا بیان ختم کر چکا تو میں بالکل تھکا ہوا تھا۔ کلکتے کے نہایت گرم موسم میں بہت دیر تک عدالت میں اور عدالت سے باہر دن رات غیر معمولی دماغی و جسمانی تھکان برداشت کرنے کے باعث میری طبیعت بہت کسلند ہو گئی تھی اس لیے میں فوراً عدالت سے واپس ہو کر گھر گیا اور آرام کرتا رہا یہاں تک کہ میں چیف جسٹس کا بیان یا اس کا کوئی حصہ نہ سن سکا۔ فیصلے کے متعلق پہلی اطلاع جو مجھے ملی مدعی علیہ کے وکیل مسٹر جیرٹ نے دی۔ اس نے چار بجے صبح میری خواب گاہ میں آکر مجھے جگایا اور کہا کہ جو رسی نے اپنے فیصلے میں نذکار کو جرم قرار دیا ہے۔ صبح جب میں اٹھا تو میری میز پر مسٹر بریکس کا جو اس مقدمے میں میرا شریک کار تھا ایک خط رکھا ہوا ملا جو اس وقت میرے ہاتھ میں ہے۔ میں مسٹر بریکس کی تحریر سے خوب واقف ہوں۔ میں نے اکثر اسے لکھتے دیکھا ہے۔ میں یقین کرتا ہوں کہ یہ پورا خط اس کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے اور میں باور کرتا ہوں کہ مسٹر بریکس اب زندہ نہیں ہے“

بریکس کا خط حسب ذیل تھا۔

”جناب مکرم۔ میں نہایت تاسف کے ساتھ اس واقعے کی اطلاع آپ کو دے رہا ہوں جو غالباً آپ نے پہلے ہی مسٹر جیرٹ اور مسٹر فاکس کرافٹ سے سن لیا ہو گا کہ

۱۷ - مجلس مواخذہ کی روداد صفحہ ۱۱۔

۱۷ - فریر کا بیان صفحہ ۱۵۔

نہ صرف راجہ مجرم قرار پایا بلکہ مسٹر ڈرہم، مستغیث کی جانب سے میرا سد علی، شیخ یار محمد اور کٹن جیون داس پر دروغِ علفی کے متعلق عدالت کے حکم سے مقدمہ چلانے والا ہے۔ راجہ کی کیسی بد نصیبی ہے کہ اس نے اپنے اوپر یہ مصیبت کٹن جیون داس پر آخری جرح کرانے کی خواہش کر کے نازل کر لی جس کی وجہ سے اس کی سابق شہادت کی ساری اہمیت خاک میں مل گئی۔ شہادت کا خلاصہ کرتے وقت سرالہاجا کا یہ خیال تھا کہ جرح کے آغاز سے شہادت کا بیان ختم ہونے تک وہ ایک راست باز اور غیر جانب دار گواہ ثابت ہوا اور وہ (سرالہاجا) جیوری کو ہدایت کرتا کہ اسے مجرم نہ تجویز کیا جائے کیوں کہ وہ سمجھتا تھا کہ اقرار نامے کے وجود کو اس نے صاف طور پر ثابت کر دیا ہے تا آن کہ شہادت کے ختم ہونے کے بعد اس نے بہم باتیں کیں۔ میں وہ یادداشتیں طوف کر رہا ہوں جو آپ نے سسرالہاجا کو دی تھیں جس نے آپ کی اور میری یادداشتوں سے فائدہ اٹھایا۔ تھوڑا سا آرام لینے کے بعد جس کی مجھے سخت ضرورت ہے کیوں کہ میں کل تین بجے صبح کے بعد سے دو گھنٹے سے زیادہ نہیں سویا ہوں آپ سے ملنے آؤں گا اور شورہ کروں گا کہ آئندہ کیا تدابیر اختیار کی جائیں۔ میں اس معاملے میں خوشی کے ساتھ حتی المقدور آپ کی امداد کروں گا کیوں کہ میں فی الحقیقت اس ضعیف شخص کے مقدمے سے متاثر ہوں۔

میں ہوں آپ کا مخلص  
سی ایف برنیس

جمعہ بوقت صبح  
۱۶ جون ۱۹۶۵ء

مسٹر جیورج نے مقدمے کے متعلق جو کچھ خیالات ظاہر کیے ہیں ان کے متعدد حوالے میں نے اس لیے دیے ہیں کہ وہ آخر ترین اہم شخص ہے جس نے اصلی کاغذات کا علم حاصل کر کے نفس موضوع پر بحث کی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس نے ان کاغذات کا مطالعہ محنت سے کیا ہے گو کافی طور پر ہوشیاری کے ساتھ نہ ہوا ہو۔ اس نے غلط خواہ یہ کوشش کی ہے کہ برگ کے اس خیال کی حمایت کی جائے کہ سیشن گزرنے سے پہلے ہاتھوں نندکار کو قتل کر دیا۔ میرے خیال میں یہ بات قابل تسلیم ہے کہ جب گورنر جنرل کی ترغیب دہی سے کوئی جج مخون نا حق کا

مرتب ہو کر طرز مقرر پائے تو شہادت کے اہم ترین حصے میں سازش قتل کی تحقیقات کا ذکر ضرور ہونا چاہیے۔ یہ ممکن اور قرین قیاس ہے کہ اس قسم کی سازش کرتے وقت کسی شخص نے گورنر جنرل اور چیف جسٹس کی گفتگو سن لی ہو یا اس بارے میں کوئی خطوط برآمد ہوئے ہوں لیکن ایسی شہادت کی جس کا اس مقدمے میں پتا نہیں چلتا غیر موجودگی میں مقدمے کی جائز یا ناجائز کارروائی، شہادت کا اہم جزو ہونا چاہیے۔ یہ کہنا کہ ایک شخص عدالت کے حکم سے قتل کیا جاسکتا ہے جب مقدمے کی سماعت ایمان داری سے کی گئی ہو اس اقرار کے مساوی ہوگا کہ ایک طبیب اس مریض کو ہلاک کر سکتا ہے جسے اس نے احتیاط سے مناسب دوائیں استعمال کرائیں۔ نیک نیتی سے مقدمے کی سماعت کرنے کے بعد اگر ایک قیدی کو جو مجرم ثابت ہوا اچھا نسبی دے دی گئی یا ایک ڈاکٹر سے کسی مریض کا موزوں و کامل علاج ہونے کے بعد اگر مریض مر گیا تو میرے خیال میں یہ کہنا درست نہ ہوگا کہ جج یا ڈاکٹر کو قیدی یا مریض کا قاتل اس بنا پر قرار دیا جائے کہ وہ قیدی یا مریض کی موت کا خواہاں تھا۔ ان صورتوں میں صحیح نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ متضاد حالات میں بھی جج یا طبیب قاتل نہیں گردانا جاسکتا۔ البتہ یہ بڑا ہی ظلم ہوگا اگر جج یا ڈاکٹر کو اپنے کام سے کوئی دلچسپی نہ رہی ہو۔

اگر قتل کسی ایسی سازش کا ثبوت تھا بھی جس کے متعلق اتنا بڑا راہ میں خطوط پکڑے گئے یا پوشیدہ طور پر گفتگو سن لی گئی تو مقدمے میں جس نیک نیتی یا عمدہ برتاؤ سے کام لیا گیا اس سے ظاہر ہوگا کہ سازش پر عمل نہیں کیا گیا۔ فرض کیا جائے کہ زید عمر سے جو طبیب ہے اس بات پر اتفاق کرتا ہے کہ بکر کو جس کا وارث زید ہے زہر دے کر مار ڈالے۔ عمر بکر کا علاج نہایت عمدگی سے کرتا ہے مگر بکر مر جاتا ہے۔ کیا عمر نے اسے زہر دے کر مار ڈالا اور کیا یہ کہا جاسکتا ہے کہ عمر نے بکر کو زہر دے دیا تھا جب کہ علامات سے یہ بات ظاہر تھی کہ اس نے زہر نہیں دیا کیوں کہ اس کا یہ صحیح خیال تھا کہ بکر کی حالت مایوس کن تھی اور وہ بغیر زہر دینے کے بھی مر جائے گا اور اگر بکر کی موت پر عمر مسرور بھی ہوا تو صورت حال میں کیا فرق ہوگا؟ موجودہ مقدمے میں کسی قسم کی سازش کا

ثبوت نہیں تھا بجز اس کے کہ جو کچھ کارروائی مقدمہ سے اخذ کیا جائے اور نہ یہ ثبوت تھا ہے کہ ایسی کو نذکار کے قتل سے دیکھی تھی اور اس کی موت سے اپنی کو خوشی ہوئی۔ پس تمام واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ مقدمہ بیان داری سے چلایا گیا۔ اب ہمیں دیکھنا چاہیے کہ مسٹر بیورج نے نفس موضوع کے اس حصے کے متعلق کیا لکھا ہے۔ مقدمے کی کارروائی کے متعلق اس کا بیان اٹھاسی سطروں یا دو صفحوں سے کچھ زیادہ پر مشتمل ہے۔ اس بیان میں حسب ذیل امور مندرج ہیں :-

اولاً نوعیت جرم کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ دستاویز کے ترجمے کا حوالہ بھی دیا ہے۔ پھر موہن پرشاد کی شہادت کے متعلق لکھا ہے۔ اس کے بعد کمال الدین کی شہادت کا مختصر ذکر کر کے سرسری طور پر چند دوسرے گواہوں کے نام لکھ دیے ہیں۔ کمال الدین کی شہادت کے بیان میں ان واقعات کا تذکرہ نہیں ہے جو نذکار نے اس پر ظاہر کیے تھے نہ اس بیان کی تائید کو جا پٹروس اور فٹسی صدر الدین کی شہادت سے ہوتی ہے، نہ اس میں اس بار پک لکیر کے نشان کا ذکر ہے جو کمال الدین کی مہر کے ان دو ٹپوں میں موجود تھا جن میں سے ایک گواہ نے پیش کیا تھا اور دوسرا دستاویز پر لگا ہوا تھا اور نہ صلابت کی محولہ تیز کے بارے میں کوئی شہادت ہے۔ شہادت کا باقی حصہ جو استغاثے سے متعلق ہے اور خصوصاً اس کا وہ حصہ جو گواہان صفائی کی شہادت میں پایا جاتا ہے بالکل حذف کر دیا گیا ہے۔

نذکار کا بیان صفائی حسب ذیل الفاظ پر مشتمل ہے :

”نذکار کا بیان یہ تھا کہ دستاویز صحیح ہے۔ اس نے شہادتیں پیش کیں مگر ان سے اس کے مقدمے میں کوئی مدد نہیں ملی۔ معلوم ہوتا ہے کہ ایک پیش شدہ گواہ کشن جیون داس کی شہادت فی الواقع اس کے لیے نہایت خطرناک ثابت ہوئی۔ پہلی مرتبہ جب وہ طلب کیا گیا تھا تو چیف جسٹس پر اس کے بیان کا اچھا اثر پڑا تھا لیکن نذکار کی درخواست پر اسے دوبارہ طلب کیا گیا اور اس پر کرسی نامے (نائب نامے) کے متعلق جرح کی گئی جس میں وہ ٹوٹ گیا۔ ان گواہوں کے بارے میں کچھ نہیں لکھا گیا ہے جن کی شہادت سے نذکار کے مقدمے کو کوئی

مد نہیں ملی۔ اس بات کے باور کرنے کی وجہ نہیں بتائی گئیں کہ دستاویز سب کے گواہ جھوٹے تھے یا یہ کہ اسد علی نے (جس کا ذکر نہیں کیا گیا) دروغ علفی اور جعل سازی کی تھی اور اس کے پاس وہی ہر تھی جو اس دستاویز پر لگائی گئی تھی جس کو جعلی کہا گیا تھا۔ یہ بھی نہیں بتایا گیا کہ کشن جیون داس نے کس قسم کی گواہی دی اور وہ نذکار کے حق میں کس طرح خطرناک ثابت ہوئی۔ اگر حقیقت میں ایسی نے نذکار کو بے گناہ قتل کیا تو یہ بات تعجب خیز ہے کہ قیدی کے گواہ کی شہادت سے اس پر پہلے پہل عہدہ اشرکیوں مترتب ہوا تھا اور اگر بعد کو شہادت مفر ثابت ہوئی تو یہ قدرتی بات ہے کہ مقدمے میں کسی ناجائز کارروائی کا گمان کیا جائے۔ لیکن اس کے متعلق بجز چند الفاظ کے جن کا حوالہ میں نے اوپر دیا ہے اور کچھ نہیں کہا گیا۔ عدم توجہ کی نہایت عجیب و غریب مثال جو اس عبارت سے ظاہر ہوتی ہے اس خیال میں موجود ہے کہ کشن جیون داس پر ”کرسی نامے (نسب نامے) کے متعلق جرح کی گئی جس میں وہ ٹوٹ گیا“ یہ بالکل صحیح ہے کہ کرسی نامے کے معنی نسب نامے کے ہیں۔ یہ بھی صحیح ہے کہ لفظ ”کرسی نامے“ کا ذکر مقدمے کی روداد میں آیا ہے خصوصاً تلخیص شہادت میں لیکن روداد کے دوسرے حصوں میں اس لفظ کو بالعموم ”قرانامہ“ لکھا گیا ہے جو یقیناً لفظ قرانامہ یا اقرار نامے کی بگڑی ہوئی صورت ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ پورے مقدمے میں کسی نسب نامے کے متعلق کوئی سوال ہی پیش نہیں آیا اور نہ کوئی واقف حال شخص اس قسم کے سوال کا قیاس کر سکتا ہے جب کہ بلاقی داس اور نذکار کے باہمی اقرار نامے کی نوعیت اس اقرار نامے کے عین مطابق معلوم ہوتی ہے جس کو ایک انگریز وکیل تحریری وثیقہ کہے گا اور جو اگر صحیح ترین معنوں میں معاہدہ نہ بھی کہلاتے تو معاہدے سے بالکل ملتی جلتی ایک یادداشت اقرار نامہ ضرور ہے۔

اس قسم کی غلطی اسی اہل قلم سے سرزد ہو سکتی ہے جو بوقت تحریر

مقدمے کے واقعات سے ناواقف ہو۔

حاصل کلام یہ کہ مسٹر بوریج کے دقیق و طویل مضامین میں جو غلطیاں میں نے بتائی ہیں وہ میرے خیال میں یہ ظاہر کرنے کے لیے کافی ہیں کہ اس کے انتقادات سخت اور اکثر غیر منصفانہ ہیں اور یہ کہ ان کو تحریر کرتے وقت اسے عدالتی معاملات سے ایسی واقفیت نہ تھی کہ وہ موضوع زیر تحریر کا قابل تنقید نگار بن سکتا۔ بریں ہم باستثنائے مسٹر ڈالٹس صرف یہی ایک ایسا لکھنے والا ہے جس نے معلوم ہوتا ہے کہ اصل کاغذات اسناد کو جانچنے کی ناکام طور پر یہی کوشش کی ہے۔



## ساتواں باب

نندکار کے مجرم قرار پانے سے لے کر اس کے پھانسی  
دیے جانے تک کے واقعات

نندکار کے مجرم قرار پانے سے لے کر اس کے پھانسی دیے جانے تک کی درمیانی  
مدت میں متعدد واقعات پیش آئے جو قابل توجہ ہیں۔

ان میں سب سے پہلا واقعہ عدالت کی کارروائیوں میں کونسل کی مداخلت  
ہے۔ سازش کے الزام کے متعلق حکام عدالت کے روبرو جو شہادت پیش ہوئی اس میں  
کمال الدین کی شہادت نے نہ صرف نندکار اور بڑے فوک کو ملزم قرار دیا  
بلکہ نندکار کے داماد دادھاچرن کو بھی جس کی نسبت کہا جاتا تھا کہ اس نے  
مسٹر فوک اور اپنے خسر کے مابین درمیانی شخص کا کام انجام دیا۔ وہ بنگال کے  
برائے نام نواب مبارک الدولہ کا تنخواہ یاب وکیل تھا اور سرکاری امتیاز کے  
مختلف اعزازات کا حق دار تھا۔ حکام عدالت نے جب مقدمے کی سماعت کی  
یا جب اس پر مقدمہ چلانے کی اجازت ہوئی تو اس وقت معلوم ہوتا ہے کہ  
اس کے عام چلن کے متعلق کچھ نہیں کہا گیا۔ لیکن نندکار کے مجرم قرار پانے کے  
کچھ دن بعد یعنی ۲۰ جون کو کونسل نے نغلیہ آرڈینل کامر اسلہ صدر عدالت روانہ کیا۔  
معرز اصحاب۔ یہ امر ہمارے لیے باعث عزت ہے کہ ہم اس عرصہ اشتگی

تقل مدفوف کر کے آپ کی خدمت میں ارسال کر رہے ہیں جو نواب مبارک الدولہ کے وکیل رائے رادھا چرن نے ہمارے یہاں پیش کی ہے اور جس میں یہ لکھا ہے کہ اس پر فرد قرار داد جرم لگائی گئی ہے اور صد عدالت میں اس وکیل کے خلاف کارروائی ہو رہی ہے۔ چوں کہ یہ شخص ان صوبوں کے حاکم کا وکیل یا مختار عام ہے اس لیے ہمارا خیال ہے کہ اسے وہی حقوق مراعات اور تحفظات ملنے چاہئیں جنہیں حکمرانوں کے قائم مقاموں کو عطا کیے جانے کی اجازت قانون اقوام اور قانون انگلستان دیتا ہے۔ لہذا ہم اس کی جانب سے ان حقوق وغیرہ کا مطالبہ کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اس کے خلاف جو کارروائی ہو رہی ہے اس کو فسخ کر دیا جائے اور یہ کہ جن اشخاص نے اس پر مقدمہ دائر کر کے اس قسم کی کارروائی کی ہے ان کے خلاف حسب ضابطہ قانونی چارہ جوئی کی جائے۔

ہم ہیں آپ کے نہایت ادنیٰ و اطاعت گزار خادم

جان کلیورنگ

جارج مانسن

فلپ فرانسس

مدفوف عوضداشت سے رادھا چرن کے عہدے کا اظہار ہوتا ہے اس میں مذکور تھا کہ ”وہ کسی حالت میں بھی خود کو قوانین برطانیہ عظمیٰ کے تابع نہیں سمجھتا“ نیز اس میں حکام عدالت کے سامنے اس کی حاضری کی یہ وجہ درج تھی کہ وہ ان حقوق سے ناواقف تھا جو اسے ”جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے“ حیثیت سفیر یا مختار“ قانون انگریزی کی رو سے حاصل ہیں۔

صدر عدالت کے حجون نے محول بالا مراسلے پر بہت خفگی ظاہر کی اور میرا خیال ہے کہ یہ خفگی قدرتی اور جائز تھی۔ مراسلے کے آخری الفاظ ”اور چاہتے ہیں“ وغیرہ کی نسبت بجز اس کے اور کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ عدالت کے نام

۱۷۔ یہ حوالہ ہے قانون منتم سال جلوس مکہ این باب ۱۲ کا جو معاملات دیوانی میں روسی سفیر کی گرفتاری کے موقع پر جیسا کہ تمہید میں مذکور ہے مشائخہ میں منظور ہوا تھا۔

اس طریق کارروائی کے متعلق جو وہ اختیار کرنا چاہتی تھی تاکیدی حکم کا درجہ رکھتے تھے۔ چنانچہ عدالت نے نجوں میں سے ایک کو ہدایت دی کہ وہ گورنر جنرل اور کونسل کو مطلع کرے کہ ”یہ امر دستور انگلستان کے اصول کے بالکل خلاف ہے کہ ایک شخص یا شخصانہ معاملہ عدالت کو کسی معاملے کے متعلق جو اس کے زیر غور ہو سرکاری مراسلے میں اس طرح لکھے اور یہ کہ اہم تر معاملے میں اس قسم کی تحریر اور بھی زیادہ بے ضابطہ قرار پاتی ہے۔ عدالت میں جو مراسلہ روانہ کیا گیا ہے اس کا طرز تحریر درخواست پر مبنی ہونے کی بجائے حکم کی نوعیت رکھتا ہے اور یہ ایک ایسا طرز تحریر ہے کہ جس سے کسی عدالت کو مخاطب نہ کرنا چاہیے۔“

میرے نزدیک اس قسم کے مراسلے کا اور کوئی جواب نہ دیا جاسکتا تھا اور یہ کہ کونسل کے بیشتر اراکان کے لیے یہ مشکل بات تھی کہ وہ اس سے زیادہ سخت لہجے میں عدالت پر حملہ کرنے اور اگر ممکن ہوتا تو اس کی تحقیر کرنے کے سلسلے میں موقع پا کر اپنی تجویز کا اظہار کرتے۔

مزید مراسلت بھی ہوئی جس کے متعلق مجھے صرف اس قدر کہنے کی ضرورت ہے کہ عدالت نے کونسل کو متوجہ کیا کہ آئندہ اس کی درخواست، حلفی بیان کی تائید سے وکیل کے ذریعے پیش ہونی چاہیے۔ ٹھوڑی سی تعویق کے بعد ایسا کیا گیا اور فیروز نے عدالت میں یہ استدلال پیش کیا کہ مبارک الدولہ با اختیار حاکم ہے، ایسٹ انڈیا کمپنی سفر کو باریاب کر سکتی ہے اور رادھا چرن رائے اسی نوعیت کا سفیر ہے۔ عدالت نے متفق طور پر رائے قایم کی کہ رادھا چرن رائے سفیر نہیں ہے بلکہ اس کی حیثیت زیادہ سے زیادہ محض ایک کارکن کی ہے اور اس وقت جب کہ جرم سرزد ہو جس کا الزام اس پر عاید کیا گیا وہ مبارک الدولہ کی لازمت میں بھی نہ تھا۔

اسی لی میسٹر اور ہائیسڈ کا یہ خیال تھا کہ مبارک الدولہ کا رتبہ ایسا نہیں ہے

کہ وہ سفر ایشیج سکے کیوں کہ تحقیقی معنوں میں وہ با اختیار عالم نہیں ہے۔ انھوں نے اس مسئلے کے متعلق کوئی رائے ظاہر نہیں کی کہ آیا ایسٹ انڈیا کمپنی کو کافی طور پر ایسے اختیارات حاصل ہیں کہ وہ کسی سفیر کو باریاب کر سکے۔ پیجمبر میں کی رائے تھی کہ ایسٹ انڈیا کمپنی سفر کو باریاب کر سکتی ہے لیکن اس نے اس مسئلے پر کوئی خیال ظاہر نہیں کیا کہ آیا مبارک الدولہ سفیر بھیج سکتا ہے یا نہیں۔ اس نے عدالت کے باقی ججوں کی رائے سے اتفاق کیا کہ راجا چرن سفیر کی مطلق حیثیت نہیں رکھتا۔ اس آخری مسئلے کے متعلق بعض عجیب واقعات ظہور پذیر ہوئے۔ جن چیزوں کو وثائق، بیان کیا گیا تھا انھیں یہ ظاہر کرنے کے لیے پیش کیا گیا کہ راجا چرن سفیر ہے۔ ان وثائق میں اولاً تقرر سے متعلق ایک مراسلہ ۲۲ ستمبر ۱۸۵۷ء کا تھا۔ دوسرا وہ خط تھا جو نواب کی طرف سے گورنر کو ۲۲ مئی ۱۸۵۷ء کو موصول ہوا تھا۔ اس میں لکھا تھا ”چوں کہ رائے راجا چرن کچھ مدت سے کابل ہو گیا ہے اور یہ خیال کر کے کہ اسے اپنے وکیل کی حیثیت سے برقرار رکھنا بالکل بے سود ہے میں نے اسے ۲۷ اپریل ۱۸۵۷ء سے برطرف کر دیا ہے۔ میں نے یہ خط آپ کی اطلاع کے لیے لکھا ہے۔“ تیسرا خط وہ تھا جو مبارک الدولہ کی جانب سے ہمسٹنگز کو ۲۷ مئی ۱۸۵۷ء کو موصول ہوا تھا۔ اس میں مذکور تھا کہ اس نے راجا چرن کو پھر ملازم رکھ لیا ہے۔ بیان کردہ جرم کا ارتکاب راجا چرن نے ۱۹ اپریل سے چند روز قبل کیا تھا اور اسے ۲۳ اپریل کو ضمانت پر رہا کیا گیا۔ پس اس وقت وہ مبارک الدولہ کی ملازمت میں بھی نہ تھا اور اس میں ذرا بھی شبہ نہیں ہو سکتا کہ ۲۰ اپریل کو اسے بیکار محض سمجھ کر خدمت سے برطرف کر دیا گیا ہو اور ماہ مئی میں اس کا دوبارہ تقرر صرف اس غرض سے کیا گیا ہو کہ جب مقدمے کی تحقیقات شروع ہو تو وہ اس بات کا مدعی بن سکے کہ اس کے ساتھ سفیر کا سا برتاؤ کیا جائے۔ اس صورت واقعات میں اس نے ۲۸ جون کو حلفی بیان دیا کہ گذشتہ ماہ مئی کے تقریباً دس دن کے سوا

وہ دو سال سے بھی زیادہ مدت مبارک الدولہ کا مختار عام یا وکیل رہا ہے۔  
 نلف نامہ باقاعدہ انگریزی طرز کا تھا اور بے شبہہ اس کو انگریز وکیل نے مرتب کیا۔  
 ایک بعد کے حلف نامہ مورخہ ۱۸۴۸ء جولائی میں اس کا بیان یہ تھا کہ ”مسٹر فیراڈرٹس چرٹ  
 نے انگریزی زبان میں ایک کاغذ (پہلا حلف نامہ) لکھوایا جس کی صداقت کے متعلق  
 میں نے مسٹر ہائیڈ کے روبرو حلف اٹھایا لیکن انھوں نے مجھ سے لفظ ”مختار عام“  
 کی توضیح نہیں کی۔ انھوں نے صرف لفظ ”وکیل“ کا ذکر کیا۔ میں اس واقعے کے  
 متعلق کہ نواب نے مجھے دس روز کے لیے خدمت سے برطرف کیا تھا کچھ نہیں  
 جانتا۔ نواب نے کبھی اس برطرفی کے بارے میں مجھے کچھ نہیں لکھا۔ غالباً  
 مسٹر فیراڈرٹس چرٹ کو یہ بات رُوداد سے معلوم ہوئی ہوگی۔ پھر اس نے  
 کہا کہ ”وکیل اور چرن ہے اور ایچی کے معنی کچھ اور ہیں۔ میں نے کبھی یہ خیال نہیں کیا  
 کہ وکیل ہونے کی بنا پر میں سزا سے مستثنیٰ ہو جاؤں گا۔“ میرے نزدیک  
 ان حلف ناموں سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ نہ صرف یہ ادعا بیشتر  
 ارکان کونسل کے شورے سے اس لیے کیا گیا کہ ارکان کونسل عدالت کے  
 اختیارات پر حملہ کر سکیں بلکہ یہ ظاہر کرنے کے لیے بھی کہ جو کچھ انھوں نے کیا وہ  
 نامناسب نہیں تھا کیوں کہ انھوں نے رادھا چرن سے ایک حلف نامہ لیا تھا  
 جو ایک ایسے اہم بیان پر مشتمل تھا جسے وہ سمجھ نہ سکتا تھا اور دوسرا بیان تو  
 حقیقت میں غلط تھا۔ کونسل کے اس طریق کار کے متعلق عدالت نے بہت سختی سے  
 مگر میرے خیال میں قابلیت سے اعتراض کیا۔

تحریک میں ایک واقعے کو بڑی خصوصیت حاصل تھی۔ عدالت کو جو مراسلہ  
 بھیجا گیا اس کے آخری الفاظ میں یہ استدعا بھی تھی کہ مقدمہ رادھا چرن کے مستیث کو  
 سزا دی جائے۔ مستیث ہیسٹنگز تھا اور اس سبب سے اکثر ارکان کونسل کے  
 غصے کا علانیہ اظہار ہوا۔ جب تحریک کی گئی تو فیراڈرٹس سے کہا گیا کہ اسے اعتراض کی

۱۷۷۔ اس کے لیے ملاحظہ ہو بیسویں رُوداد مقدمہ صفحہ ۱۷۷۔

۱۷۸۔ بیسویں سرکاری رُوداد مقدمہ صفحہ ۱۷۷ نیز ملاحظہ ہو صفحہ ۱۷۸۔

تقریح ضرور کر دینی چاہیے اور اس سزا کی بھی جو عدالت سے وہ تجویز کرنا چاہتا ہے۔ اس پر اس نے تحریک کے اس حصے کو واپس لے لیا۔ درخواست کے بارے میں اپنی نے حسب ذیل خیالات ظاہر کیے جنھیں دوسرے واقعے کے سلسلے میں جو ذیل میں درج ہے ذہن میں رکھنا چاہیے۔ اپنی نے کہا کہ اس معاملے میں نا جائزہ دباؤ سے کام لیا جا رہا ہے۔ میری رائے میں درخواست نازیبیا اور نادرست ہے۔ سزا کن اشخاص کو دینی چاہیے؛ مستغیث اور ان اشخاص کو جنھوں نے اس معاملے میں حصہ لیا۔ مستغیث کون ہے؟ گورنر جنرل جو اس نوآبادی میں درجن اول کا مجسٹریٹ ہے۔ وہی اشخاص جو یہ چاہتے ہیں کہ اسے سزا دی جائے اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ عدالت اسے کوئی سزا نہیں دے سکتی۔ اس قسم کا مطالبہ بدرجہ غایت مذموم ہے۔ سزا صرف ارتکاب جرم کی صورت میں دی جاسکتی ہے۔ وکیل اور اس کے موکلوں کو جاننا چاہیے کہ بجز بغاوت و سنگین جرم کے گورنر جنرل اور کونسل اس عدالت کے دیگر مقدمات جرایم کے فیصلوں کی پابندی سے مستثنیٰ ہیں۔ جن لوگوں نے اس کارروائی میں حصہ لیا وہ ایسا کرنے پر تمام ججوں کے صریح حکم کی وجہ سے مجبور تھے۔ کیا یہ بات مناسب ہوگی کہ انھیں سزا دینے کی درخواست کی جائے؟

یہ معاملہ ہمیں ختم نہیں ہوا۔ عدالت کے فیصلہ سنانے کے بعد ارکان کونسل نے یہ غلبہ آرا ایک دوسرا مراسلہ اور عرضداشت ججوں کو روانہ کی۔ مہارک لدولہ کی مراسلہ عرضداشت میں لکھا تھا کہ میں آپ سے یہ ظاہر کرنے کی اجازت چاہتا ہوں کہ اگر عدالت میں میرے وکیل کے خلاف نالائیوں کو دائر ہونے دیا جائے تو اس میں میری بہت بڑی رسوائی اور بدنامی ہوگی۔ مجھے توقع ہے کہ آپ اصحاب اس قسم کی کارروائی کو روانہ نہ رکھیں گے بلکہ عدالت کے ججوں سے ایسے الفاظ میں گفتگو کریں گے جن سے میرے معاملات میں مزاحمت اور ذلت نہ ہونے پائے۔ جس مراسلے میں اس کی عرضداشت ملغوف تھی اس میں ججوں کے فیصلے کے متعلق

ان سے یہ مختلف سوالات کیے گئے تھے۔ کیا ان کا یہ مقصد تھا کہ نواب کو مجرموں کے پھانسی دینے کے حکم ناموں پر دستخط کرنے کا جو اختیار حاصل ہے اس کو مشتبہ سمجھا جائے؟ ارکان کونسل کا یہ دستور رہا ہے کہ نواب بنگال کی حکومت کے تاج ہو کر وہ فرانسیموں کی بعض شکایات کا جواب دیا کرتے تھے ایسی صورت پیش ہونے پر انھیں کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیے جب کہ صدر عدالت نے اس کی حکومت ہی سے انکار کر دیا ہو؟ کیا قانون تنظیم کی شرائط سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ ہندوستانی باشندے بجز ان کے جو کپنی یا برطانوی افراد کے ملازم ہیں عدالت کی حدود اختیار سے باہر ہیں؟

مندرجہ بالا خط کو حکومت تاج کے محرنے درخواست کی صورت میں تبدیل کر دیا تھا۔ اس پر اپنی نے اپنے خیالات ظاہر کیے جن کی بنا پر کونسل کے ارکان کو یہ احساس ہونا لازمی تھا کہ ان کی حالت بہت ناگفتہ بہ ہو گئی ہے۔ اپنی نے کہا کہ خط مذکور میں تبدیلی کا اسے بہت افسوس ہے کیوں کہ اس سے عدالت اور کونسل دونوں کی وقعت میں کمی ہو جاتی ہے۔ آگے چل کر پھر اس نے بیان کیا:

ہم نے اس قسم کی درخواست کی نامتولیت کا اظہار کر دیا ہے۔ ہماری عرضداشتوں پر وہ توجہ نہیں کرتے اور ہماری متفقہ رایوں کا بھی کچھ لحاظ نہیں کرتے۔ یہاں کوئی حاکم ایسا نہیں ہے جو ہمارے درمیان فیصلہ کرے۔ وہ اب تک اصرار کر رہے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ ہم انتہائی غصے کے باعث مشتعل ہو کر ان کے معزز آقاؤں یا ملک معظم کی خدمت میں التجا کریں۔ ہم پریشانیوں میں اضافہ نہیں کریں گے تاکہ ملک معظم کے وزیر کو ہندوستان کے معاملات کی وجہ سے مشقت نہ اٹھانی پڑے، نہ ہم کوئی ایسا کام کریں گے جس سے ایٹ انڈیا کپنی کو نقصان پہنچے۔ کارروائیاں دونوں کو بھیجی جائیں گی۔ ہمارا طرز عمل کسی قسم کی رائے زنی کے

۱۔ بیسویں رُوداد مقدمہ صفحہ ۱۱۳۶۔ یہ بیان نہیں کیا گیا کہ آیا اس تبدیلی کے متعلق کونسل نے رضامندی ظاہر کی یا نہیں۔

۲۔ بیسویں رُوداد مقدمہ صفحہ ۳۸۵۔

بغیر خود بخود واضح ہو جائے گا۔ اس اثنا میں ہماری حالت ایسی رہے گی جیسی پریشانی کے پیدا ہونے اور عزت جانے کے درمیان ہوتی ہے۔

کونسل کے مراسلے کے ساتھ نواب مبارک الدولہ کا بھی ایک خط منسلک ہے جو اپنی نوعیت میں نہایت غیر معمولی معلوم ہوتا ہے۔ نواب مبارک الدولہ کی حیثیت ایسی ہے کہ انگلستان یا ہندوستان میں کوئی شخص یہ یقین نہ کرے گا کہ وہ اس قسم کا خط لکھنے پر مائل ہو سکتا ہے۔ پھر اس صورت کے کہ اس کو اس نوآبادی کے حاکموں کے کارکنوں نے لکھا یا ہو یا جب تک کہ اسے کامل یقین نہ ہو گیا ہو کہ اس قسم کی تحریر سے ان کے خیالات کی تائید یا موافقت ہوتی ہے۔ اس نواب کے خط پر جو کسی کام کے متعلق لکھا گیا ہو ہم ہمیشہ اسی طرح غور و خوض کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے جس طرح گورنر جنرل اور کونسل کے مراسلے پر۔

اس نے مذکور بالا خط میں لکھا ہے کہ اگر عدالت میں میرے وکیل کے خلاف ناشوں کو دایر ہونے دیا جائے تو اس میں میری بہت بڑی رسوائی اور بدنامی ہوگی۔ کسی ہندوستانی نواب کے دل میں اپنے وکیل کے متعلق اس قسم کا خیال کبھی پیدا نہ ہوا تھا۔ وکیل نے اپنی عرضداشت میں اس طرح کا کوئی خیال ظاہر نہیں کیا ہے۔ انگلستان کے قانون سے جو حقوق اسے دیے گئے ہیں ان سے وہ ناواقف تھا اور ان کو وہ جدید حقوق بتاتا ہے۔

یہی سارا ماجرا نہیں میرے ہاتھ میں رائے راجہ چرن کا ایک حلف نامہ ہے جو کسی اور غرض سے مرتب ہوا۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے 'مختار عام' کا لفظ کبھی نہیں سنا۔ میں 'وکیل' کے معنی سمجھتا ہوں لیکن مجھے معلوم نہیں کہ 'مختار عام' کے کیا معنی ہیں۔ وکیل اور چیرنہ ایچی اور چیرنہ میں نے کبھی یہ خیال نہیں کیا کہ وکیل ہونے کی بنا پر میں سزا سے مستثنیٰ ہو جاؤں گا۔ لوگ ہر جگہ نواب کے وکیل کی عزت کرتے ہیں۔ میں نے پہلے کبھی یہ نہیں سنا کہ اگر نواب کے وکیل یا خود بادشاہ کے وکیل سے بھی کسی جرم کا ارتکاب ہو جائے تو وہ اس قانون سے مستثنیٰ سمجھا جائے گا جو اس جرم کے لیے وضع کیا گیا ہے۔ غالباً اگر بادشاہ یا نواب کوئی خط لکھے تو وکیل کو معافی دی جاسکتی ہے۔ عدالت کی یا وراثت کے ساتھ

میں اس حلف نامے کی ایک نقل بھی طلب کروں گا کیوں کہ اس سے معاملہ زیر بحث پر زیادہ روشنی پڑے گی۔ اس کے بعد کیا کوئی شخص باور کر سکتا ہے کہ اس خط میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ فی الواقع نواب ہی کے خیالات ہیں ہاگر یہ رائے راہدچارن کی رائے تھی تو کمپنی کے لیے انصافاً ضروری ہوتا کہ اسے عدالت میں پیش کر دیتی۔ لیکن خط کا آخری حصہ فی الحقیقت خوف انگیز ہے۔ اس میں گورنر جنرل اور کونسل کو مخاطب کیا گیا ہے۔ عدالت میں نالاشوں کے دائرہ ہونے کے متعلق وہ لکھتا ہے کہ مجھے توقع ہے کہ آپ اصحاب اس قسم کی کارروائی کو روانہ رکھیں گے بلکہ عدالت کے ججوں سے ایسے الفاظ میں گفتگو کریں گے جن سے میرے معاملات میں مزاحمت اور ذلت نہ ہونے پائے؛ کیا اس سے پہلے نواب نے گورنر جنرل اور کونسل کو اس طرح کی تحریر سے مخاطب کیا تھا؟ جب ہم رائیں دے چکے تب یہ خط ہمارے پاس روانہ کیا گیا ہے۔ اگر نواب کی یہ حقیقی رائے ہے کہ ہم کو ایسے الفاظ میں لکھا جا سکتا ہے جو ہمارے فیصلوں پر اثر انداز ہوں تو یہ طریق عمل اس نے کہاں سے سیکھا؟ ہم کونسل سے یہ مطالبہ کرنے کا حق رکھتے ہیں کہ اس خط کے جواب میں وہ نواب کو مطلع کر دے کہ یہ خیال کونسل اور عدالت دونوں کی وقعت کو بہت گھٹا دیتا ہے کہ کونسل کے ارکان اس کی خواہش کے مطابق گفتگو کریں اور اگر انھوں نے ایسا کیا بھی تو عدالت کی رائے کو وہ متاثر نہ کر سکیں گے۔ ہم اس موقع پر ایسی صورت میں جب کہ ہمارے خلاف کوئی خیال پھیل جائے یہ کہنا ضروری سمجھتے ہیں کہ گورنر جنرل اور کونسل کو کسی طرح یہ اختیار حاصل نہیں ہے کہ ججوں کے افعال کی درستی یا نگرانی کرے خواہ وہ عدالت کے اندر یا باہر ہوئے ہوں خواہ ان کی غلطی ہمیشہ کے لیے باقی رہ جائے اور یہ کہ کسی فرضی ضرورت سے بھی ان افعال کی روک تھام یا نگرانی جائز قرار نہیں دی جا سکتی۔“

حکومت مالانے جو اہانت کی ہے میرے خیال میں ایسی اہانت کبھی کسی انگریزی عدالت کی نہ ہوئی ہوگی۔ اسی کے خیالات سے میرے نزدیک واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ بیشتر ارکان کونسل نے مبارک الدولہ کو ہدایت دی کہ وہ یہ

درخواست کرنے کے ارکان مذکورہ عدالت کی توہین کریں اور اس پر حکومت جمائیں۔ سیرایہ بھی خیال ہے کہ اسپس نے جس طریقے سے کونسل کی توہین پر معن طعن کی وہ اس کے خیالات و جذبات کے شایان شان تھا۔ جو کچھ اس نے کہا اسے ضبط تحریر میں لایا گیا اور اس پر تینوں ججوں کے دستخط ہو گئے اور پھر اسے کونسل میں بھیج دیا گیا۔ یہ کارروائیاں ایک بڑی مدت تک چلتی رہیں۔ اس معاملے کے متعلق عدالت کا پہلا اجلاس ۲۱ جون کو اور آخری ۶ جولائی کو ہوا۔ سیمینٹنگز کے خلاف سازش کے مقدمے کی تحقیقات ۶ جولائی سے شروع ہو کر ۱۰ جولائی کو ختم ہوئی جیسا کہ ہائیڈ کی ایک قلمی تحریر سے ظاہر ہوتا ہے جو کلکتے کے قانونی کتب خانے میں موجود ہے۔ بارول کے خلاف سازش کے بارے میں یہ تحریر ہے "دوسری تحقیقات مقدمہ ۱۳ جولائی کو شروع ہوئی اور اسی روز ختم ہو گئی" میں آگے چل کر ان مقدمات اور ان کے نتائج کے متعلق لکھوں گا کیونکہ ان سے مذکورہ کے جعل کے مقدمے پر کئی طریقوں سے روشنی پڑتی ہے۔

میں ان مقدموں کے خاص خاص واقعات پہلے ہی بتا چکا ہوں۔ پہلا واقعہ یہ تھا کہ آیا اس عرضی یا درخواست کو جس پر کمال الدین کے دستخط تھے اور جس کے متعلق خیال یہ تھا کہ سیمینٹنگز نے کمال الدین کو ترغیب دی تھی کہ فوک پر چھوٹا الزام لگائے کمال الدین نے از خود یا دباؤ کی وجہ سے پیش کیا تھا۔ دوسرے یہ آیا وہ فرد یا مرتشی اشخاص کی فہرست جس کی نسبت کمال الدین نے کہا تھا کہ اس نے فوک کے دباؤ کی وجہ سے اس پر دستخط کیے تھے فی الحقیقت کبھی موجود بھی تھی یا نہیں۔ ان سوالوں سے متعلق دو مقدموں کی تحقیقات عمل میں آئی جن میں ایک سیمینٹنگز کے خلاف سازش کا مقدمہ تھا جس کا انحصار خاص کر کمال الدین کی عرضی کے قصے پر تھا اور دوسرا بارول کے خلاف سازش سے متعلق تھا جو خاص کر کمال الدین کی بیسان کردہ فرد یا مرتشی اشخاص کی فہرست سے تعلق رکھتا تھا اور اس فہرست میں

۱۔ بیسویں رُوداد مقدمہ صفحہ ۱۱۰۶ و ۱۱۳۵۔

۲۔ مسٹر بیسویں کی تحریر یادداشت۔

سب سے پہلے بارول کا نام تھا۔ ان مقدموں کی رودادیں نذکار کے جعل کے مقدمے کی روداد سے بھی بدتر ہیں۔ وکیل کی جرح اور جج کی تلخیص شہادت کو بالکل نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ مستقیث کے گواہوں کے بیانات کو قیدی کے گواہوں کے بیانات سے غلط نہ نہیں کیا گیا ہے اور بروقت یہ بات صاف طور پر معلوم نہیں ہوتی کہ ترقی اول کے سوالات کون سے ہیں اور سوالات جرح کون سے۔ ان مقدموں کا نتیجہ عجب غریب تھا۔ ہیسننگز کے خلاف الزام سازش کے مقدمے میں تمام مدعا علیہم کو رہا کر دیا گیا۔ رادھا چرن کو بھی بری کر دیا گیا مگر نذکار اور فوک کو بارول کے خلاف سازش کرنے کے الزام میں مجرم قرار دیا گیا۔ سرلیجاہی جیمزس کی مہربانی سے میں ایک انوکھی بات کا اضافہ کرنے کے قابل ہوا ہوں جس کا ذکر روداد مقدمہ میں نہیں کیا گیا ہے۔ مقدمے کے فیصلے میں فوک پر پچاس روپیے جرمانہ کیا گیا ہے۔ ہائیڈائی کتاب یادداشت میں حسب ذیل تحریر ملتا تاریخ پائی جاتی ہے:

”سر رابرٹ جیمزس نے کل مجھ سے کہا تھا کہ مسٹر فوک کو سزا دینے کا سبب اس قدر معمولی ہے کہ عدالت کو اطلاع دی گئی کہ پیردکار مقدمہ مسٹر بارول کی خواہش یہ ہے کہ عدالت اس کے حق میں بہت ہی خفیہ سزا کا فیصلہ منانے اور مسٹر بارول نے ایسی معمولی سزا کی کیوں خواہش کی اس کی وجہ یہ تھی کہ مسٹر فوک کے بھتیجے مسٹر ہالینڈ نے مسٹر بارول کو لکھا تھا کہ میں مخبری کو معیوب سمجھتا ہوں لیکن مسٹر فوک کو اگر کوئی سخت دوسوا کن سزا دی گئی تو میں کلکتہ آکر مسٹر بارول کی رشوت ستانی کا

ٹہ۔ مسٹر بیورج نے (کلکتہ ریویو، جلد ۶۶، صفحہ ۳۱۱ پر) لکھا ہے ”بارول کے مقدمے میں ملزمین رہا کر دیے گئے اور دوسرے مقدمے میں فوک اور نذکار مجرم قرار پائے“ مگر حقیقت حال اس کے برعکس ہے (بیویوں نے وہ مقدمہ صفحہ ۱۱۸۶ تا ۱۲۲۶)۔

ٹہ۔ یہ مختصر نوٹسی کی تحریر ہے جس کی ایک صحیح نقل مسٹر پلیمیرس نے بھی بھیجی۔ اس حتمہ پر کے کچھ حصے کو برطانوی عجائب خانے کے مسٹر نیگول نے واضح عبارت میں لکھا۔

حال بیان کر دوں گا جو اس نے ڈھاکے میں جاری رکھی ہے اور اس بارے میں حکومت کو مطلع کر کے انتہائی کارروائی کروں گا۔ اور یہ کہ میں اسی الزام کا مقدمہ دائر کرنے کے لیے انگلستان بھی جاؤں گا، ان واقعات کا سبب معلوم کرنا آسان نہیں ہے۔ دونوں مقدموں میں جو شہادتیں لی گئیں ان میں کامل مطابقت نہیں تو قریب قریب یکسانی ضرور تھی۔ یہ نظریہ کہ جو رسی نے یہ باور نہیں کیا کہ عرضی جسراً لی گئی بلکہ یہ باور کیا کہ فرد جبراً لی گئی اس واقعے کی توضیح نہیں کر سکتا کیونکہ ہیسٹنلز اور بارول کا فرد میں شامل ہونا بتایا جاتا ہے اور اس سے بارول کے خلاف سازش کے الزام کا بھی اظہار ہوتا ہے۔ بہر کیف میرا خیال ہے کہ نوک نے مجسٹریٹوں کے روبرو بارول پر پتیا لیس ہزار روپیوں کی رشوت ستانی کا جو الزام عاید کیا اس سے کمال الدین کے اس بیان کی تائید ہوتی ہے جو اس نے بارول کے خلاف سازش کے مقدمے میں دیا تھا۔ بہریشٹی مقدمہ پر اس کے بیان کے متعلق شہادت لی گئی اور اگر اس غرض سے لی گئی کہ اس سے کمال الدین کے بیان کی تائید ہو تو یہ بات حیرت انگیز ہے کہ اس کی ساری داستان کو باور نہیں کیا گیا۔ یہ ممکن تھا کہ مقدموں کی تحقیقات مختلف جو ریوں سے کرائی جاتی۔

نندکار کے مقدمے کے سلسلے میں مذکور بالا واقعے کو یہ اہمیت حاصل ہے کہ کمال الدین نندکار کے خلاف ایک خاص گواہ کی حیثیت رکھتا تھا اور اس بنا پر یہ اہم سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کی شہادت کہاں تک قابل اعتماد تھی۔ اس سوال کا حل اس کے متعدد جوابات ذیل سے جو اس نے ہیسٹنلز کے خلاف سازش کے مقدمے میں دیے کافی طور پر ملتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ ان سے اس خیال کی بخوبی توضیح ہوتی ہے جو اس زمانے میں کذب بیانی اور دروغ طعنی کے فرق کے متعلق وکیٹوں میں رایج تھا (اور جو میں یقین کرتا ہوں اب بھی ہے)۔

سوال ۱۰۔ کیا تم نے وہ رقیں گورنر اور دوسرے اصحاب کو دیکھی تھیں؟

جواب۔ میں نے کسی شخص کو پانچ روپیے بھی نہیں دیے۔  
سوال۔ تو پھر تم نے سٹروفوک سے کیوں کہا کہ تم نے روپیے دیے تھے؟  
جواب۔ سٹروفوک نے ایک کتاب لے رکھی تھی اور وہ بہت غصے میں تھا۔  
میں نے خوف کی وجہ سے ایسا کہہ دیا تھا۔ اگر آپ مجھے ڈراتے تو آپ مجھ سے  
مملکت ہندوستان کی دستاویز منتقلی پر دستخط لے سکتے تھے۔  
بعد ازاں اس پر عرضیوں کے بیانون کی صداقت کے متعلق جرح کی گئی۔  
دوسوال۔ گنگا گوند سنگھ کے متعلق عرضیوں میں جو شکایت تھی وہ

صحیح تھی یا غلط؟

جواب۔ میں نے جو کچھ کیا وہ شکایت کے طور پر نہیں بلکہ اسے ڈرانے  
کے لیے بہت سی باتیں لکھ دی تھیں میری کچھ رقم اس پر واجب الادا تھی۔  
میں نے اس رقم میں بہت زیادہ اضافہ کر دیا تھا۔  
سوال۔ کیا وہ ساری رقم واجب الادا تھی جس کا مطالبہ عرضیوں میں  
کیا گیا تھا؟

جواب۔ کاشتکاروں کا یہ قاعدہ ہے کہ جہاں ایک روپیہ واجب الوصول ہو  
وہاں وہ چار کا مطالبہ کرتے ہیں۔ اگر میں نے شکایت کی ہے تو مجھے اس کی  
تصریح کرنی چاہیے۔ حلف پر بھی مجھے ایسا ہی کرنا چاہیے۔ ممکن ہے کہ میری کچھ رقم  
کینٹی پر واجب الادا ہو۔ اگر مجھ سے پوچھا جائے تو میں کہوں گا کہ کوئی رقم  
واجب الادا نہیں۔

چند دیگر سوالوں کے بعد پھر اس سے پوچھا گیا:

سوال۔ عرضیوں میں جو شکایت درج تھی وہ صحیح تھی یا غلط؟  
جواب۔ عرضیوں میں جو باتیں لکھی گئی تھیں ان میں کچھ صحیح تھیں  
اور کچھ ہماری باہمی عداوت کی وجہ سے مبالغہ آئیں نہ تھیں میرے پاس  
علحدہ حساب تھا جس کے ذریعے کاروبار کا جزوی طور پر تصفیہ ہوا تھا۔

سوال - عرضی میں جو سولہ ہزار روپیے بیان کیے گئے تھے کیا وہ از رو سے حساب واجب الادا تھے؟

جواب - یہ بیان درست نہیں بلکہ میں نے اسے ڈرانے کے لیے لکھ دیا تھا۔ میں نے کوئی شکایت نہیں کی تھی اور نہ حلف اٹھایا تھا۔ اب میں نے حلف اٹھایا ہے جو کچھ آپ دریافت کریں اس کا جواب برابر دوں گا۔

کمال الدین نے کذب بیانی اور دروغ حلفی کے باہمی فرق کو ملحوظ رکھنے پر کئی بار زور کے ساتھ اصرار کیا۔ اس سے پوچھا گیا:

اگر مٹرفوک اس فرد کے متعلق تم سے حلف اٹھوانا چاہتے تو کیا تم حلف اٹھالیتے؟

جواب - اگر وہ مجھے مار بھی ڈالتا تو بھی میں دروغ حلفی کا ترکب نہ ہوتا۔ لیکن وہ مجھ سے اور کسی وقت حلف اٹھانے کا وعدہ طلب کرتا تو میں وعدہ کر لیتا مگر اسے ایفانہ کرتا۔

ان صاف بیانات میں ایک قسم کی سادہ دلی اور خوش اعتقادی پائی جاتی ہے جو اپنے اندر اہمیت رکھتی ہے۔ طبیعت کی کیفیت جس میں کوئی شخص معمولی کذب بیانی کو تغین سمجھتا ہے مگر دروغ حلفی کو خوف کی نظر سے دیکھتا ہے عقلی ہونے کی بجائے زیادہ تر ادراکی ہوتی ہے۔ بارول پر الزام لگانے کی جو سازش ہوئی تھی اس کے مقدمے میں کمال الدین کی ساتھ کے متعلق منشی صدیق پر جرح کی گئی۔ اس نے کہا "میں کمال الدین کو بیس سال سے جانتا ہوں۔ وہ

لے۔ یعنی گنگا گوند کے روپیے کمال الدین پر واجب الادا تھے۔ گنگا گوند سنگھ پر کمال الدین کے پچیس ہزار روپیوں کا قرض تھا۔ کمال الدین نے اس رقم کا دعویٰ کیا مگر یہ ظاہر نہیں کیا کہ وہ گنگا گوند سنگھ کے سولہ ہزار روپیوں کا مقدمہ دس ہے۔ میں کوئی ایسی بات نہیں دیکھتا جسے مدعی کے اس قابل مہمانی رقم کا ذکر نہ کرنے پر بھی ناشایستہ کہا جاسکے جو اس کی جانب سے مدعی علیہ کو واجب الادا تھی۔

لے۔ بیسویں رواد مقدمہ صفحہ ۱۱۵۔

لے۔ بیسویں رواد مقدمہ صفحہ ۱۱۹۔

میرا دوست ہے میں اس کو ایمان دیکھتا ہوں اور اس کی قسم کا اقرار کرتا ہوں۔  
اگر ایک مسلمان قسم کھاتا ہے تو اس کا یقین کرنا چاہیے۔ اگر وہ جھوٹی قسم کھاتا ہے تو وہ یہاں بھی  
تباہ ہوگا اور آخرت میں بھی اور یقیناً دوزخ میں جائے گا!

میں نے ان واقعات کو اس لیے بیان کیا ہے کہ یہ جعل کے مقدمے میں  
کمال الدین کی ساکھ سے علانیہ تعلق رکھتے ہیں۔ میں ان سے کوئی خاص نتیجہ نکلانے کا  
مدعی نہیں ہوں۔ دو مقدموں میں اہل چوری نے اس کی شہادت کے مطابق عمل کیا  
اور تیسرے میں ایسا نہیں کیا لیکن رہائی کے متعلق ان کی وجوہ خواہ کیسی ہی ہوں  
قابل غور ضرور ہیں۔

نذکار اور فوک پر مقدمہ قائم ہونے کے بعد اور اس کی تحقیقات سے پہلے  
ہیٹنگ نے اپنے کارکنوں یعنی گریہیم اور میکین کے نام ایک خط میں حسب ذیل  
جو خیالات ظاہر کیے وہ کمال الدین کی ساکھ کے متعلق عجیب و غریب معلوم  
ہوتے ہیں۔

”مستر گریہیم، کمال الدین کے کردار سے واقف ہے۔ میں واقف نہیں  
اور نہ میرا یہ خیال ہے کہ اس میں غیر معمولی راست بازی یا دیانت داری موجود  
ہے۔ لہذا مجھے بہت کم توقع ہے کہ وہ آئندہ اجلاس عدالت تک جب حال قائم ہوگا۔  
دوسرے کا شہکاروں کی مانند اس کی تمام پونجی اور مستقبل کی اس کی کھینٹی باڑی پر  
لگی ہوئی ہے۔ اس صورت حال کے باعث اس کا معاملہ بیشتر ارکان کونسل کے  
رحم و کرم پر منحصر ہے جنہیں اختیار حاصل ہے کہ اس کی ہمت افزائی کریں یا اس کے  
خلاف ناٹیشن طلب کریں یا اس کے چلن کے متعلق مفصل تحقیقات کا حکم دیں۔ میرا گریہیم  
جانتا ہے کہ اس رفتار و واقعات سے ارکان مذکور کی مداخلت کے بغیر بھی جو مجھے

۱۔ ہیٹنگ کے سوانح حیات مصنفہ گلگ جلد اول صفحہ ۵۲۲۔ ہیٹنگ کا خط  
مورخہ ۲۹۔ اپریل ۱۹۵۵ء بنام گریہیم و میکین اس خط سے یہ شکل یہ معلوم  
ہوتا ہے کہ ہیٹنگ کو علم تھا کہ کمال الدین برائے نام اس کا  
جاہن خاص ہے

یقین ہے کہ ضرور کی جائے گی بالآخر وہ کس طرح تباہ ہو جائے گا۔ تخیف اور خوشامد کے ذرائع جو یکے بعد دیگرے اس کے ساتھ استعمال کیے گئے تھے اور اس کے ذاتی شبہات و اغراض جو اس پر شدت سے اثر انداز رہے اور مسلح طاقتور ہاتھ جو ہمیشہ اس کی سرکوبی کے لیے موجود رہا ان تمام چیزوں کے نظر کرنے میں یہ تقریباً ناممکن خیال کرتا ہوں کہ صداقت سے باز رکھنے والے متعدد اسباب کے مقابلے میں وہ ثابت قدم رہ سکے اور عجب نہیں کہ وہ معمولی اندیشے کی بنا پر مقدمے کی تحقیقات کے وقت شہادت میں صل واقعات کو پوشیدہ رکھے یا تبدیل کر دے۔

ایسے ایک جو ایسے میں کمال الدین گھبر گیا جب اس سے یہ بیان کرنے کو کہا گیا تھا کہ گنگا گوند سنگھ کے ساتھ فلاں معاملے کے فیصلے میں اسے کتنی رقم ملی تھی۔ اس نے کہا ”اگر مسٹر کوشل (کلکٹر) کو اس رقم کا علم ہو جاتا جو مجھے ملی تو وہاں سے میری روانگی کے بعد ہی وہ مجھے فوراً قید کر لیتا۔“ اس خوف کے اظہار میں وہ حق بجانب تھا۔ ۲۴ جولائی کو اسے سخت قید میں رکھنے کا حکم ہوا۔ ۲۸ جولائی کو وہ ایک خاص حکم نامہ متعلق بہ آزادی رعایا کی بنا پر رہا کیا گیا اس کے بعد مختلف واقعات پیش آئے جن کے متعلق یہاں میں صرف یہ بیان کرتا ہوں کہ اگرچہ ان سے یہ ثابت نہ ہو سکے کہ بیشتر ارکان کونسل نے کمال الدین کو اس شہادت کی وجہ سے دق کیا جو اس نے نذکار کے خلاف ان مختلف مقدمات میں دی تھی جن میں وہ گواہ کی حیثیت رکھتا تھا تاہم واقعات مذکور ہندوستانی باشندوں کو جو کچھ صورت حال تھی اس کے یقین دلانے کا بہتر ذریعہ سمجھے گئے وہ مقابلہ اس کے کہ مقدمہ نذکار سے وہ یہ یقین کرتے کہ گورنر جنرل پر رشوت ستانی کا الزام لگانا نظر ناگوار ہے۔

۱۔ بیسویں رواد مقدمہ صفحہ ۱۱۶۔

۲۔ ملاحظہ ہو آئیندہ۔

۳۔ مجلس ٹوشے کی رواد میں ملاحظہ ہو نمبر ۲۸ تحریر منسلک ۲۸ دہرہ منجانب پی

مسٹر بورج کا بیان ہے کہ ہنگلی کے اجارے کے معاملے میں کمال الدین ایسٹنگ کے مہاجن کنتو با بو کا بیع نامہ دار (برائے نام اجارہ دار) تھا۔ اس بیان کے متعلق کوئی سند پیش نہیں کی گئی ہے۔ اگر یہ صحیح ہے تو واقعی اہمیت رکھتا ہے اور جب کمال الدین کا تعلق کنتو با بو سے تھا تو وہ زیادہ تر کنتو با بو کے زیر اثر ضرور تھا اور کنتو با بو یقیناً زیادہ تر ایسٹنگ کے اثر میں ہوگا۔ بہر حال جو شہادت کمال الدین نے دو مقدموں میں دی تھی اس کے متعلق یہ باتیں قابل لحاظ ہیں کہ سازش کے مقدمے میں متعدد مذکورہ صدر واقعات سے اس کے بیان کی تائید ہوتی ہے اور جعل کے مقدمے میں اس کی شہادت کے اس حصے کی بھی جو تنازع تھا تائید ہوتی ہے۔ اس نے کہا کہ اس نے دستاویز کو نہیں دیکھا تھا۔ اس سے انکار نہیں کیا گیا۔ یہ بیان کیا گیا کہ اسی نام کے کسی دوسرے شخص نے ایسا کیا تھا۔ اس نے یہ بھی کہا کہ دستاویز پر جو مہر ہے وہ اسی کی ہے اور اس نے یہ مہر نندکار کو مستعار دی تھی۔ یہ مہر اس کی ہونے کے متعلق اس کے بیان کی تائید باریک لکیر کے نشان سے ہوتی ہے جو دونوں ٹھپوں میں تھا۔ اس کے نندکار سے معاملہ کرنے کے بارے میں جس کی بنا پر مہر مستعار دی جاسکتی تھی اس کے بیان کی تائید خود نندکار کے ایک خط اور خاص اس کے ایک لازم سے ہوتی ہے۔ اس نے یہ بھی کہا کہ اس کے تصدیق کرنے پر نندکار نے جعل کو تسلیم کر لیا تھا اور اس کو جھوٹی شہادت دینے کے لیے کہا تھا۔ اس سے انکار کیا گیا مگر اس واقعے کی تائید ایک حد تک کو بے پلہوس اور منشی صدر الدین کے بیان سے ہوتی ہے۔

کمال الدین کی شہادت کے خواہ وہ کیسی ہی ہو ایک حصے سے نندکار اور نوک کے معاملات کی خوب توضیح ہوتی ہے۔ کمال الدین نے

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ بخدمت وزیر ہند، ۲۰ جنوری ۱۹۵۵ء جس میں اس واقعے کے متعلق بحث ہے حوالے مندرج ہیں، نیز ملاحظہ ہو تحریر منسلک ۲۵۔ منجانب ایسی بخدمت نظمنا، ۱۹ ستمبر ۱۹۵۵ء اور تحریر منسلک ۲۶ منجانب ایسی بخدمت نظمنا، ۲۳ نومبر ۱۹۵۵ء۔

بار بار شہادت میں یہ کہا کہ نذکار و برآمدات کی کچہری، یعنی تحقیقات الزام غلب کی عدالت منعقد کرتا تھا۔ پس اس سے پوچھا گیا:

”سوال۔ تم نے یہ کیوں خیال کیا کہ مسٹر فوک اور ہمارا اجتم سے برآمدات کے متعلق پوچھیں گے؟“

جواب۔ انھوں نے برآمدات کے بارے میں مجھ سے گفتگو کی تھی۔ تمام زمینداروں کے لیے برآمدات کی کچہری تھی۔ یہ بات نہ صرف میں بلکہ سارا ملک تہ جانتا ہے۔“

ایک اور مقام پر وہ کہتا ہے ”میں نے دیکھا کہ نذکار کے گھڑ میں برآمدات کی کچہری تھی۔ راجہ شیکھی گھٹ کے لوگ نیز دیگر اشخاص رستم برآمد کے ساتھ جایا کرتے تھے۔“

”سوال۔ کیا تم نے دیکھا کہ راج شاہی کے لوگ رستم برآمد کے ساتھ جایا کرتے تھے؟“

جواب۔ میں نے راج شاہی کے لوگوں کو وہاں دیکھا۔ تمام دنیا جانتی ہے کہ وہ رستم برآمد کے ساتھ جایا کرتے تھے۔ میں نے دیوان خانے میں بیٹھ کر راج شاہی نے لوگوں کو وہاں دیکھا اور ایک دوسرے کی باتوں کو سن کر میں نے اپنی عقل سے یہ نتیجہ نکالا کہ وہ رستم برآمد کے ساتھ جاتے ہیں۔“

دارن ہیسٹنگز، کلیورنگ اور بارول کی شہادتوں میں ایک بہت دلچسپ

۱۔ اس لفظ کے متعلق چار مترجموں کا بیان لیا گیا۔ ان سب نے ایک ہی طرح کا جواب دیا۔ مسٹر الگرنینڈ رائیٹ کا جواب یہ تھا سنا جائز ٹھہرے حاصل کی ہوئی رقم آمدنی کا حساب (واہ غمہ صحیح جو باغلا) جس سے اس شخص پر الزام ثابت کیا جائے یا اس کی توہین کی جائے جس کی نسبت یہ کہا گیا ہو کہ اس نے رقم مذکور حاصل کی تھی۔“

۲۔ بیسویں روادار مقدمہ صفحہ ۱۱۴۹۔

۳۔ ایضاً صفحہ ۱۱۸۔

۴۔ غالباً راج شاہی کے لوگ۔

واقعی کا پتہ چلتا ہے۔ رُوداد اس قدر نامکمل ہے کہ یہ معلوم کرنا مشکل ہے کہ ان گواہوں کو کون اشخاص نے اور کس مقصد سے طلب کیا تھا، لیکن میرے خیال میں ہیشنگز کو اس لیے طلب کیا گیا ہو گا کہ وہ کمال الدین کے بیان کی تصدیق اس بات کے اظہار سے کرے کہ اس نے ہمیشہ ایک ہی طرح کا بیان دیا ہے۔ اس کی شہادت کی رُوداد میں فریق اول کے سوالات اور جوابات جرح کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے لیکن صورت واقعات سے جو سوالات ذیل کے ظاہر کردہ نشانے بحث سے کسی طرح متغائر نہیں ثابت ہوتا ہے کہ انھوں نے سوالات جرح مرتب کیے تھے۔

سوال۔ کیا ہمارا جہ زندگیاں سے آپ کے تعلقات نہ تھے؟

جواب۔ یقیناً اس سے میرے تعلقات تھے یعنی میں نے متعدد مواقع پر اسے مامور رکھا۔ یہ تو مشہور بات ہے کہ میں نے اس کی حمایت اور سرپرستی کی۔ میں نے اس کی بیٹی اور دیانت داری کے متعلق کبھی کسی رائے کا اظہار نہیں کیا اور مجھے یقین ہے کہ وہ یہ جانتا ہے کہ میں نے کبھی ایسا نہیں کیا۔ میں یہ کہنے کی بھی اجازت چاہتا ہوں کہ جب میں نے اسے حکومت کے آڈیکار کے طور پر مقرر کیا تو اس شخص کی دیانت داری پر اعتماد کرنے کی بجائے میں کچھ اور ہی اغراض رکھتا تھا اور ان اغراض کا انحصار مجھ پر نہ تھا۔ میری اغراض کچھ اور ہو سکتی تھیں اور ایسی تھیں بھی۔ میں نے اس طرز عمل کو اپنا فرض منصبی خیال کیا جس سے میں عہدہ برآ نہ ہو سکتا تھا۔ میں نے تا حال ان اغراض کو پوشیدہ رکھا کیونکہ یہ میرا فرض تھا لیکن اب میں اپنے کردار کی صفائی کے لیے اس بات کا اظہار ضروری سمجھتا ہوں کہ اس شخص کو مامور کرنے کے احکام مجھے اپنے بالادستوں سے ملے تھے۔ وہ میری زندگی کے کسی دور میں ہرگز میرا دوست یا رازدار نہ تھا۔

سوال۔ کیا آپ نے یہ نہیں کہا کہ آپ اس سے انتقام لیں گے اور اسے تباہ کر دیں گے؟

جواب۔ میں نے کبھی انتقام کا ذکر نہیں کیا اور نہ یہ کہا کہ میں اسے تباہ کر دوں گا۔ میں صاف صاف بیان کر رہا ہوں کہ میں نے یہ الفاظ نہیں کہے کیونکہ یہ امر میری افتاد و طبیعت کے خلاف ہے۔

سوال۔ کیا آپ نے کبھی راجہ نندکار سے یہ نہیں کہا کہ آپ اس کی حمایت اور حفاظت سے دست کش ہو جائیں گے اور اس کے دوست نہ رہیں گے؟  
جواب۔ وہ میرا کبھی دوست نہیں رہا۔ یقیناً میں نے چند خیالات ظاہر کیے تھے جن کا مطلب یہ تھا کہ مجھ سے حمایت یا حفاظت کی توقع اسے نہ رکھنی چاہیے چنانچہ میں نے اپنے گھر سے اسے رخصت کر دیا تھا۔

سوال۔ کیا آپ نے کبھی یہ کہا کہ آپ اس کے ساتھ اپنا ایسا طرز عمل رکھیں گے جس کا وہ مستحق ہے؟

جواب۔ میں نے ایسا خیال کبھی ظاہر نہیں کیا۔

سوال۔ کیا آپ نے باواسطہ یا بلا واسطہ ہمارا راجہ نندکار کے خلاف مقدمے کی تائید کی؟

جواب۔ میں نے کبھی ایسا نہیں کیا۔ میں اپنی حد تک محتاط رہا۔ میں بظنر احتیاط ہر اس امر سے گریز کرتا رہا جو اس مقدمے میں خلل انداز معلوم ہوا۔  
سوال۔ کیا نندکار سے ذاتی طور پر آپ کی دوستی یا رازداری کبھی

نہیں رہی؟

جواب۔ ایسا موقع کبھی پیش نہیں آیا جب کہ وہ ذاتی طور پر میرا دوست یا رازدار رہا ہو۔ میرے نزدیک وہ علیل مدت قابل استثناء ہے جب کہ مجھے اس کے چلن کا کچھ علم نہ ہوا تھا۔ اس نوآبادی میں بعض اشخاص ایسے ہیں جو یہ جانتے ہیں کہ میرے انگلستان جانے سے قبل اس کے اور میرے

لہ۔ نندکار کے خاص بیان سے قبل کا یہ بیان ہے اور یہی نندکار کے ہیسٹنگز پر الزام لگانے کا سبب ہوا۔ اس کی جو بنا تھی وہ میں نہیں بتا سکتا بجز اس کے کہ ہیسٹنگز نے یہ خیال کیا کہ نندکار اس کے خلاف بیشتر ارکان کا ساتھ دے رہا ہے۔

درمیان کیسے تعلقات تھے۔

سوال۔ اگر آپ کو اپنے بالادستوں سے اس کی ماموری کے احکام نہ ملتے تو کیا آپ اسے مامور کرتے؟

جواب۔ میں یقین کرتا ہوں کہ مجھے اسے مامور کرنا پڑتا لیکن میں کبھی اس کا زیادہ حامی نہ رہتا نہ آئندہ اس کی حمایت کرتا۔ میں نے اسے ایک خاص غرض کے لیے مقرر کیا تھا۔ مجھے یہ ہدایات دی گئی تھیں کہ اسے ایک خاص کام پر مقرر کروں اور اس کام کی بابت اس میں خوب دلچسپی پیدا کروں۔ مجھے کبھی یا حکام نہیں ملے تھے کہ خصوصیت کے ساتھ اس کی حمایت اور حفاظت کروں۔

سوال۔ کس زمانے میں آپ نے اسے خاص طور پر مقرر کیا تھا؟

جواب۔ اسے میں نے اس زمانے میں مقرر کیا تھا جب کہ محمد رضا خاں کی علیحدگی اور جدید انتظامات عمل میں آرہے تھے۔ اس کی اغراض اور رجحانات محمد رضا خاں کے خلاف تھے اور وہ اس امر کے لیے موزوں ترین شخص سمجھا گیا کہ وہ محمد رضا خاں کے اثر کو جدید انتظامات کی توثیق ہونے تک زایل کر دے گا۔

یہ سوالات اور جوابات مجھے بہت اہم معلوم ہوتے ہیں۔ ان سے بظاہر یہ میلان پایا جاتا ہے کہ زندکار کی جانب سے سننگز کی بددینی ظاہر کی جائے اور یہ بتایا جائے کہ وہ اپنی حفاظت کے لیے اس پر مقدمہ قائم کر رہا ہے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ زندکار نے اس کے خلاف جو الزامات لگائے ان پر یا ان کی صداقت یا کسی ایسے واقعے کے متعلق کوئی سوال نہیں کیا گیا جس سے اس کا یہ بیان مشتبہ ہو جائے کہ جس کے مقدمے سے اس کا کوئی تعلق نہ تھا۔ میرے دل میں یہ زبردست خیال پیدا ہوتا ہے کہ اس قسم کے واقعات اس زمانے میں مشہور تھے نہ ان کے وجود کا کسی کو گمان تھا اور یہ کہ سینگز کو بھی ایسے واقعات کا علم نہ تھا جو منظر عام پر آسکتے تھے۔ اگر اسے علم ہوتا تو یہ بات قطعی ناممکن معلوم ہوتی ہے کہ وہ اپنے اوپر سوالات جرح کرنے کا موقع دیتا۔

دوسری تحقیقات مقدمہ میں سینگز کو پوچھ طلب کیا گیا اور اس نے شہادت میں بعض اہم باتیں بیان کیں

”سوال۔ کیا آپ نے کبھی براہ راست یا بالواسطہ کمال الدین سے پندرہ ہزار روپیوں کی رقم حاصل کی؟

جواب۔ میں نے یہ رقم کبھی نہیں لی نہ اس کے متعلق وعدہ لیا اور نہ کوئی اور رقم براہ راست یا بالواسطہ حاصل کی۔ مجھے اس کا بھی یقین نہیں کہ میں نے کمال الدین کو اس کی نالاش دیا ہونے سے قبل کبھی دیکھا ہو۔ اس نے کاروبار کے سلسلے میں پیر دی کی ہوگی لیکن مجھے اس کے چہرے کی شناخت نہیں۔

سوال۔ کیا آپ نے کبھی مسٹر فوک سے یہ کہا تھا کہ اگر وہ مدد چاہتا ہے تو اسے اپنے شبہات دور کر دینے چاہئیں؟

جواب۔ میں نے کبھی اس مطلب سے نہیں کہا جو مسٹر فوک نے بیان کیا ہے۔ میں مسٹر فوک کو ایک بڑی عجیب خاصیت کا آدمی سمجھتا تھا۔ ممکن ہے میں نے کہا ہو کہ میں اس وقت تک اس کی مدد نہیں کر سکتا جب تک کہ وہ یہ خاصیت ترک نہ کر دے۔ موقع کی نزاکت کے لحاظ سے ممکن ہے میں نے یہ کہا ہو کہ اسے شبہات ترک کر دینے چاہئیں لیکن میں صدق دل کے ساتھ اس امر سے انکار کرتا ہوں کہ میں نے کبھی کوئی ایسی بات مراد لی ہو یا کہی ہو جس سے یہ مطلب اخذ ہو سکے کہ اسے اپنی دیانت داری، نیکی یا اعزاز کو ترک کر دینا چاہیے۔ میں نے اپنے غلصت ترین احباب کو بھی ضمنی طور پر کبھی ایسے ناشایستہ خیال سے آگاہ نہیں کیا اور اس زمانے میں جب کہ اس گفتگو کا وقوع میں آنا بیان کیا جاتا ہے مسٹر فوک سے میرے رازدارانہ تعلقات بھی نہ تھے۔

سوال۔ کیا آپ نے وعدہ نہیں کیا تھا کہ آپ مسٹر فوک کی مدد کریں گے؟

جواب۔ میں نے وعدہ کیا تھا اور اس کی مدد بھی کی۔ چونکہ میں نے اس کی خواہشوں کی حد تک اس کی مدد نہیں کی نیز اس کے ذاتی انصاف و عداوت کا غبار پوری طرح نہ نکل سکا اس لیے میں یہ یقین کرتا ہوں کہ وہ میرا بہت سخت دشمن ہو گیا ہے۔“

اس کے بعد فوک کے کردار کے بارے میں اس سے سوالات کیے گئے جو میرا خیال ہے کہ خود فوک کے وکیل نے کیے تھے۔

”سوال - کیا مسٹر فوک کسی سرکاری ملازمت میں تھے؟

جواب - نہیں

سوال - کتنی مدت سے آپ مسٹر فوک کو جانتے ہیں؟

جواب - چند سال سے میں اسے جانتا ہوں۔

سوال - کیا آپ اسے ساحل پر جانتے تھے؟

جواب - میں اسے ساحل پر نہیں جانتا تھا۔ میں اس کے کردار سے واقف

نہیں ہوں۔ ممکن ہے کہ اس کی نسبت میں نے کچھ سنا ہو مگر اس کی کوئی بات میرے حافظے میں محفوظ نہیں۔ جو کچھ اس کی نسبت جانتا ہوں وہ اسی وقت سے جانتا ہوں۔

سوال - کیا آپ نے کبھی اسے بے ایمانی یا بے حسد متی کے کسی فعل کا

مرتبک پایا؟

جواب - یہ ایک مشکل سوال ہے۔ میں یہ کہنے کا دعویٰ نہیں کرتا کہ ان میں

سے اس کا کسی فعل کا مرتبک ہونا مجھے معلوم ہے۔ جب تک ایسے فعل کا ثبوت دینے کے قابل نہ ہو سکوں اس وقت تک عدالت میں مجھے اس کا ذکر نہ کرنا چاہیے۔

وہ مناقشات میں مبتلا رہا ہے اور یہ مناقشات مجھ سے بیان کیے گئے ہیں۔ لیکن فتنہ پرداز لوگ تعیج اغراض سے ان لوگوں کو تہم کرنے پر ایل رہتے ہیں جن کے

ساتھ وہ جھگڑتے ہیں۔ میں ہمیشہ اسے تذخو اور ترشش مزاج سمجھتا رہا اور جب وہ اس اثر کے تحت ہوتا تو جن کاموں میں وہ مشغول ہوتا ان کی نسبت

دوسروں کے افعال کو وہ ذلیل و خراب نیتوں پر بہت زیادہ محمول کرتا۔ مجھے یاد نہیں کہ اس نے بے ایمانی یا بے حسد متی کے کسی فعل کا ارتکاب کیا ہو

لیکن وہ بدرجہ غایت تند خو ہے۔ فادات مذکور ذاتی مناقشات تھے اور مجھے یقین کامل ہے کہ وہ کبھی فیصل نہیں پائے۔ میری حیثیت صلح کرانے والے کی سی تھی،

میں نے جج کی طرح کبھی کام نہیں کیا۔“

جنرل کلیوزنگ نے بھی گواہی دی اور اس پر زندگیاں کے متعلق مفصل جرح

کی گئی۔ اس پر ایسی جرح اس لیے کی گئی کہ ظاہر یہ معلوم ہو کہ وہ مذکار کی تائید میں اس شہادت کی اہمیت کے باعث دلچسپی رکھتا ہے جو مذکار نے گورنر جنرل کے خلاف الزام رشوت ستانی کے متعلق دی تھی۔ ذیل میں اس کا ایک حصہ مندرج ہے:

سوال۔ مذکار کے خلاف مقدمہ سازش کے متعلق آپ نے کس طور پر اپنا خیال قائم کیا؟

جواب۔ میں نے اسے ایک ایسا مقدمہ سمجھا جس سے ایسٹنگنز کی رشوت ستانی کے مقدمے کو جو مجلس کے حکم سے دائر ہے باطل کرنا مقصود ہو۔

سوال۔ کیا گورنر جنرل کے بعد آپ کو کونسل میں فوقیت حاصل نہیں ہے؟

جواب۔ مجھے فوقیت حاصل ہے۔

سوال۔ کیا اس کی وفات، استعفا یا علیحدگی کی صورت میں آپ اس کے قائم مقام نہیں ہیں؟

جواب۔ میں اس کا قائم مقام ہوں۔

سوال۔ کونسل میں دوسرے درجے پر آپ کی تنخواہ کس قدر ہو سکتی ہے؟

جواب۔ دس ہزار پونڈ سالانہ۔

سوال۔ کیا آپ کا یہ خیال نہیں ہے کہ یہاں سے مجلس نظام کو تغلب کے متعلق شکایتیں پہنچنے پر گورنر جنرل برطرف ہو جائے گا؟

جواب۔ میرے خیال میں وہ برطرف ہو جائے گا۔

سوال۔ کیا کونسل کے ممبروں سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ گورنر جنرل کے خلاف مقدمہ چلانے کا حکم دیا گیا ہے؟

جواب۔ مجھے یقین ہے کہ ان سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے۔

سوال۔ کیا یہ مقدمہ بالخصوص زندگیاں اور رائے رادھا چرن کی تہنات پر  
بنی نہیں ہے؟

جواب۔ نہیں۔

یہ آخری جواب نہایت اہم ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر کلیو زنگ  
کے حلف کا یقین کیا جائے تو زندگیاں ہیسٹنگز کے خلاف خاص گواہ نہیں تھا اور  
اس سے اس واقعے کی اہمیت بہت گھٹ جاتی ہے جس کی نسبت یہ قیاس  
کیا جاتا ہے کہ ہیسٹنگز نے زندگیاں کی تباہی میں دلچسپی لی۔

مقدمہ سازش کے متعلق میں اپنے بیان کو ہیسٹنگز کے اس خط کے اقتباس پر  
ختم کرتا ہوں جو پہلے درج کیا جا چکا ہے اور اس ضمن میں اس کی وہ رائے بھی  
پیش کرتا ہوں جو اس نے تحقیقات مقدمہ سے قبل دی تھی اور یہ رائے میرے  
خیال میں تحقیقات مقدمہ سے درست ثابت ہوئی۔

”میرا دل اور ضمیر باور کرتا ہے کہ فوک اور زندگیاں دونوں مجرم ہیں کسی شخص  
کے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ خوشی اور دل جمعی کے ساتھ الزام قبول کرے اور  
حالات و مقام کی تبدیلی یا کسی دوست کے مشورے کے بغیر ایک ہی سماعت میں  
متسلسل ہو جائے اور ایسی اضطرابی کے ساتھ جیسی کہ اس کے متعلق بیان کی گئی ہے  
اپنے قول کو واپس لینے کی استدعا کرے۔ یہ ناممکن ہے کہ خود اس کے یا فوک کے  
مکان میں دستاویز پر ہر لگائی جاسکتی تھی۔ یہ بھی ناممکن ہے کہ وہ منت سماجت  
کر کے مسٹر فوک کے قدموں پر گر گیا ہو اور مسٹر فوک نے اسے ایک بڑی دورتی کتاب  
کے ساتھ ٹھکانے کی دھکی دی ہو اور یہ کہ تینوں شخص نے جو بالکل برسر موع  
موجود تھے اور گفتگو سن رہے تھے ان کے درمیان خوشی، رضامندی اور تسلی  
کے سوا اور کوئی چیز نہ دیکھی ہو۔ یہ بات یقینی طور پر ثابت ہو چکی ہے کہ زندگیاں نے  
عرضی لکھوائی اور اس کا کسی قدر اقرار بھی اس نے کیا ہے۔ فوک نے بیان کیا کہ  
کمال الدین نے اسے واپس طلب کیا اور مجلس میں اسے پیش کرنے کے بارے میں

لے ہیسٹنگز کا خطنامہ گریہم ویلکین ہیسٹنگز کے سوانح حیات مصنفہ کلیگ جلد اول صفحہ ۵۲۴۔

وہ راضی نہ ہوا اور یہ کہ اس نے ایسی نفرت کا اظہار کیا جو الزام کے جھوٹے ہونے کے یقین کے برابر تھی۔ تاہم مسٹر فوک نے بغیر کسی ایما کے کہ خود اس کا نام یا نفل ہے اس شخص کی مرضی اور التجا کے خلاف جسے میرے بالمقابل اس نے مدعی بتایا ہے کونسل میں اسے پیش کر دیا۔ اس نے مجھے دل سے فرد کے متعلق بالکل لاعلمی ظاہر کی اور اس کے ساتھ ہی اسی انداز میں اس نے مسٹر بارول سے استدعا کی کہ وہ حلف کی بنا پر ایک ایسے الزام کی صداقت سے انکار کرے جس کے متعلق خود اس نے تصدیق کی تھی کہ اس کا کوئی وجود نہیں ہے۔“

اب میں ان کارروائیوں کی طرف متوجہ ہوتا ہوں جو جعل کے مقدمے میں زندکار کو مجرم قرار دینے پر پیش آئیں۔ پہلی کارروائی التوائے فیصلہ کی تحریک تھی جو فیروز نے ۲۲ یا ۲۳ جون کو کی تھی۔ اس نے مجلس مواخذہ کے روبرو اپنے استدلال اور فیصلہ عدالت کے متعلق ایک تحریر پیش کی۔

اس لئے تین دیلیس پیش کیں یعنی جعلی دستاویز اور اس دستاویز کے درمیان جو فرد قرار داد جرم میں بیان کی گئی ہے اختلاف ہے۔ یہ اختلاف عدالت الزام میں سے ایک (یعنی پانچویں) میں ان دو نقطوں کے اندراج کا ہے جو اصل میں نہ تھے۔ یہ کہا گیا تھا کہ نقطے غیر اہم ہیں جو کبھی درج کیے جاتے ہیں اور کبھی نہیں کیے جاتے اور یہ کہ ان سے (تو کی بجائے تم) صحیحہ جمع کا اظہار ہوتا ہے۔

۱۔ مسٹر بیورج کا (کلکتہ ریویو، جلد ۶۶، صفحہ ۳۸۵ پر) بیان ہے ”مزائے موت کا حکم صادر ہونے کے بعد فیروز نے التوائے فیصلہ کی تحریک کی لیکن اس کی درخواست ۲۳ یا ۲۲ جون کو نامعلوم کر دی گئی“ ایک شخص کے لیے پھانسی کا حکم ہونے کے بعد التوائے فیصلہ کی تحریک کرنے کے یہ منہ ہوں گے کہ اسے پھانسی دے دیے جانے کے بعد پھانسی کے التوا کی تحریک کی جائے۔

۲۔ بیان شہادت صفحہ ۱۵ و ۱۶۔

۳۔ بیویں رُوداد مقدمہ صفحہ ۲۹-۳۰-۱۔

ایک اور اختلاف یہ تھا کہ عدالت الزام کی فرد پر فارسی میں لفظ ”نقل“ لکھا ہوا تھا جو اصل میں نہ تھا۔ لیکن عدالت نے ان امور کو اہم نہیں سمجھا اور فیروز نے محض ان کا ذکر کر دیا۔

دوسرا اعتراض یہ تھا کہ فرد جرم جس الزام سے متعلق تھی اس کی تصریح کیے بغیر اسے عام طور پر مجرم قرار دے دیا گیا۔ اس استدلال پر بھی زور نہیں دیا گیا۔ بہر کیف فیروز کی تحریر کے مطابق چیئرس کو اس کے متعلق کچھ شبہہ تھا لیکن اس نے حکم سزا کو موزوں خیال کیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ مجموعی تجویز سزا معقول تھی کیونکہ قانون نے ہر الزام کی جو سزا مقرر کی ہے وہی دی گئی تھی۔ پس اگر کوئی ایک الزام یا ضابطہ ہو تو یہ بات فیصلے کی تائید کے لیے کافی ہوگی۔ اگر فیصلہ عدالت کے اختیار تیزی پر ہوتا تو مجموعی تجویز سزا بے ضابطہ ہوتی کیونکہ اگر کوئی ایک الزام بے ضابطہ ہو تو یہ ممکن ہے کہ جو فیصلہ اس الزام کے متعلق سنایا جائے وہ بھی بے ضابطہ ہو۔ اس دلیل کو میں اد کوئل کے مقدمے کا اثر سمجھتا ہوں۔

تیسرا اعتراض یہ تھا کہ یہ تحریر دستاویز ہے نہ کہ اقرار نامہ جس پر چھوڑت میں ہر کا ہونا ضروری ہے اور یہ کہ دستاویز زیر بحث فہری نہیں ہے کیونکہ جو ہریں

۱۔ مقدمہ اد کوئل، ملاحظہ ہو رڈو اد دوم از کلارک و نلی صفحہ ۱۵۵۔ اس مقدمے سے علی الخصوص یہ ثابت ہوتا ہے کہ جب فرد قرار داد جرم کا ایک الزام بے ضابطہ ہو اور سزا قانون کی رو سے معین نہ کی جاسکے تو حکومت تاج سے متعلق عام تجویز کی تائید نہیں کی جاسکتی بلکہ جہاں تک تمام الزامات کے بارے میں قانون کی رو سے تجویز سزا معین ہو اور مقررہ سزا ہر الزام کے متعلق صادر کی جائے تو ایسی تجویز سزا کی تائید کی جاسکتی ہے۔ لیکن اس سے میرے خیال میں موخر الذکر تجویز نیز سابق تجویز دونوں کی تائید ہوتی ہے۔ بہر صورت یہ موضوع فن قانون سے بہت تعلق رکھتا ہے اور اد کوئل کے مقدمے کا فیصلہ بہت طویل ہے (یعنی ۲۴۳ صفحات پر مشتمل ہے) اور زجون کا باہمی اختلاف اس قدر زیادہ ہے کہ اس پر یہاں بحث نہیں ہو سکتی۔ میری کتاب ”غلامتہ ضابطہ فوجداری“ کے صفحہ ۱۹۶ و ۱۹۷ پر ملاحظہ ہو عنوان ”غلامتہ ضابطہ فوجداری“۔

لگائی گئی ہیں وہ نہیں نہیں بلکہ چھاپنے کے آئے ہیں جن پر فریقین کے نام کندہ تھے اور جن میں سیاہی میں ڈبو کر کاغذ پر لگا دیا تھا۔ اس مسئلے کے متعلق فیروز نے خصوصیت کے ساتھ اپنا اعتماد ظاہر کیا۔ بہر حال عدالت کی یہ رائے تھی کہ استعمال شدہ آلہ ہر تھا اور ہائیڈ نے یہ بتایا کہ خود صدر عدالت کی مہر اسی قسم کی ہے جیسی دستاویز پر لگائی گئی ہے۔ میرا خیال ہے کہ کوئی شخص یہ بحث نہیں کر سکتا کہ انگریزی قانون میں اس قسم کا آلہ ہر نہیں ہو سکتا۔

ان مختلف اعتراضات کی ناکامی کے بعد نذکار نے مقدمے کا فیصلہ سنا۔ فیروز کی تحریر ایک دلیل کے لیے پیشے کے لحاظ سے پھسی رکھتی ہے۔ اس کے آخر میں لکھا ہے "چیف جسٹس کا حکم سزا ایک قطعی حکم ہے۔ رحم کی توقع نہیں رکھنی چاہیے۔ موت ہی موت ہے" میرے خیال میں الفاظ "ایک قطعی حکم" کے معنی یہ ہیں کہ قانونی ذمہ داری نے عدالت کے لیے کوئی اختیار تیزری باقی نہ رکھا تھا۔

یہ موقع ایک واقعے کے اظہار کے لیے مناسب معلوم ہوتا ہے جس کا ذکر اگرچہ پہلے ہی ہونا چاہیے تھا لیکن میں نے اسے اس لیے نظر انداز کر دیا تھا کہ اس کی خاص نوعیت کے باعث میری شہادت کے بیان میں خلل اندازی واقع ہوتی۔

فیروز نے التوائے فیصلہ کی تحریک کو بیان کرتے وقت یہ کہا "میں نے اس تحریک کے متعلق ایک دلیل کے ضمن میں قانون دوم سال مجلس خارجہ کا ناموزوں حوالہ نہیں دیا۔ میرا خیال تھا کہ یہ دلیل بہتر ثابت ہوگی کیونکہ جسٹس چیمس نے اسے نظر انداز کر دیا تھا۔ علاوہ بریں اس فرد گزراشت سے تجھے خود اپنی رائے میں ناکامی کا احساس تھا" اس واقعے کے سمجھنے کے لیے جسے بعد کو بہت زیادہ اہمیت دی گئی یہ ضروری ہے کہ فیروز کی شہادت کے اس حصے کو بیان کیا جائے جس سے میں نے اب تک تساہل برتا ہے۔ مطبوعہ رد واد مقدمہ اس عبارت سے شروع ہوتی ہے: "قیدی کو عدالت میں طلب کر کے اس پر جرم عائد کر دیا گیا اور فرد قرار داد جرم پڑھی گئی۔ قیدی کے وکیلوں (مسٹر فیروز اور مسٹر بریکس) نے عدالت کے امتیاز ساعت کے متعلق عذر پیش کیا لیکن اس پر چیف جسٹس نے ایک اعتراض کو جو حقیقت واقعہ اور قانون مشمولہ دونوں کے متعلق تھا

ظاہر کرتے ہوئے وکیلوں سے یہ خواہش کی کہ وہ اپنے اعتراض میں ترمیم کرنے پر غور کریں اور اس کام کے لیے ہمت لیں۔ چنانچہ وکیلوں نے اعتراض پر غور کرنے کے بعد یہ مناسب سمجھا کہ اعتراض مذکور واپس لے لیا جائے۔ اس واقعے کو مسٹر فررنے اس شہادت میں جو اس نے مجلس مواخذہ کے رویہ و روی بہت زیادہ واضح طور پر بیان کیا ہے۔ اس نے اختیار سماعت کے متعلق جو اعتراض پیش کیا اس کا مسودہ مجلس مواخذہ میں پڑھ کر سنایا۔

۱۔ بیان شہادت صفحہ ۵۔

۲۔ اس مسودے کا مضمون حسب ذیل امور پر مشتمل تھا:۔

(۱) صدر عدالت کے قیام کے اعلان سے قبل بنگال میں ان جرائم کے متعلق جن کا الزام اس صوبے کے ہندو باشندوں پر لگایا جاتا تھا خود حکومت بنگال کے قوانین کا فرما تھے نہ کہ برطانیہ عظمیٰ کے قوانین۔

(۲) اس جرم کی نسبت جس کا الزام فرد قرار داد جرم میں قائم کیا گیا ہے یہ کہا گیا ہے کہ اس کا ارتکاب صدر عدالت کے قیام کے اعلان سے قبل ہوا ہے۔

(۳) صوبہ بنگال میں (مسودے میں یہ درج نہیں ہے کہ شہر کلکتہ میں) صدر عدالت کے قیام کے اعلان سے قبل اور عدز پیش ہونے کے زمانے میں ایک عدالت تھی جو فوجداری عدالت یا زمینداروں کی کچھری کہلاتی تھی اور ان تمام جرائم کی تحقیقات جن کی نسبت یہ خیال کیا جاتا ہے کہ وہ صدر عدالت کے قیام کے اعلان سے قبل ہندو باشندوں سے سرزد ہوئے تھے مذکورہ کچھری میں ہونی چاہیے تھی نہ کہ صدر عدالت میں۔

(۴)..... (یہ مسودے میں خالی ہے) وہ مقام (کلکتہ) جسے فرد قرار داد جرم میں ایسا مقام کہا گیا ہے جہاں جرم کا ارتکاب ہوا بنگال میں ہے۔

(۵) سندھکار ہندو تھا جو مرشد آباد میں پیدا ہوا تھا اور بیان کردہ ارتکاب جرم کے وقت، اس سے قبل اور اس زمانے سے اب تک وہ کلکتہ میں مقیم رہا اور کبھی ایسٹ انڈیا کمپنی کی ملازمت میں نہ تھا۔

مسٹر فیر نے کہا: "اس پر چیف جسٹس نے ایک فیصلہ کُن رٹے فی الفور دی جو حقیقت و اقد اور قانون مشورہ دونوں سے متعلق تھی۔ اس نے جو واقعہ بیان کیا وہ یہ تھا کہ جرم کا ارتکاب کھلتے میں کیا گیا ہے۔ قانون کی بنیاد مجھے یقین ہے کہ قانون پارلیمنٹ، مشورہ دستور عام اور خصوصاً راجہ چند مٹر کے مقدمے پر تھی۔" اس سے لی میٹر اور ہائیڈ نے اتفاق کیا۔

چیمبرس موجود تھا لیکن مسٹر فیر کو یہ یاد نہ رہا کہ آیا اس نے کچھ کہا تھا یا نہیں۔ آگے چل کر فیر نے کہا: "مذکورہ کسی لحاظ سے بھی تائید کے قابل نہیں بتایا گیا لیکن اسے واپس لینے اور اس کی اصلاح کرنے کے لیے مجھے ہمت مانگنے کی اجازت دی گئی بشرطیکہ میرے خیال میں اس کی اصلاح اجلاس عدالت کے انعقاد تک مکن ہو۔ پھر اسی وقت دریافت کیا گیا کہ آیا میں نے اختیار سماعت سے متعلق اپنے عذر کی نوعیت اور نتیجے کو اچھی طرح سمجھا بھی ہے۔ مجھے خوب یاد ہے کہ یہ سوال مجھ سے مسٹر جسٹس لی میٹر آہٹانی نے کیا تھا۔ میں نے جواب دیا کہ اس مسئلے پر حتمی لامکان میں نے کافی غور و فوض کر لیا ہے اور میرا خیال ہے کہ سوال مذکور قیدی کے اس حق کی طرف اشارہ کرتا ہے جو اسے فرد قرار و جرم پر بحث کرنے کے متعلق اس صورت میں حاصل ہے جب کہ اختیار سماعت سے متعلق عذر کو اس کے خلاف سمجھا جائے۔ اس بات پر بطور رضامندی میرا خیال ہے کہ سر بلا کر "ہاں، ہاں، کا جواب دیا گیا۔ پھر میں نے کہا کہ واقعی میرا یہ خیال ہے کہ قانون کی علانیہ سختی کے باوجود سنگین جرم کی صورت میں مجرم کو جواب دہی کا حق حاصل ہے۔ میں نے دیکھا کہ اس خیال کی مخالفت میں سر بلا لیا گیا اور اجلاس عدالت سے نہیں، نہیں، کی آواز آئی۔ میں سمجھتا ہوں کہ بالخصوص مسٹر جسٹس لی میٹر نے مخالفت کی لیکن میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ آیا باقی جج بھی مخالف تھے۔ یا اس ہمسہ

لے۔ یعنی ایسا حق جس کی بنا پر جمل کے مقدمے میں مجرم نہ ہونے کی بحث اس صورت میں کی جائے جب کہ عدالت کے اختیار سماعت سے متعلق عذر ناکام ثابت ہو۔

میں نے پھر کہا کہ مجھے کامل یقین ہے کہ عدالت اپنے اختیار تیزی سے مجرم کو جواب دہی کی اجازت دے دے گی اور مجرم کو اس قسم کی اجازت دینے میں اس کے اختیار تیزی کے استعمال کرنے کے متعلق مجھے کوئی وہم و گمان نہیں ہو سکتا۔ اس کی جانب بھی عدالت کی رضامندی نہیں دکھائی دی۔

میں یہ کہنے کا دعویٰ نہیں کر سکتا کہ سرہلانے سے لی میسٹر کا کیا مطلب تھا لیکن یہ بات مجھے بہت زیادہ غلاف قیاس معلوم ہوتی ہے کہ عدالت نے فری کے یہ ذہن نشین کر دیا ہو کہ اگر اختیار ساعت سے متعلق عذر مسترد ہو جائے تو کسی مزید کارروائی کے بغیر فری قرار داد جرم کی بنا پر موت کا فیصلہ سنایا جائے گا۔ اس قسم کا فیصلہ واقعی ہیبت ناک ہوتا اور تقریباً ہر نقطہ خیال کو جو عدالت کی نسبت قائم ہو سکے درست ثابت کرتا۔ یہ ممکن ہے کہ عدالت نے اسے صاف طور پر سمجھا دیا ہو کہ وہ اختیار ساعت سے متعلق عذر کے باعث اس کے خلاف ہے اور یہ کہ عدالت نے زیادہ الفاظ میں نہ کہا ہو کہ اگر فری اختیار ساعت کے مسئلے میں ناکام رہا تو وہ قیدی کو جواب دہی کی اجازت دے دیگی۔ عدالت نے میری رائے میں یہ سمجھ اندازہ کیا تھا کہ فری التوائے فیصلہ کی تحریک کر کے قیدی کی بے جرمی کے عذر کے تحت اعتراض سے فائدہ اٹھا سکتا تھا۔ بریں ہسم میرے خیال میں یہ زیادہ بہتر ہوتا کہ اختیار ساعت سے متعلق عذر کو رد کر دیا جاتا اور قیدی کو جرم کی نسبت جواب دہی کی اجازت دی جاتی۔ لیکن میں کوئی نیاں نتیجہ عدالت کے اختیار کردہ طریقے سے نہیں نکالتا کیونکہ وہی ایک سبب نہ تھا جس سے التوائے فیصلہ کی تحریک میں فراغت ہوئی۔

پھر صورت فری نے بریکس سے مشورہ کرنے کے بعد اختیار ساعت سے متعلق اپنا اعتراض واپس لے لیا۔ اس کی ایک اور وجہ بھی تھی جو جیمزس کی کارروائی سے پیدا ہوئی تھی جس پر بعد کو بہت کچھ تنقید کی گئی۔

میسٹر جیمزس جیمزس نے فوراً فری جرم طلب کی اور وہ اس کے حوالے کر دی گئی۔ اسے کچھ دیر تک پڑھنے کے بعد اس نے جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے حسب ذیل خیالات کا اظہار کیا:

یہ کہ اس کو اس امر کی نسبت بڑے شکوک تھے کہ آیا یہ فرد جرم ٹھیک طور پر مرتب کی گئی ہے یا نہیں کیونکہ یہ ایک ایسے سنگین جرم سے متعلق تھی جو قانون ۲- جارج دوم پر مبنی تھا۔ یہ کہ اس کے خیال میں پارلیمنٹ کا قانون خاص کر انگلستان کی مقامی حکمت عملی، اس کی سوسائٹی کی حالت اور عادات و اطوار کے لحاظ سے اختیار کیا گیا تھا جہاں سیاسی اور تجارتی اسباب کی بنا پر اس امر کی ضرورت محسوس ہوئی تھی کہ ایسے قوانین کے ذریعے جو بے حد تعزیری ہوں، سکڑے قزاس اور ساکھ کی تبلیغ کا افساد کیا جائے۔ یہ کہ اس نے خیال کیا کہ اس قسم کے اسباب کا اطلاق بنگال کے حالات پر نہیں ہوتا۔ یہ کہ جہاں تک عدالت کا فرض ہے بنگال پر اس زمانے کے حالات کے لحاظ سے اس طرح غور کرنا کافی ہوگا جس طرح انگلستان کے ان حالات پر غور کیا جاتا ہے جو قانون ۵- ایلزبتھ اور قانون ۲- جارج دوم کے مابین پائے جاتے تھے۔ نیز یہ کہ مشورے کے تحت جو عدالت کو فوجداری عدل گسٹری کے لیے اسی طرح مجاز کرتا ہے جس طرح حکام فوجداری اور جسٹس برطانیہ عظمیٰ کے اس حصے میں عدل گسٹری کرتے یا کر سکتے ہیں جو انگلستان کے نام سے موسوم ہے یا اس کے اس قدر قریب جہاں اشخاص یا مقامات کے حالات اجازت دیں فرد جرم کو قانون ۵ ایلزبتھ پر بخوبی مبنی کیا جاسکتا ہے۔ لہذا اس نے من جانب عدالت یہ تجویز پیش کی کہ فرد جرم منوع ہونی چاہیے اور مستغنیٰ کو یہ اختیار دیا جانا چاہیے کہ وہ ایک جدید استغناء قانون ۵- ایلزبتھ یا کسی اور قانون کی بنا پر جیسا کہ اسے مشورہ دیا جائے پیش کرے۔ جہاں تک مجھے یاد ہے سر رابرٹ چیپرس کی رائے کا یہی خلاصہ ہے۔

چونکہ مذکور بالا امر کی نسبت اس کے موافق کے وقت بے حد غلط فہمی اور غلط بیانی ہوئی ہے اس لیے مجھے اس کے متعلق چند خیالات ظاہر کرنے چاہئیں۔ اولاً یہ ایک بدیہی بات ہے کہ چیپرس کو اس لیے 'لی میسٹریا ہینڈ' سے زیادہ شک نہ تھا کہ نندکار انگریزی قانون فوجداری کے تحت آسکتا ہے کیونکہ وہ اسے (نندکار کو) قانون ۵- ایلزبتھ باب ۱ کے احکام کے تحت

لانا چاہتا تھا۔ صرف ایک سوال اس کے اور اس کے رفقا کے درمیان بحث طلب یہ تھا کہ آیا قانون ۲۵ - جارج دوم، باب ۲ قابل اطلاق بھی ہے۔ اسے اس میں شبہہ نہیں تھا کہ انگریزی قانون فوجداری، کلکتے میں نافذ ہو چکا ہے لیکن اس رائے کو پیش کرتے وقت اس نے خیال کیا کہ قانون جارج دوم نافذ نہیں ہو بلکہ قانون ۵ - ایلزبتہ باب ۴ نافذ ہو چکا ہے۔ اس چیز کو اپنی کے مواخذے پر اعتراض کرنے والوں نے قطعاً نظر انداز کر دیا جس کی وجہ سے وہ اس فائدے سے محروم ہو گئے جو چیمبرس کی سند سے اٹھا سکتے تھے۔

اپنی نے چیمبرس کی اس رائے کے متعلق یہ کہا تھا کہ "اس کے خیال میں یہ فرد جرم بادی النظر میں قانون ۲ - جارج دوم پر بخوبی مبنی تھی۔ اس نے ہندوستان خصوصاً شہر کلکتہ کی نسبت (جس حد تک اس موقع پر ضروری تھا) یہ خیال کیا تھا کہ وہ ایک بہت بڑا تجارتی شہر ہے اور یہ کہ تجارتی و مالی امور نیز دیگر معاملات خواہ ان کی نوعیت سرکاری ہو یا خانگی غرض اس کے خیال میں تمام اہم ترین کاروبار سکہ قرطاس اور ساکھ کے توسط سے انجام پاتے تھے۔ سوسائٹی کی حالت اور طور و طریق کے لحاظ سے اس ملک کو کسی طرح غیر تمدن یا غیر ہند ب تصور نہیں کیا جاسکتا بلکہ اس کے برخلاف یہاں ہندوب تو ان میں عظیم الشان ترقی ہوئی تھی..... اور یہ کہ ایسا خیال کرنے کی بجائے کہ مفید قوانین کے نفاذ سے قبل صحیح معاملات پر توجہ کرنے کے لیے ملک کو تیار کرنے اور پائے تکمیل کو پہنچانے کی ضرورت ہے شاید یہ خیال کرنا زیادہ مناسب ہوگا کہ اس قسم کے قوانین کے فقدان کی وجہ سے ملک تنزل پذیر ہو رہا ہے۔"

فیر نے یہ بھی خیال کیا کہ اپنی نے اس امر کی نسبت شبہہ ظاہر کیا ہے کہ

۱۔ یہ دفعہ ۲ کے تحت نہیں آتا جس کا اطلاق صرف دستاویزات اراضی پر ہوتا ہے بلکہ یہ براہ راست دفعہ ۳ کے تحت آتا ہے جو جو بات اور وجہی ہندیوں پر عام ہوتا ہے اور اس کے تحت جعل اور تلبیس سکہ کی سزا یہ دی جاتی ہے کہ ایک کان کاٹ دیا جاتا ہے اور ایک سال قید میں رکھا جاتا ہے۔ اس نے یہ بھی کہا کہ اس کے خیال میں قانون ارتھ

آیا وہ دستاویز جسے جعلی بیان کیا گیا ہے قانون ۵- ایلزبتھ باب ۱۴ کے تحت آجی سکتی ہے۔ خواہ صورت حال کچھ ہی ہو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان امور کی نسبت شہادت پیش کی گئی تھی جن کو تجوں نے اس سوال کے متعلق بہت اہم تصور کیا تھا کہ آیا قانون ۲۵- جارج دوم کلکتہ کے حالات کے لیے موزوں ہے یا نہیں۔ اس کا پتا تحقیقات کی روداد سے نہیں بلکہ مسٹر فیئر کی شہادت کی مندرجہ ذیل شہادت سے چلتا ہے:

”جہاں تک میرا حافظہ مجھے مدد دیتا ہے ان واقعات کے متعلق کلکتہ کے تمام یا اکثر سربراہوں اور وہ دیسی باشندوں کی شہادت لی گئی جن پر دوران تحقیقات میں جرح بھی کی گئی۔ یہ یقیناً ایسے لوگ تھے جو شہادت دینے کے اسی طرح قابل تھے جس طرح کلکتہ کا کوئی اور باشندہ ہو سکتا تھا۔ یہ سب کے سب ایسے لوگ تھے جو بڑے بڑے سرکاری اور خانگی معاملات سے بہت کچھ واقفیت رکھتے تھے یعنی حضورہ مل بابو، کوسی ناتھ بابو، راجہ ناب کشن اور کو جا پٹرو دس (۱۰)۔ میں اپنے حافظے کی حد امانت تک کہہ سکتا ہوں کہ ان کی شہادت متفقہ طور پر ان واقعات کی زبردست تائید کرتی تھی جن پر سرالیکا اپنی نے اپنی رائے کے اس حصے کو

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ معنوی طور پر قانون جارج دوم کے ذریعے منسوخ ہو گیا کیونکہ مورخ الذکر قانون نے ان تمام جرائم کو جو مقدم الذکر کے تحت جرائم صغیرہ تھے جرم کبیرہ میں تبدیل کر دیا۔ یہ تسلیم کر لینے کے بعد کہ قانون جارج دوم کلکتہ میں نافذ تھا میرے خیال میں اس کی رائے درست تھی۔ یہ سچ ہے (جیسا کہ مسٹر بیورج نے بیان کیا ہے) کہ قانون ۵ ایلزبتھ باب ۱۴ کی تفسیر قانون جارج چہارم اور قانون ۱- ولیم چہارم باب ۶۶ دفعہ ۳۱ کے ذریعے ہو چکی تھی لیکن یہ نتیجہ نافذ کرنا ایک غلطی ہوگی کہ اس وقت بھی وہ نافذ تھا۔ قوانین توثیقی کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ متحرک قوانین کو واضح طور پر منسوخ کر کے ان تمام سوالات کا افساد دیا جائے جو ان کی معنوی تفسیر سے متعلق پیدا ہوتے تھے۔ جب تک یہ دو نئے قانون نافذ تھے میرے خیال میں کسی دستاویز کا جعل جو متاخر قانون کے تحت جرم کبیرہ تھا مستند قانون کے تحت جرم صغیرہ نہیں ہو سکتا۔

۱۵- فیئر کا بیان شہادت صفحہ ۶۔

منعصر کیا تھا جو حقیقت پر مبنی تھا۔ اگر میں زیادہ غلطی نہیں کر رہا ہوں تو ان واقعات کی تائید ایک سے زیادہ اہل جوہری میرے خیال میں کم از کم دو نے کی تھی۔ تحقیقات کے دوران میں کلکتے کے قدیم ترین باشندوں اور بڑے بڑے کاروباری لوگوں کو اس غرض کے لیے حلف دیا گیا تھا۔ میرے نزدیک واقعات سے مراد کلکتے کی تجارتی مکہ قرطاس اور ساکھ ہے، اور اب بھی میں اپنے ذہن پر اپنے اس احساس کا ایک گہرا نقش پاتا ہوں جس کو غیر معمولی طور پر صدمہ پہنچا تھا اور میں نے اس قسم کے احساسات کو ان لوگوں پر ظاہر کیا تھا جن پر مجھے بہت زیادہ اعتماد تھا (یعنی مسٹر مانسن آنجنانی اور سر جان کلیو رنگ) کیونکہ یہی ایک اہم امر تھا۔ رواد مقدمہ کی خوبیوں سے قطع نظر جس پر میں نے انحصار کیا تھا۔

معلوم ہوتا ہے کہ حکام عدالت اس امر کی نسبت متفق رائے تھے کہ انگریزی قانون فوجداری کلکتے میں نافذ ہو چکا ہے اور انھوں نے یہ خیال کیا کہ آیا یہ سوال کہ قانون ۲۵ جارج دوم نافذ ہو چکا ہے اس سوال پر مبنی ہے کہ آیا فی الحقیقت وہ حالات جن کی بنا پر ۱۸۶۹ء میں انگلستان میں جعل کو جرم کبیرہ قرار دینا مناسب سمجھا گیا تھا کلکتے میں بھی پائے جاتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے اس امر کی نسبت بھی مزید اطمینان کر لیا کہ ایسے حالات کا وجود اس شہادت کے ذریعے ثابت ہوتا ہے جس سے خود فریب بھی جیسا کہ اس نے اقبال کیا ہے قائل ہو گیا تھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ نندکار کے مقدمے میں جیسی سوال یہ نہ تھا کہ آیا کلکتے میں انگریزی قانون فوجداری نافذ ہو چکا ہے بلکہ یہ تھا کہ وہ کس وقت نافذ ہوا آیا ۱۸۶۹ء میں یا ۱۸۵۳ء میں۔ یہ سوال اس وقت نہیں اٹھایا گیا تھا اور وہ قاعدہ جس سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کئی سال بعد تک بھی طے نہیں ہوا تھا۔

ان تمام امور کا نتیجہ یہ نکلا کہ عدالت نے کبھی ان سوالات کا باضابطہ تصفیہ نہیں کیا کہ آیا نندکار انگریزی قانون کے تحت جواب دہ تھا، اگر نندا تو آیا قانون ۲۵ جارج دوم کلکتے میں نافذ ہو چکا تھا اور آیا اس کا اطلاق اس کے مقدمے پر ہو سکتا تھا۔

معلوم ہوتا ہے کہ فیروز اس سوال سے دست بردار ہو گیا تھا کہ آیا ننگِ روم  
انگریزی قانون فوجداری کے تحت جواب دہ تھا کیونکہ تمام جج اس کے خلاف تھے  
اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس نے قانون کے متعلق بحث کرنے سے بھی اجتناب کیا۔  
اس کی کچھ وجہ تو یہ تھی کہ اس شہادت سے جو یہ ظاہر کرنے کے لیے پیش ہوئی تھی کہ  
یہ قانون کلکتے کے لیے بھی اسی طرح موزوں ہے جس طرح لندن کے لیے اس نے  
جیسا کہ خود اس کی رائے ہے اپنے کوششکٹ خوردہ محسوس کیا اور اس کی  
کچھ وجہ یہ بھی تھی کہ ”اس نے خیال کیا کہ اس مسئلے کا اسی حالت میں رہنا بہتر ہے  
کہ جہاں جسٹس چیمبرس نے اس کو چھوڑ دیا تھا۔“ میرے خیال میں اس سے اس کی  
مراد یہ تھی کہ چیمبرس کی و شواری یا شک کا اس حد تک غلبہ ہو جائے گا کہ اس سے  
اس کے موکل کا قصاص رُک جائے گا۔ اس کی ایک اور وجہ یہ تھی کہ وہ چیز  
جسے میں صحیح تصور کرتا ہوں اس کے یا کسی اور شخص کے ذہن میں نہیں آئی۔  
میں نے یہ سب امور تفصیل کے ساتھ اس لیے بیان کیے ہیں کہ آپس کے  
مو اذہ کے وقت ان پر زیادہ زور دیا گیا اور ان کو اہم ترین تصور  
کیا گیا تھا۔

فیروز نے دوسری تدبیر یہ اختیار کی کہ بریکس کو (کیونکہ فیروز کی سعی و محنت  
سے اس کی تندرستی کو دیر پا مضبوط پہنچی تھی) عدالت میں اجازت مرافعہ کی  
درخواست پیش کرنے پر آمادہ کیا۔ یہ درخواست مسترد ہو گئی کیونکہ اس میں  
مرافعہ کی اجازت دینے کے لیے خاص وجوہ بیان نہیں کی گئیں۔ وجوہ کو  
عداً ترک کیا گیا تھا اور یہ طریق عمل فیروز نے بریکس کے مشورے کے بعد  
طے کیا تھا۔ وہ کہتا ہے کہ ”ان تمام امور پر کامل غور و خوض اور ان کے  
مو اذہ کے بعد جو اس مقدمے میں پیش آئے تھے ہم دونوں کی یہ رائے تھی کہ

لہ۔ ”میرے دل اور پہلو میں ایک شدید درد تھا اور سینے سے خون بھی گرتا تھا۔۔۔۔۔ جس سے  
میں کبھی کال طور پر تندرست نہ ہو سکا“ فیروز کا بیان صفحہ ۱۸ تقریر: فروری ۱۸۵۸ء (شکستہ)۔

سے۔ فیروز کا بیان صفحہ ۱۷۔

ہیں ایسی قانونی وجوہ بیان نہ کرنی چاہئیں جو ہمارے خیال میں عدالت کے نزدیک قابلِ وقعت ہوں اور جب کہ عدالت نے ہمارے کئی گواہوں کو گرفتار کرنے اور دروغِ طعنی کی بنا پر ان کے خلاف مقدمہ چلانے کا حکم دے دیا تھا تو ہم فیصلہ عدالت پر کسی طرح اعتراض کرنے کی جسارت نہیں کر سکتے تھے اور نہ یہ کہہ سکتے تھے کہ یہ فیصلہ شہادت کے منافی ہے۔ غالباً درخواست مذکور پیش ہو کر وہ جوں کو مسترد ہو گئی۔

آیا اپنی کو ذاتی طور پر درخواست مرافعہ سے کوئی تعلق تھا یا نہیں ایک مشتبہ امر ہے۔ اس نے اپنی جواب دہی میں یہ بیان کیا کہ اسے اس قسم کے کسی مرافعہ کی نسبت کچھ یاد نہیں ہے اور اگر ایسا کوئی مرافعہ تھا بھی تو وہ ”وجوہ شکایت“ کے ظاہر نہ ہونے سے مسترد ہو گیا ہو گا۔ اس سلسلے میں فیروز نے بیان کیا کہ وہ نہیں کہہ سکتا کہ آیا بریکس نے اس سے یہ کہا تھا کہ اس موقع پر مرالجا موجود تھا۔ لیکن فیروز اس امر کے متعلق کہ حقیقتاً درخواست کیوں مسترد ہو گئی تھی جو وجوہ بیان کرتا ہے وہ ان وجوہ سے بالکل مطابقت رکھتی ہیں جو استرداد و درخواست کی نسبت اپنی خیال کرتا تھا۔

معلوم ہوتا ہے کہ ماہ جولائی میں کئی دن تک نذکار کی جانب سے کچھ نہیں کیا گیا لیکن اس ماہ میں چار عرضداشتیں ججوں کو پیش کی گئیں جن میں ان کے طرز عمل کی تحقیر کی گئی۔ پہلی عرضداشت جیوری اعظم نے اپنی کو انفرادی طور پر پیش کی تھی جس میں یہ ظاہر کیا گیا تھا کہ ”ہم یہ اطمینان محسوس کرتے ہیں کہ ہمیں یور لارڈ شپ کی شخصیت میں ایک ایسا چیف جسٹس مل گیا ہے جس کی قابلیت، خوش مزاجی اور اعتدال پسندی ہم کو ان فوائد کا یقین دلاتی ہے جن کی توقع صدر عدالت کے ادارے سے کی جاسکتی ہے“ دوسری عرضداشت جو ایسی کو شخصی طور پر دی گئی تھی آزاد تاجروں، آزاد جہازرانوں اور شہر کلکتہ کے دیگر باشندوں کی جانب سے تھی، اور اس پر ۸ یورپی شخص

کے دستخط تھے جن میں مسٹر بیورج کہتا ہے اٹھ ارکان بیوری تھے۔ اس عرضداشت میں امپری کی جو تحسین کی گئی ہے وہ گراہیدت سے ملو ہے۔ انھوں نے خاص طور پر اس سخت و مشقت کی داد دی ہے جو اس نے دوگزشتہ تکلیف دہ اور اہم تحقیقات کے دوران میں شہادت کو صبر کے ساتھ جانچنے اور دروغ طعنی و سازش کی پیچیدگیوں میں سے صداقت کا سراغ لگانے کے لیے برداشت کی تھی اور اس سے یہ استدعا کی ہے کہ انھیں یہ اجازت دی جائے کہ وہ اس کی ایک تصویر تیار کر کے دارالبلد میں آویزاں کریں۔ میں مسٹر بیورج کے اس خیال سے متفق ہوں کہ عرضداشت کے اس حصے کا جو جواب اس نے دیا ہے وہ بد ذوقی پر مبنی ہے کیونکہ وہ ان گواہوں کی شہادت کو جن کے خلاف اسے غالباً دروغ طعنی کے لیے تحقیقات کرنی پڑی ہوگی بہت بڑے فریب سے تعبیر کرتا ہے۔ یقیناً یہ غلط ہے۔ اسی نوعیت کی ایک تیسری عرضداشت پر ۳۴ آرٹیکلز میں دستخط کیے تھے اور اس عرضداشت میں تمام ججوں سے خطاب کیا گیا تھا اور چوتھی عرضداشت پر کلکتے کے شہر اور مضامین کے تقریباً ایک سو سربراہ اور دہ ہندوستانیوں نے دستخط کیے تھے۔ موخر الذکر مجھے کسی قدر عجیب و غریب معلوم ہوتی ہے۔ اس میں بیان کیا گیا ہے کہ شاہ انگلستان نے ”ایک نیا قانون وضع کیا ہے“ اور یہ کہ ان کے دل ”اس امر کی نسبت مختلف شکوک سے معمور تھے کہ یہ نیا قانون کس طریقے سے عمل پذیر ہوگا“ لیکن جس طریقے سے ”یہ قانون عمل پذیر ہوا ہے اس کے ذریعے یہ شکوک رفع ہو چکے ہیں اور ہمارے دلوں میں آقا داد و مست کی لہر پیدا ہو گئی ہے اور ہمیں کامل یقین ہو گیا ہے کہ ملک چھوٹے پھلے سکا، بروں کو سزا ملے گی اور اچھوں کی عزت ہوگی“ وہ کہتے ہیں کہ یہ قانون خود ان کے قانون سے بعض امور میں مختلف ہوگا۔ اس قسم کے امور کی نسبت وہ تحقیق کریں گے اور وہ یہ چاہتے ہیں کہ جہاں تک دیوانی امور کا تعلق ہے خود ان کا قانون برقرار رکھا جائے۔

یہ عرضداشتیں اس احساس پر ضرب لگاتی ہیں جو ذی اقتدار اشخاص کی تعریف و تحسین کو ان کے زمانہ کارگزاری میں روا نہیں رکھتا۔ لیکن

مجھے کسی طریقے سے بھی اس کا یقین نہیں ہے کہ ان سے اس اصل احساس کا اظہار نہیں ہوتا جو اس وقت کلکتے کے یورپی اور ہندوستانی باشندوں میں پایا جاتا تھا۔ اس میں شک کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے کہ ان عرضداشتوں سے یورپیوں کے احساس کا اظہار ہوتا ہے۔ یورپی باشندے عدالت سے بالکل بے تعلق تھے اور انہوں نے کچھ مدت کے بعد ہی اس پر سخت حملے کیے۔ ہندوستانیوں کی جانب سے کوئی عرضداشت پیش ہو تو ہمیشہ اسے شبہ کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے لیکن اس زمانے میں عدالت کی بہ نسبت کونسل کا اثر ہندوستانیوں پر بہت زیادہ تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ عدالت کا کچھ اثر ہی نہ تھا۔ ایک مکتوب میں جس کا حوالہ پہلے ہی دیا جا چکا ہے اور جو ایسی کی جانب سے وزیر ہند کو لکھا گیا تھا اس خاص عرضداشت کی وقت کے متعلق بحث کی گئی ہے۔ کونسل کی اکثریت نے اس رد واد میں جس میں زیر بحث مکتوب کا ایک حصہ جو اس کا جواب ہے یہ کہا ہے کہ ”مذکور بالا عرضداشتوں میں سے ایک میں شہور نواب کشن نے ہمارا جہد کا لقب اختیار کر کے پیشروی کی ہے اور اس کے پیرو گورنر کے ہاجن کنتو یا بو اور سوتی رام سنگھ نیز مسٹر ڈلٹن اور ہاجنوں کا سارا فرقہ ہے۔“ اس کا جواب ایسی نے یہ دیا کہ ہندوؤں کی جانب سے جو عرضداشت پیش کی گئی اس کے متعلق میرا یہ خیال ہے کہ کوئی ذہین شخص اس شہر کے باشندوں کے احساس کا ثبوت دینے سے باز نہیں رہ سکتا، لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اس پر سیاہ نام ہاجنوں نے دستخط کیے ہیں۔ ہر وہ شخص جو کلکتے میں رہ چکا ہے یورنار ڈسٹریکٹ کو یہ بتائے گا کہ اس نوآبادی میں جنرل کلیوزنگ کے ہاجن، کرنل مائنس مسٹر فرانسس اور سسی کو سی ناتھ کے سوا بیشکل ایک ہندو بھی ایسا نہیں ملے گا جس نے اس کا غدر و دستخط نہ کیے ہوں۔ کو سی ناتھ ان لوگوں میں سے ہے جنہوں نے سب سے پہلے عرضداشت پیش کرنے کی تجویز کی تھی۔ آگے چل کر اس نے گورنر جنرل اور کونسل سے ایک مززع کے الاؤنس کے متعلق نزاع پیدا کر لی جیسا کہ کونسل کی مثل سے ظاہر

ہوتا ہے اور عوذداشت پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا۔" اپنی نے یہ بھی کہا کہ جیوری اعظم کا جس نے عوذداشت پیش کی تھی جانشین فرانسس کا برادر نسبتی میکریسی ہو اور یہ کہ اسے (اپنی کو) معتذر لیے سے اطلاع ملی تھی اور اس نے یہ باور کیا تھا کہ "اس عوذداشت کو روکنے کے لیے بہت کچھ کوشش کی گئی" اس کے باوجود صرف دو آدمیوں نے جو شہر کلکتہ میں "آزاد تاجر کے نام" سے مقیم تھے اس پر دستخط نہیں کیے۔ ان میں سے ایک (داکر) نے جس نے دستخط کیے تھے اپنا نام داپس لے لیا اور "جیسا کہ مجھے اطلاع ملی ہے اس نے ایک ٹھیکہ حاصل کیا۔ دوسرے سرٹیکم کو چھٹنے کا ٹھیکہ حاصل تھا جس کی نوعیت زیادہ تر اجارہ خاص کی سی تھی اور وہ بیان کرتا ہے کہ بعض لوگ مجلس نطاکے پاس اس کی یہ سفارش کر رہے ہیں کہ مجلس مذکور کے ملازمین کی فہرست میں اسے سب سے اونچی جگہ دی جائے۔ سرٹیکم کو جس نے اس پر دستخط کیے تھے ہتھم پولس کے ہمدنے سے برطرف کر دیا گیا۔ پلیڈل کی برطرفی کے متعلق اکثریت اپنی خاص وجوہ رکھتی تھی اور اسے غالباً یہ موقع کبھی نہیں ملا کہ وہ ان بیانات و الزامات کی تردید کرے جو پیش کیے گئے ہیں۔

ان عوذداشتوں کا حشر خواہ کچھ ہی ہوا ہو یہ واضح ہے کہ اس وقت کسی نے ججوں کے طرز عمل پر کچھ بھی ناپسندیدگی یا نندکار سے کچھ بھی ہمدردی ظاہر نہیں کی۔

اس کا ایک حیرت انگیز ثبوت فیر کی ایک اور تدبیر کے نتیجے سے ملتا ہے جو اس نے اپنے موکل کی تائید میں اختیار کی تھی۔ ختم جو گلابی پر اس نے جیوری سے یہ درخواست کی کہ وہ نندکار کو جہلت دینے کی سفارش کرے۔

لے۔ چونا۔ یہ ایک قسم کی کھل ہے۔ اس کی بہترین قسم وہ ہے جو اسٹرکاری سے سطح کو سفید ہوار اور چھونے میں سنگ مرمر کی طرح سخت بنا دیتی ہے۔

لے۔ فیر کا بیان صفحہ ۱۸، ۱۹۔

یہ واقعہ اجازت مرافعہ کی درخواست نامنظور ہونے کے ایک ماہ بعد کا ہے۔ وہ اس درخواست کو صدر جیوری رابن سن کے پاس اس کے دستخط کے لیے ۳۱ جولائی کو لے گیا۔ رابن سن اس کی استدعا پر خفا ہو گیا اور اس نے یہ کہا کہ اس کا فیصلہ اس درخواست پر دستخط کرنے کی اجازت نہیں دیتا اور ایسی استدعا اس کے احساسات کو صدمہ پہنچاتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ رابن سن نے سرالہجہ اپنی سے اس کی شکایت بھی کی تھی کیونکہ فی رجب دوسری مرتبہ عدالت میں آیا تو اپنی نے اس کے اس فعل پر اور خصوصیت کے ساتھ اس امر پر ملامت کی کہ اس نے ایک خط میں جو رابن سن کے نام لکھا گیا تھا زندکار کو ایک ”بد قیمت مظلوم“ سے تعبیر کیا تھا۔ اس فقرے کی توجیہ فی رتبے نے یہ کی کہ اس سے مراد محض ”ایک بد قیمت انسان“ ہے جو ذلت کی موت مرنے والا ہے۔“ اس بار سے میں میرا خیال ہے کہ اپنی غلطی اور درشتی پر تھا۔

اہل جیوری میں سے ایک اڈورڈ الیرنگٹن نے بعد کہ اس درخواست پر دستخط کر دیے اور جہاں تک میں معلوم کر سکتا ہوں یہی ایک درخواست تھی جو زندکار کی جانب سے جہلت کے لیے کسی نے عدالت میں پیش کی تھی۔

بہر حال فی رتبے نے ایک اور درخواست تیار کی جو ان واقعات کے لحاظ سے جو بعد کو پیش آئے اس مقدمے کی تاریخ میں بہت بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ یہ درخواست زندکار کی جانب سے گورنر جنرل اور کونسل کو دی گئی تھی۔ اس میں وجوہ بیان کی گئی تھیں کہ کیوں عدالت کو جہلت منظور کرنی چاہیے اور ان میں سے اکثر امور ایسے تھے جن پر بعد کو اپنی کے مواخذے کے وقت بحث کی گئی۔ اس درخواست میں بیان کیا گیا ہے کہ ”یہ ایک فطری انصاف کا نیز ہمیشہ اسے (زندکار کو) شورہ دیا گیا ہے اس عالمگیر قانون کا اصول ہے جو تمام امتحان اقوام و افراد میں رائج ہے کہ ہر جرم کی سزا خاص کر جب کہ وہ کسی

۱۔ جو ان میں کا خط نام فی رتبہ مورخہ یکم اگست ۱۸۵۷ء (فی رتبہ کا بیان شہادت صفحہ ۲۰)۔

۲۔ فی رتبہ کا بیان صفحہ ۲۔

سیاسی مسلک کی بنا پر دی جا رہی ہو ان سب کے لیے مشہور کی جانی چاہیے جو اس سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس کی نسبت وہ کہتا ہے کہ اس قانون میں وہ درحقیقت تھانہ اس کی ایسی تشہیر ہوئی تھی جو تمام شدید ترین تعزیری قوانین کے متعلق ہونی چاہیے۔

اس درخواست میں یہ اشارہ کیا گیا ہے گویند یا وہ واضح نہیں ہے کہ اس قانون کو عملاً ایک فعل مابعد تصور کیا جاسکتا ہے۔ نندکار نے یہ حیثیت برہمن اپنے رتبے پر اپنی گذشتہ خدمات پر اور دیگر امور پر زور دیا ہے۔

فیروز کی تجویز یہ تھی کہ کونسل کو چاہیے کہ وہ اس درخواست کو ایک مراسلے کے ذریعے اس رائے کے ساتھ عدالت میں بھیج دے کہ ”جو وجوہ اس درخواست میں بیان کی گئی ہیں وہ ہماری نظر میں وزن رکھتی ہیں اور یہ وجوہ بشمول امور دیگر جو سیاسی نوعیت رکھتے ہیں اور درخواست گزار کی اس نمایاں حیثیت اور رتبے سے مستند ہو سکتے ہیں جو اسے ذاتی و سماجی زندگی میں حاصل ہے ہمیں اس استدعا کو منظور کرنے کی ترغیب دیتی ہیں جس کا اظہار درخواست میں کیا گیا ہے“ درخواست میں استدعا یہ تھی کہ ”درخواست گزار کی جانب سے ججوں کو آمادہ کیا جائے کہ وہ ایسی شرائط پر جو مناسب متصور ہوں مہلت دیں۔“

اس مخفی خط میں جسے فیروز نے تیار کیا تھا ان الزامات کا حوالہ نہیں دیا گیا ہے جو نندکار نے بیسننگز پر لگائے تھے یمن ایسا نہ کرنے کی کوئی وجہ بھی نہ تھی۔ کونسل یہ کہتی کہ نندکار نے بیسننگز پر رشوت ستانی کا الزام لگایا ہے اور مفاد عامہ کے لیے یہ امر نہایت اہم ہے کہ اس قسم کے الزامات کی کامل تحقیقات کی جائے اور یہ کہ نندکار کو سزائے موت دینے سے یہ ضروری تحقیقات رک جائے گی نیز تحقیقات کے مبنی بر انصاف نہ ہونے کے متعلق کسی الزام سے اجتناب کرتے ہوئے کونسل کے ارکان یہ کہہ سکتے تھے کہ گو رنر جنرل پر الزام لگانے والے کو سزائے موت دینے سے ہندوستانیوں میں غلط فہمی پیدا ہوگی۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ پھانسی کے التوا کو منظور کرنے کے سوا

جسوں کی جانب سے اس خط کا کوئی اور جواب کیا دیا جاسکتا تھا۔ اسی نے اپنی جواب دہی میں بیان کیا ہے اور میرے خیال میں بالکل صحیح طور پر بیان کیا ہے کہ اگر ان سے ایسی درخواست کی جاتی تو وہ فوراً اسے منظور کر لیتے۔ پھر یہ درخواست کس طرح قبول کی گئی؟ اس کے متعلق فیروز کی شہادت حسب ذیل ہے:-

اس نے (اپنے فری) مانسن کو ایک خط لکھا تھا جس کا مضمون یہ تھا کہ ”مجھے ہمارا جو نذکار کے لوگ اس درخواست کے متعلق جو گورنر جنرل اور کونسل کے نام تھی درخواستیں دے دے کر مسلسل طور پر پریشان کر رہے ہیں۔ اور اس درخواست کو پیش کرانے کے لیے برابر مجبور کر رہے ہیں لہذا میں آپ کے پاس اسے طوف کر کے ارسال کر رہا ہوں اور یہ استدعا کرتا ہوں کہ آپ اسے ملاحظہ فرما کر ایما فرمائیں کہ آیا آپ یہ پسند فرماتے ہیں کہ درخواست مذکورہ آپ کے پاس کونسل میں روانہ کی جائے یا نہیں۔“

اس خط کا غیر محتاط لہجہ ایک خصوصیت پیش کرتا ہے خاص کر جب کہ اس کا مقابلہ ”مسئل طور پر پریشانی“ کے تذکرے سے کیا جاتا ہے جس کی نسبت کاتھ خط نے شکایت کی تھی۔ بہر حال یہ خط کبھی بھیجا ہی نہیں گیا۔ اس تاریخ کو جو اس خط پر لکھی گئی تھی (شعبہ تعلیم اگست) فیروز ایک دعوت میں شریک تھا جو لیدی اینی مانسن کے ہاں دی گئی تھی اور وہاں کلیورنگ، مانسن اور فرانسس سے اس کی ملاقات ہوئی تھی۔ فیروز کہتا ہے کہ ”یہ سب لوگ ایک جگہ جمع تھے، میں نے فرانسس کو علمدہ بلا کر سب سے پہلے یہ معاملہ اسے سمجھایا۔ اس نے کوئی اعتراض نہیں کیا بلکہ اس چارٹہ کار کو پسند کیا۔ پھر جنرل کلیورنگ اور مسٹر مانسن ہمارے ہاں بلائے گئے۔ میں اور مسٹر فرانسس نے ان کے آگے اپنی تجویز پیش کی۔ اس جنرل نے بلاتال قطعی انکار کر دیا اور وجہ یہ بتائی کہ یہ نذکار کا ذاتی معاملہ ہے اور اس کو ملک کے ان امور عام سے کسی طرح کا تعلق نہیں ہے جن کا تصفیہ کرنے کے لیے صرف اسے یعنی جنرل کو بھیجا گیا تھا اور یہ کہ وہ ایک ایسے شخص کی تائید میں درخواست نہیں پیش کر سکتا جو جعل کا حجم قدر پارچا ہے اور نہ اس درخواست سے اس کے خیال میں کوئی فائدہ ہوگا۔ اس خیال سے مسٹر مانسن

متفق تھا اس لیے یہ معاملہ ترک کر دیا گیا اور اس کی نسبت پچھہ کبھی تحریک نہیں کی گئی۔  
 کونسل کی اکثریت نے نذکار کی درخواست کو جس حقارت کے ساتھ منظور کیا اس سے میرے خیال میں یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بعد کو جو الزامات فرانسس کی تحریک پر اپنی کے خلاف لگائے گئے وہ دیانت پر مبنی نہیں تھے۔  
 یکم اگست ۱۹۵۵ء کو یہ امر ان کے اختیار میں تھا کہ کونسل کی اکثریت کی حیثیت سے رائے دے کر وہ نذکار کی جان بچاتے اور ججوں کے پاس گورنر جنرل اور کونسل کے نام سے اس خط کو روانہ کر دیتے جو فی رائے تیار کیا تھا خواہ اس میں وہ الزام درج ہوتا یا نہ ہوتا جو نذکار نے ہیٹلنگز پر لگایا تھا۔ اگر انھیں اس وقت فی الحقیقت یہ یقین تھا کہ وہ ایک معصوم شخص ہے جسے قانوناً قتل کیا جا رہا ہے تو انھوں نے اپنے طرز عمل سے اپنے کو اس قتل میں معاون جرم بنا لیا جو ان کے خیال میں وقوع پذیر ہو رہا تھا۔ اگر ایک شخص کسی دوسرے کو غرق کرنے کے لیے دریا میں ڈھکیل دے اور ایک تیسرا شخص جس نے اس جرم کے ارتکاب کو دیکھا ہے اس مظلوم کو پانی سے باہر نکالنے سے انکار کر دے جب کہ وہ خفیہ ترین خوف یا تکلیف کے بغیر غرق کو کسی لکڑی کے سہارے یا اس کے ہاتھ میں رسی پھینک کر باہر نکال سکتا ہو تو ان میں سے ہر ایک اخلاقی نقطہ نظر سے اس شخص کی موت کا مادی طور پر مجرم قرار پائے گا۔ پس ٹھیک اسی طور پر جیسا کہ فی رائے کی شہادت سے ظاہر ہے کلیورنگ مائنس اور فرانسس نے واقعاً عمل کیا جب کہ یکم اگست ۱۹۵۵ء کو ان الزامات کی صداقت پر یقین تھا جن کی تائید فرانسس نے کی تھی اور اس میں شک نہیں کہ اپریل اور مئی ۱۹۵۵ء میں اس نے ان کی طرف اشارہ بھی کیا تھا و در ما بعد میں فرانسس کو کوئی ایک واقعہ بھی ایسا معلوم نہیں ہوا جو اسے دور ابتدائی میں معلوم نہ ہوا ہو۔ ۱۹۵۸ء میں وہ یہ باور کرنے کی کہ نذکار قانوناً قتل کیا گیا کوئی وجہ ایسی نہ رکھ سکتا تھا جو وہ ۱۹۵۵ء میں نہ رکھتا ہو پھر بھی وہ ۱۹۵۸ء میں

اپنا دست اعانت آگے بڑھا کر اس کی جان بچا سکتا تھا یا وہ اسے نہ بچاتا تو کم از کم صدر عدالت پر اس کی موجودہ ذمہ داری سے زیادہ بھاری ذمہ داری عائد کر سکتا تھا مگر اس نے کسی اعتراض کے بغیر کلیو رنگ کے انصار سے ملانیہ اتفاق کر لیا۔

فرانسس کے انتقال کے ایک مدت بعد ایک واقعہ روشنی میں لایا گیا جو شخصی طور پر فرانسس کے خلاف مذکورہ بالا آرکے ورن کو بڑھا دیتا ہے۔ مسٹر میریول کے وقائع حیات میں فرانسس کے مجموعہ خطوط سے ایک خط شائع کیا گیا ہے جو نذکار نے اس جو لائی ۱۸۷۷ء کو یعنی لیڈی اینی مانسن کی دعوت سے ایک روز قبل لکھا تھا یہ ایک حیرت انگیز خط ہے جو حسب ذیل ہے :-

”جناب محترم۔ میں ان دنوں حزن خطرناک اور ناگوار حالات میں گھر ہوا ہوں ان سے یقیناً آپ واقف ہیں۔ میں اب خیال کر رہا ہوں کہ میری زندگی کی مدت بہت ہی مختصر ہے کیونکہ انگریز شرفا اہل آرمینیا اور باشندگان شمالی افریقہ و ملک تلیگانہ میں سے بہت کم لوگ ایسے ہیں جو میرے خلاف نہیں ہیں، لیکن وہ لوگ جو میری تائید میں نہیں ہیں مسلسل طور پر میرے خلاف مضرت رسانی کے ایسے طریقے سوچ رہے ہیں جو وہ سوچ سکتے ہیں۔ اس کی وجہ جناب پر بخوبی روشن ہے۔ ابتدا ہی سے میری اصل نیت یہ تھی کہ ملک کی مالگزاری غنیمت کے بغیر معزز کمپنی کے خزانے میں داخل ہو کر رہے۔ گزشتہ زمانے میں جب اس کاروبار کا انتظام میرے سپرد تھا تو میں نے اس اسر کی بڑی احتیاط کی تھی کہ مالگزاری کا کوئی حصہ غنیمت نہ کیا جائے۔ اور جیسا کہ آپ اور دیگر دو صاحب انگلستان سے اس غرض کے ساتھ روانہ کیے گئے ہیں کہ کمپنی کے مفاد اور ملک کی فلاح کو ترقی دیں اور انجام کار مملکت برطانیہ کی شہرت و قوت کو پھیلائیں تو میری بھی یہ سچی خواہش تھی کہ آپ کے تحت خدمت گزار کی کروں اور ہندوستانوں کو آسودگی پہنچانے کا ذریعہ بنوں۔ لیکن افسوس ہے کہ میں نے پڑھن طریقے اختیار کرنے کی جو بہترین کوشش کی تھی اس سے میری بنان مصیبت میں گرفتار ہو گئی ہے اور مجھے اپنی مہاجرت پہنچانے کی بہت کم امید ہے تا وقتیکہ جناب ازراہ کرم میری جان بخشی کے لیے ججوں کے پاس سفارش نہ فرمائیں۔ میری تمام امیدیں تا دمطلق کے بعد آپ ہی سے

دالبتہ ہیں، لہذا میں نہایت مجز و انکسار سے ایشور کے نام آپ سے التجا کرتا ہوں کہ آپ میرے معاملے میں مداخلت فرمائیں اور ملک معظم کی مرضی ظاہر ہونے تک مہلت حاصل فرمائیں۔ گو رداس کے متعلق چند سفارشیوں اور فرانسس سے اعانت کا دوبارہ استدعا کرنے کے بعد وہ کہتا ہے ”چونکہ میں جناب کی اس سعی پر بالکلیمہ اعتماد کر رہا ہوں جو میری بھلائی کے لیے جناب کر سکتے ہیں اس لیے میں ہندوؤں کے اعتقاد کے مطابق باز پرس کے روز آپ پر یہ الزام نہیں لگاؤں گا کہ آپ نے مجھے اس مصیبت کے وقت جس میں اب مبتلا ہوں مدد دینے میں بے اعتنائی برتی ہے۔“ اس کے آخری الفاظ کے لہجے میں ایک بدشگون پائی جاتی ہے جس سے فرانسس کو اس کی آئندہ زندگی میں بڑی بے اطمینانی ہوئی ہوگی جب کہ اس نے یہ خیال کیا ہو گا (اگر اس نے کبھی یہ خیال کیا ہو) کہ وہ کئی سال تک ہمیشہ نگر اور امپی سے اپنا انتقام لینے کے لیے سرگرمی کے ساتھ ناکام کوشش کرتا رہا مگر اس نے زندگاری کو مرنے کے لیے چھوڑ دیا حالانکہ اس کا ایک لفظ اس کے بچانے کے لیے کافی تھا اور وہ اپنے دوستوں کے حق میں اسی طرح بے وفا اور غدار ثابت ہو جس طرح وہ اپنے دشمنوں کے خلاف اپنی عداوت میں ثابت قدم رہا۔ ایک رسالے میں جس کا تذکرہ دسویں باب میں تفصیل کے ساتھ کیا گیا ہے فرانسس نے عدالت میں درخواست نہ دینے کا عذر یہ پیش کیا ہے کہ عدالت نے یہ شکایت کی تھی کہ کسی عدالت کو ان امور کے متعلق جو قانوناً اس کے روبرو پیش ہوں کوئی درخواست نہ دینا یا کھلی عدالت میں تحریک نہ کرنا بلکہ ایک خط کے ذریعے مخاطب کرنا غیر دستوری طریقہ ہے۔ اس نے اس وسیع فرق کو نظر انداز کر دیا ہو گا یا عہد اس پر غور نہیں کیا ہو گا جو ایک ایسے امر کی نسبت جسے عدالت کے روبرو قانوناً پیش کیا گیا ہے عدالت کو خط لکھنے اور ایسے امر کی نسبت خط لکھنے میں پایا جاتا ہے جس میں عدالت کو بصیغہ انتظامی اختیار تیزی حاصل ہے۔ موخرالذکر اسی طرح فطری اور مناسب ہے جس طرح مقدم الذکر غیر دستوری ہے۔ اگلے دن میں ہوم سکریٹری درخواست ہائے معافی کے متعلق ہرج کے ساتھ ہمیشہ مداخلت کرتا ہے۔ وہ خواب میں بھی کبھی یہ خیال نہیں کر سکتا کہ وہ کسی جج کو اس کے

عدالتی فریض کے متعلق لکھے۔ اس قسم کی کوئی درخواست کو نسل ہی کو عدالت میں پیش کرنی پڑتی ہے۔

درخواستوں کی بحث ختم کرنے کے لیے مسٹر فیروز کہتا ہے کہ اس نے یہ باور کیا تھا کہ نذکار کے داماد راجہ چمران نے جموں کے آگے اسی قسم کی درخواست پیش کی تھی جس قسم کی درخواست فیروز نے کو نسل کو پیش کرنے کے لیے کہا تھا اور یہ کہ دو اور درخواستیں بھی تیار کی گئی تھیں جن میں سے ایک نذکار کے بھائی شہبونا تھہ رائے کے نام سے تھی۔ فیروز کہتا ہے کہ وہ ”میرے سامنے اسے بھائی ہی کہتے تھے، لیکن یہ سبلا موقع تھا کہ میں نے یہ سنا کہ نذکار کا بھائی بھی ہے“ دوسری درخواست ”کلکتہ، مرشد آباد اور دیگر مقامات کے باشندوں کے نام سے تھی لیکن مجھے یقین ہے کہ دونوں درخواستوں پر علی چارہ کا اختیار نہیں کیا گیا۔ میرا خیال ہے کہ مسٹر ٹوک ان دونوں درخواستوں کو میرے پاس لے آیا یا ان کو میرے پاس اس نے روانہ کیا تھا۔ مجھے یاد ہے کہ شہبونا تھہ رائے کے نام سے جو درخواست تھی اس کے خلاف میں نے مشورہ دیا۔ دوسری درخواست کو مجھے خوب یاد ہے کلکتہ کے ان باشندوں نے پسند نہیں کیا جو درخواست پیش کرنا چاہتے تھے اور جنہیں جیسا کہ مجھے کہا گیا ہے یہ درخواست دکھائی گئی تھی یہ درخواست فیروز کے بیان شہادت میں طبع کی گئی ہے۔ اس میں نذکار کی تقریضیں کی گئی ہیں اور یہ بتایا گیا ہے کہ اس کے خلاف جو الزام لگایا گیا ہے وہ جھوٹا ہے اور اس کے جانی دشمنوں نے (الزام) لگایا ہے۔

مجھے انداز ہے کہ میں نے گراں و تکلیف وہ تفصیل کے ساتھ ان تمام واقعات کو بیان کر دیا ہے جو نذکار کے مقدمے کی تحقیقات سے لے کر اس کی مزائے موت تک پیش آئے تھے۔

میں نے سازش کی تحقیقات کو اس حد تک بیان کیا ہے جس سے جصل کی تحقیقات کی توضیح ہوتی ہے۔ میں نے التوائے فیصلہ کی تحریک کا

تذکرہ کر دیا ہے اور اس واقعے کی بھی توجیہ گردی ہے کہ اس سوال پر کہ آیا نندکار عام طور پر انگریزی قانون فوجداری کے اور خاص طور پر قانون ۲۵ جارج دوم، باب ۲ کے تابع ہے یا نہیں کیوں عدالت کے سامنے کبھی کامل بحث نہیں کی گئی۔ میں نے یہ بتا دیا ہے کہ درخواست اجازت مراغہ کا کیا حشر ہوا اور میں نے ان کوششوں کا بھی ذکر کر دیا ہے جو فیروز نے درخواست مہلت منظور کرنے کے لیے کی تھیں۔ اس ساری جدوجہد کا نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ کونسل کی اکثریت نے مداخلت کرنے سے تقریباً حقارت کے ساتھ انکار کر دیا، کل جیورسی نے بھی بجز ایک رکن کے انکار کر دیا اور ایک رکن تو اسد عا پر خفا ہی ہو گیا۔ دوسری درخواستیں پڑی رہیں اور صرف ایک درخواست جس کے پیش کیے جانے کا ذکر کیا گیا ہے نندکار کے داماد راجا چرن کی جانب سے تھی۔ میں اس باب کو سزائے موت کے اس بیان پر ختم کر دوں گا جس کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ اس کا لکھنے والا فرانسس کا برادر نسبتی میکریبی تھا جو اس موقع پر شریف (ناظم ضلع) کی حیثیت سے کام کر رہا تھا۔ اس بیان کو سرگبرٹ ایٹ نے سائنامہ بابت ۱۸۵۷ء سے بطور خلاصہ تقریر اس وقت پڑھا تھا جب کہ اس نے اپنی سے مواخذہ کیا تھا۔

یہی بنیاد ہے لارڈ میکالے کے دلچسپ بیان کی جس کی صحیح تاریخ کا سراغ ایک حیرت انگیز اتام کے ساتھ لگایا جاسکتا ہے۔ لارڈ میکالے نے جس طریقے سے اپنی تابناک ادبی کوششوں میں کامیابی حاصل کی ہے اس کی ایک مثال میں یہاں دیتا ہوں۔ میں اس کے بیان کو نیز اس سند کو جس سے اس نے یہ بیان اخذ کیا ہے ساتھ ہی ساتھ پیش کرتا ہوں۔

یہ سن کر کہ چند اشخاص نے یہ خیال کیا تھا کہ ہمارا جہ نندکار اپنی پھانسی کے وقت لوگوں سے خطاب کرے گا میں نے حسب ذیل یادداشت ان واقعات

۱۔ ملاحظہ ہو سال نامہ بابت ۱۸۵۷ء۔ سرگبرٹ ایٹ نے پارلیمنٹ میں ۱۸۵۷ء کو یہ بیان پڑھا تھا جو پارلیمنٹی تاریخ جلد ۲۷ صفحہ ۳۸ تا ۴۲ پر شائع ہوا ہے۔ نیز ملاحظہ ہو کلکتہ قدیم کی صدائے ہاز گشت۔

کے متعلق تحریر کی ہے جو اس موقع پر نیز اس وقت پیش آئے تھے  
 ”شیرف (ناظم ضلع) اس انسانیت | جب کہ میں اس سے مجلس میں پھانسی سے  
 سے جو ایک شریف انگریز میں شادی | ایک روز قبل دو وقت شام (مگرگت جمعہ کی  
 منقود ہوتی ہے مجرم سے پھانسی کی شام | شام) ملا تھا اور یہ دونوں موفتے میرے  
 کو لا اور اسے یہ یقین دلایا کہ وہ کسی رعایت | ماضی میں تازہ ہیں۔  
 سے جو قانون کے مطابق جو مجرم نہیں کیسا | ”جب میں مجلس میں اس کے کمرے کے  
 جائے گا۔“ | اندر داخل ہوا تو وہ کھڑا ہو گیا اور

اپنے معمولی طریقے کے مطابق مجھے سلام کیا۔ جب ہم دونوں بیٹھ گئے تو اس نے  
 اپنے سکون اور علانیہ بے تعلق کے ساتھ گفتگو کی کہ مجھے حقیقت یہ شبہ ہونے لگا کہ  
 آیا وہ آنے والی مصیبت سے آگاہ بھی ہے۔ لہذا میں نے ترجمان کو یہ حکم دیا کہ وہ  
 اسے یہ اطلاع دے کہ میں اس کی آخری تعظیم کی علامت ظاہر کرنے اور اسے یہ  
 اطمینان دلانے کے لیے آیا ہوں کہ دوسرے ہی روز صبح کو ایسی توجہ بندولی  
 کی جائے گی جس سے ایسے غم انگیز موقع پر اسے تسلی ہو سکے، اور یہ کہ مجھے اس  
 کا گہرا احساس ہے کہ میرے عہدے کے فرائض نے مجھے اس موقع پر لازمی فریضی  
 بنا دیا، لیکن میں آخری وقت تک یہ ملحوظ رکھوں گا کہ اس کی ہر خواہش پوری  
 کی جائے اور خود اس کی پالکی اور اس کے ملازم اس کے پاس حاضر رہیں  
 نیز اس کے ان احباب کی حفاظت کی جائے جو میں سمجھتا ہوں اس کی پھانسی  
 کے وقت موجود رہیں گے۔

”اس نے جواب دیا کہ اس ملاقات کے لیے وہ میرا ممنون ہے میری  
 نذکار نے نہایت شائستگی | تمام ہربانیوں کا وہ شکر یہ ادا کرتا ہے  
 اور غیر متزلزل استقلال کے ساتھ اپنی | اور مجھ سے اس نے یہ استدعا کی کہ میں  
 شکر گزار ہی کا اظہار کیا۔ اس کے | اس کے خاندان پر ان ہربانیوں کا  
 چہرے پر کوئی شکن نہیں پڑی اور نہ | سلسلہ جاری رکھوں نیز اس نے یہ  
 اس نے آہ سرد بھری۔ اس نے اپنی | کہا کہ نوشتہ تقدیر کا مقابلہ نہیں کیا جاسکتا  
 پیشانی پر اپنی انگلی رکھ کر ہستہ کہا کہ | اور اس نے اپنی پیشانی پر اپنی انگلی رکھ کر کہا۔

قسمت کا لکھا پورا ہوتا ہے اور ایشور کی مرضی کا مقابلہ نہیں کیا جاسکتا۔ اس نے فرانس کلیمورنگ اور مانسن کو اپنی ڈنڈوت بھیجی اور یہ استدعا کی کہ وہ راجہ گورداس کی حفاظت کریں جو بنگال کے برہمنوں کا سرگروہ ہونے والا تھا۔ شیرف اس واقعے سے جو یہاں گزرا تھا بہت متاثر ہو کر واپس ہوا اور نندکار یادداشتیں لکھنے اور حسابات کی تنقیح کرنے کے لیے مستقل مزاجی کے ساتھ بیٹھ گیا۔

ایشور کی مرضی پوری ہونی چاہیے۔ اس نے خواہش کی کہ میں اس کی ڈنڈوت جزل کلیمورنگ، کرنل مانسن اور سرنزس کو پہنچاؤں اور ان سے یہ استدعا کروں کہ وہ راجہ گورداس کی حفاظت کریں اور اب ازراہ کرم اسے برہمنوں کا سرگروہ سمجھیں۔ اس کا استقلال حیرت انگیز تھا، اس نے کوئی آہ سرد بھری نہ اس کی آواز میں اور چہرے پر خفیف سا بھی تغیر ہوا اگرچہ میں جانتا تھا کہ چند گھنٹے قبل وہ اپنے دام سے عم انگیز طور پر جدا ہوا تھا میں نے مستقل مزاجی میں اپنے کو اس کے سامنے اس قدر پست پایا کہ میں زیادہ ٹھیر نہیں سکا۔ سیرامیوں سے نیچے اترنے کے بعد داروغہ مجلس نے مجھے یہ اطلاع دی کہ وہ اپنے دوستوں کے رخصت ہونے کے وقت سے یادداشتیں لکھنے اور حسب عادت حسابات دیکھنے میں مصروف ہو گیا ہے۔

مجھے اب یہ خوف ہونے لگا کہ اس نے مرنے کا تہیہ کر لیا ہے اور اسے کامل طور پر یقین تھا کہ وہ صبح مردہ پایا جائے گا، لیکن پانچویں تاریخ کو بروز شنبہ سات بجے مجھے یہ اطلاع ملی کہ مجلس میں پھانسی کے لیے تمام چیزیں دو دوسرے دن صبح کو جب کہ تیار ہیں۔ میں تقریباً ساڑھے سات بجے یہاں آیا۔ آفتاب پوری طرح طلوع نہیں ہوا تھا ان غریب بے بس لوگوں کی آہ و بکا کو جو اس ایک بڑا مجمع اس مقام پر ہو گیا سے آخری مرتبہ رخصت ہو رہے تھے یہاں بیان چہاں سولی کا انتظام کیا گیا تھا۔ اس واقعے کے تین گھنٹے بعد ہر شخص کی صورت سے رنج و غم ٹپکتا تھا تاہم میں اسے ضبط تحریر میں لا رہا ہوں، لیکن میں پہلے صدمے

۱۔ یہ فقرہ سرگورٹ ایٹ کی تقریر سے لیا گیا ہے جو اس نے اپنی لے سواغذہ کے وقت کی تھی۔  
لاحظہ ہو عبارت ذیل۔

آخری وقت تک مجمع کو مشکل یہ یقین ہو سکتا تھا کہ انگریز حقیقت میں اس جلیس القدر برہمن کی جان لینا چاہتے ہیں۔

سب سے اب تک متاثر ہوں۔ جوں ہی اسے معلوم ہوا کہ میں آچکا ہوں وہ سینے صحن میں چھلا آیا اور وار و غمہ جس کے کمرے میں مجھ سے ملا۔

اس سے کوئی تشویش نہ کوئی بناوٹی تاخیر ظاہر ہو رہی تھی۔ وہ زندہ دلی کے ساتھ کمرے میں آیا اور حسب معمول اس نے ڈنڈوت کی، لیکن جب تک میں اس کے قریب کر سکی نہیں لے گیا وہ نہیں بیٹھا۔ یہ دیکھ کر کہ کسی شخص کی نظر گھڑی کی طرف ہے وہ اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ وہ تیار ہے اور فوراً ان تین برہمنوں کی جانب پلٹ کر جو اس کی خدمت اور نقش کی حفاظت کرنے آئے تھے ان سب سے خوب بھل گبر ہوا، لیکن اس کی طرف سے غم و افسردگی کی کوئی علامت نہیں پائی گئی حالانکہ تینوں برہمن رنج و مایوسی کی انتہائی حالت میں مبتلا تھے۔ پھر میں نے اپنی گھڑی دیکھی اور اس سے کہا کہ جو وقت میں نے بتایا تھا وہ ابھی نہیں آیا۔ اس کے لیے تقریباً سو آٹھ بجنے کی ضرورت ہے، لیکن میں خود اس کے وقت تک ٹھیر سکتا ہوں اور جب تک اس کا اشارہ نہ ہو میں اپنی جگہ سے نہیں اٹھوں گا۔ جب اس کے سامنے اس بات پر زور دیا گیا کہ وہ سوئی کے مقام پر جہاں وہ دنیا سے منہ موڑ لے گا کوئی اشارہ کرے تو اس نے کہا کہ وہ تقریر کرے گا۔ ہم تقریباً ایک گھنٹے تک بیٹھے رہے۔ اس اثنا میں اس نے ایک سے زائد مرتبہ مجھ سے خطاب کیا اور راجہ گورداس جنرل کلیورنگ کزنل مانسن اور مسٹر فرانس کا ذکر کیا، لیکن بظاہر وہ پریشان نظر نہیں آتا تھا۔ میں خیال کرتا ہوں کہ اس نے باقی وقت دعائیں صرف کیا، اس کے ہونٹ اور زبان ہل رہی تھی اور اس کا سر اس کے ہاتھ پر ٹکا ہوا تھا۔ پھر اس نے میری طرف دیکھا اور وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے جس کے چند لازمین سے گفتگو کی اور ان سے یہ کہا کہ اگر اس سے کوئی فرد گزراشت ہو گئی ہے تو راجہ گورداس اس کی تلافی کر دے گا۔ بعد ازاں وہ خوشی کے ساتھ پھاٹک تک آیا، پالکی میں بیٹھا اور بالکل بے پروائی سے اپنے گرد و پیش دیکھنے لگا۔

”بالآخر غم انگیز جلوس لوگوں کے ہجوم میں سے آیا۔ مذکار اپنی پالکی میں بیٹھا ہوا غیر متغیر سکوت و تحمل کے ساتھ اپنے اطراف دیکھ رہا تھا۔ وہ ابھی ابھی ان لوگوں سے جدا ہوا تھا جو اس سے بہت ہی قریب ہی تعلق رکھتے تھے۔ ان کی آواز کی طرف سے یورپی وزرائے عدل بھی متاثر ہو گئے تھے، لیکن اس قیدی کی آہی روایت پر اس کا خفیف سا اثر بھی نہیں پڑا۔ صرف ایک خواہش جو اس نے ظاہر کی یہ تھی کہ اس کی نعش کو لے جانے کے لیے خود اس کے فرقہ پر وہت کے لوگ حاضر رہیں۔“

جب ڈپٹی شریف اور میں دونوں اس کے ہمراہ چلنے لگے تو ہم اس کے طرز عمل کو نہ دیکھ سکے تا وقتیکہ ہم سب سولی کے مقام پر نہ پہنچ گئے یہاں مجمع بہت کثیر تھا لیکن منگائے کی خفیف سی علامت بھی نہیں پائی جاتی تھی۔ راجہ پالکی میں بیٹھا ہوا تھا جسے کہہ کر اپنے کندھوں پر اٹھائے ہوئے تھے اور وہ پہلے پہل کسی قدر توجہ کے ساتھ اپنے گرد و پیش دیکھ رہا تھا۔ میں نے اس کے چہرے پر یا اس کے طرز عمل میں خفیف ترین اضطراب بھی نہیں دیکھا جب کہ اس کی نظر سولی پر یا کسی رسم پر پڑی جو یہاں ادا ہو رہی تھی۔ اس نے برہمنوں کو طلب کیا جو اس وقت تک

نہیں آئے تھے اور وہ کسی قدر بے چین سا ہو گیا گویا اسے یہ اندیشہ تھا کہ ان برہمنوں کے پہنچنے سے پہلے اسے سولی دے دی جائے گی۔

میں نے یہ موقع پا کر اسے یقین دلایا کہ میں خود اس کے وقت کا انتظار کر سکتا ہوں نیکہ ابھی صبح ہوئی ہے اور کوئی جلدی نہیں ہے۔ اس کے بعد ہی جب برہمن آگئے تو میں نے یہ خیال کر کے کہ ان سے شاید وہ تھلے میں کچھ کہے گا عمدہ داروں کو وہاں سے ہٹا دیا، لیکن اس نے اشارے سے مجھے روکا اور یہ کہا کہ اس نے راجہ گورداس اور اس کے زمانے کی حفاظت کے متعلق جو کچھ کہا تھا اس کی یاد دہی کے لیے وہ ان سے چند لفظ کہنا چاہتا ہے۔ اس نے مجھ سے گفتگو کی اور یہ خواہش کی کہ ان لوگوں کی حفاظت کی جائے کیونکہ یہ اس کی نعش کو اپنی حفاظت میں لینے والے ہیں اور اس نے بار بار یہ خواہش کی کہ اس کی نعش کو تماشا ٹائی چھونے نہ پائیں، لیکن اپنے گرد و پیش کے مجمع سے وہ کچھ بھی خوف زدہ یا بے چین نہیں ہوا۔ لوگوں کی ناشائستگی کے باعث ضروری تیاریوں میں

کسی قدر تاخیر ہوئی۔ وہ کسی طرح اپنے معاملے کو طول دینا نہیں چاہتا تھا بلکہ بار بار مجھ سے کہتا تھا کہ وہ تیار ہے۔ جب میں نے دریافت کیا کہ آیا اور کوئی دوست ہے جس سے وہ لٹنا چاہتا ہے تو اس نے جواب دیا کہ دوست تو بہت ہیں لیکن یہ ان سے ملنے کا مقام ہے نہ موقع۔ کیا اسے یہ خوف دامنگیر ہوا کہ کوئی دوست جو موجود ہو مجمع میں سے باہر نہ آسکے گا؟ اس نے ایک شخص کا ذکر کیا جس کا نام پکارا گیا لیکن اس نے فوراً کہا کہ "یہ بے سود ہے، غالباً وہ نہیں آیا ہے" اس کے بعد اس نے مجھ سے یہ خواہش کی کہ میں جنرل کلیورنگ، کرنل ہانسن اور سٹروٹس کو "اس نے پھر مجھ سے یہ خواہش کی" اس کی ڈنڈوت پہنچاؤں اور وہ بہت کی کہ میں کونسل میں اس کے وہ بتوں کو ہی مطمئن نظر آیا۔ جب وہ گفتگو میں مصروف ڈنڈوت پہنچاؤں" نہ ہوتا تو پالکی میں لیٹ جاتا اور اس کے

ہونٹ اور زبان پہلے کی طرح حرکت کرتی رہتی۔

اس کے بعد میں نے اس کے اشارہ کرنے کے متعلق اس سے دریافت کر لیا جو مجمع کے شور و غل کی وجہ سے بذریعہ تقریر نہیں کیا جاسکتا تھا۔ اس نے کہا کہ وہ اپنے ہاتھ سے اشارہ کرے گا، لیکن جب اس سے بیان کیا گیا کہ اس کے ہاتھوں کا باندھا جانا ضروری ہے تاکہ کسی غیر ارادی حرکت کو روک دیا جائے اور جب میں نے اس سے کہا کہ وہ پاؤں سے اشارہ کرے تو اس نے کہا کہ وہ ایسا ہی کرے گا۔ اب آخری المناک رسم کے سوا کچھ باقی نہ تھا۔ میں نے حکم دیا کہ اس کی پالکی سولی کے قریب لائی جائے، لیکن اس نے پیدل چلنا ہی پسند کیا اور وہ اس قدر سیدھا چل رہا تھا کہ میں نے عام طور پر اسے اس طرح چلتے نہیں دیکھا تھا۔ ان برہمنوں کے پیچھے جو سولی کے تختے کی طرف رہنمائی کرتی تھیں اس نے اپنے ہاتھ پیچھے کر دیئے تاکہ ان کو رومال سے باندھ دیا جائے۔ ساتھ ہی ساتھ وہ نہایت بے اعتنائی سے اپنے گرد و پیش دیکھنے لگا۔ اس کے منہ پر کپڑا باندھنے کے متعلق کچھ شواہد پیدا ہوئیں۔ اس نے لوگوں سے کہا کہ ہم میں سے کوئی شخص کپڑا نہ باندھے۔ میں نے ایک زبردست فوجی عہدہ دار کو جو برہمن تھا اور ایک رومال اپنے ہاتھ میں لے کر آیا اس کے سامنے پیش کیا، لیکن

راجہ نے خود اپنے ایک ملازم کی طرف رخ کیا جو اس کے پاؤں پر سرنگوں پڑا ہوا تھا اور اسے کپڑا باندھنے کے لیے اشارہ کیا۔

اس کے پاؤں کسی قدر کمزور ہونے اور اس کے ہاتھ باندھے جانے سے "سولی پر استقلال کے ساتھ" سیڑھیاں چڑھنے میں اسے دقت ہوئی "لیکن اس نے کچھ بھی بے اعتنائی چڑھا"

نظارہ نہیں کی بلکہ ہاتھوں کے بل کھڑا ہونے کی کوشش کی۔ اس کے بعد وہ تختے پر سیدھا کھڑا ہو گیا اور میں حتی الامکان مستقل مزاجی سے اس کے چہرے کو کپڑے سے ڈھانکے جانے تک بہ نظر غائر دیکھتا رہتا تاکہ یہ معلوم کروں کہ خوف اور دہشت کی کوئی مخیف سی علامت بھی میرے مشاہدے میں آسکے گی لیکن یہاں یہی کوئی علامت نہیں تھی۔ خود میری ہمت ٹوٹ گئی اور میں اپنی پانکی چرچڑھا لیکن اس میں میرے بیٹھنے سے قبل اس نے اشارہ کر دیا اور سولی کا تختہ ہٹا دیا گیا۔ "اور جلا دیا اشارہ کیا"

جب مجھے ذرا سکون ہوا تو میں یہ دیکھ سکا کہ اس کے ہاتھ اسی طرح پیچھے کی طرف تھے جس طرح میں نے ان کو باندھے جانے کے وقت پہلی مرتبہ دیکھا تھا۔ اس کے چہرے کے اس حصے پر جو نمایاں تھا میں کوئی شکن نہ دیکھ سکا۔ مختصر یہ کہ اس سارے رقت انگیز معاملے کے دوران میں اس کا استقلال، اطمینان اور عزم کسی ایسے نمونہ استقلال و استحکام سے کم نہیں تھا جسے میں نے کبھی پڑھایا نہ ہو۔ اس کی نفس کو مقررہ وقت تک معلق رکھنے کے بعد نیچے اتارا گیا اور اسے جلانے کے لیے برہمنوں کے حوالے کیا گیا۔

وہ ہنرمندی جس کے ذریعے اس طویل بیان کے پورے نتیجے کو پیش کیا گیا ہے تاکہ اس کی ہر وہ چیز جس سے ایک اصلی تصویر کھینچ جاتی ہے محفوظ ہو جائے اور کامل صحت بیان طموخ رہے حالانکہ بعض صفحات کو بائیس سطور کی عبارت میں گھٹا دیا گیا ہے میرے خیال میں ادبی کمال کا ایک قابل یاد گار نمونہ ہے۔ پھر حال میکائے کورٹ میکر یہی کے بیان سے اطمینان نہیں ہوا۔ وہ اپنا بیان حسب ذیل جاری رکھتا ہے:۔

"جوں ہی سولی کا تختہ گرا بے شمار تماشائیوں سے رنج و مایوسی کا شور و غل

بلند ہوا سیکڑوں نے اس کو یہ منظر سے منہ موڑ لیا اور پر زور آہ وزاری کرتے ہوئے وہ دریائے ہنگلی کی طرف دوڑنے لگے اور اس کے مقدس پانی میں کود پڑے گویا وہ اپنے کو اس گناہ سے پاک کرنا چاہتے تھے جو اس جرم کے دیکھنے سے سرزد ہو گیا تھا۔

یہ بیان مواخذہ سے متعلق سرگلبرٹ ایٹ کے اس مضمون تقریر سے لیا گیا ہے جس میں ذیل کی عبارت درج ہے:-

”جب یہ دردیہ وقوع پذیر ہو رہا تھا تو گرد و پیش کے لوگ بچ خوف اور تردد میں مبتلا تھے۔ ایک قسم کی توہم آمیز بے اعتقادی کے ساتھ وہ یہ یقین نہیں کر سکتے تھے کہ واقعتاً راجہ کی جان الٹی جائے گی، لیکن جب انھوں نے اسے بندھا ہوا دیکھا اور سولی کا تختہ گر گیا تو ان سب نے شور و غل مچایا اور خوف و مایوسی کی نہایت دل خراش آوازیں لگاتے ہوئے ان میں سے اکثر لوگ دریائے گنگا تک دوڑے اور پانی میں کود پڑے گویا وہ اس ظلم سے اپنا منہ چھپا رہے تھے جو انھوں نے دیکھا تھا یا اس گناہ سے وہ اپنے کو پاک کرنا چاہتے تھے جس میں اس منظر کے دیکھنے سے وہ مبتلا ہو گئے تھے“

۱۔ پارلیمنٹری تاریخ، جلد ۲، صفحہ ۴۲۱۔

۲۔ میکالے کی یہ تحریر مشر میکربھی کے بیان پر مشتمل ہے۔ ملاحظہ ہو مذکور بالا بیان۔

۳۔ میکالے کی بیان کردہ ”پر زور آہ وزاری“ میں سب کچھ داخل ہے۔ اس کے علمی ذوق نے اسے بتایا کہ جب ”عام شور و غل“ بکسا گیا تو ”خوف و مایوسی کی نہایت دل خراش آوازیں“ کے تذکرے کی ضرورت نہیں ہے۔

۴۔ مقامی خصوصیت کے متعلق لارڈ میکالے کا اس لفظ جو اس نے صحیح طور پر لکھا گیا ہے ہنگلی اور پانی کی بجائے مقدس پانی کہہ کر غلط ہر کیا ہے نیز اس کا طرز بیان قابل دید ہے جس میں وہ پانی کے تقدس کو اس پاکیزگی سے نسبت دیتا ہے جو ایک سوئی یافتہ برہمن کے دیکھنے کے جرم کی بنا پر حاصل کی جائے۔ سرگلبرٹ کے تعابیر میں اس بیان کا آخری حصہ زیادہ شستہ ہے۔

ان بیانات پر مسٹر اپی بہت غضب ناک نظر آتا ہے۔ وہ میکر ہی کے بیان کے متعلق یہ کہتا ہے کہ ”یہ وہ خط ہے جسے پھانسی کے بارہ یا تیرہ سال بعد تک کبھی کسی نے دیکھا نہ سنا جب کہ سرالچا اپی کے دشمنوں نے پارلیمنٹ اور انگلستان کے باشندوں کو خوف زدہ کرنے کے لیے اسے پیش کیا تھا“ اور وہ خیال ظاہر کرتا ہے کہ ”اس خط کو خود فرانس کے مشاق و ماہر ہاتھ نے لکھا یا لکھ لیا یا درست کیا ہے“۔ مسٹر بسٹیڈ نے ایک ایسے بیان کا انکشاف کیا ہے جو کلکتے کے ایک اخبار مطبوعہ اکتوبر ۱۸۵۷ء میں شائع ہوا تھا جس میں نذکار سے متعلق مسٹر میکر ہی کی انجمنی کی اس یادداشت کا حوالہ درج تھا جو اس وقت انگلستان میں شائع ہوئی تھی، لیکن اس سے یقیناً یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ وہ یادداشت جس کا ذکر ہئی گزٹ میں ۱۸۵۷ء میں کیا گیا ہے بالکل وہی ہے جو سال نامہ بابت مسئلہ میں شائع ہوئی ہے۔ اگر وہی ہے تو فرانس نے میکر ہی کی موت جو ۱۸۵۷ء میں واقع ہوئی اور اس اشاعت کی جس کا ذکر ۱۸۵۷ء میں کیا گیا درمیانی مدت میں اسے درست کیا ہے۔ بہر حال کوئی شہادت موجود نہیں ہے کہ اس نے ایسا کیا۔ ان اہم امور کا جو بیگانے کے بیان میں پائے جاتے ہیں اور غاص کر ان سیکڑوں لوگوں کا جو دریائے ہنگلی میں کود پڑے ذکر کرنے کے بعد (جن کا ذکر میکر ہی نے نہیں کیا ہے) مسٹر اپی کہتا ہے کہ ”جو لوگ کلکتے میں موجود تھے انھوں نے اس طرح کا کوئی واقعہ دیکھا نہ سنا“ پھر تو یہ بھی درست نہیں۔ بے شہرہ میگانے نے سرکلبرٹ ایٹ کے بیان کو نقل کیا، لیکن سرکلبرٹ ایٹ نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ اس نے صرف اس امر کی نسبت کہ بعض ہندوستانی لوگ دریائے ہنگلی میں کیوں کود پڑے ایک گواہ روایت کے ایجابی بیان پر خود اپنے قیاس سے رنگ چڑھا دیا۔ مجلس ٹوشے کے روبرو اپنی شہادت میں کپتان کاؤ نے جب کہ اس سے یہ دریافت کیا گیا کہ ”آیا وہ نذکار کی پھانسی کے متعلق کوئی خیال ظاہر کر سکتا ہے یہ کہہ سکا کہ

۱۷۔ کلکتہ قدیم کی مدائے بازگشت، صفحہ ۶۲۔

۱۸۔ کلکتہ قدیم کی مدائے بازگشت، صفحہ ۶۰۔

۱۹۔ رُوداد شہادت، صفحہ ۶۱۔

اس نے ایک جدید قلعے کی دیوار پر سے جو پھانسی کے مقام سے نصف میل سے بھی کم فاصلے پر واقع تھا پھانسی کے عاجلانہ فعل کے سوا سب کچھ دیکھا۔ وہاں آٹھ یا دس ہزار آدمی جمع تھے جو راجہ کو سو لی پر چڑھاتے ہی ”آہ با پورے“ پکارتے ہوئے فوراً منتشر ہو گئے اور سو لی کے قریب شریف اس کے ملازمین اور چند یورپی تماشاخیوں کے سوا اور کوئی شخص نہ تھا۔ اس نے الفاظ ”آہ با پورے“ کی یہ تشریح کی ہے کہ یہ ایک ندائیہ فقرہ ہے جو کالے لوگ کسی خوفناک شے کے ظاہر ہونے یا خود کے کسی بڑی مصیبت میں مبتلا ہونے پر بولتے ہیں۔ ان لوگوں نے اس وقت تک جب کہ فی الواقع اسے سو لی دی گئی یہ خیال نہیں کیا کہ اس کی جان لی جائے گی۔ ان میں سے اکثر لوگ ایک برہمن کو اس طرح ذلت کے ساتھ سو لی پر چڑھتے دیکھ کر خوف کے مارے دریا کے اندر بھی کو دپڑے۔“

میرے دوست سرائے لائل نے ازراہ مہربانی منڈکار کی پھانسی سے متعلق بنکال میں اپنے دوستوں کے ذریعے تحقیقات کرائی جس کی بدولت عدالت عالیہ کے ایک جج کے سامنے کلکتے کے ایک دیسی باشندے کی جانب سے ایک خط پیش ہو گیا۔ اس میں حسب ذیل حیرت انگیز عبارت درج ہے:

”آپ کے خط سے پہلی مرتبہ مجھے یہ علم ہوا کہ برہمن خاندانوں میں یہ روایت ہے کہ وہ اس پھانسی کی وجہ سے کلکتہ نہیں آتے تحقیق کرنے پر مجھ سے یہ کہا گیا کہ اس واقعے کے بعد کئی سال تک کلکتے کو خوف کی نظر سے دیکھا جاتا تھا لیکن یہ احساس ایک مدت قبل ہی مٹ چکا ہے۔ بہر کیف یہ بیان بالکل صحیح ہے کہ اس پھانسی کی وجہ سے متعدد خاندان کلکتہ چھوڑ کر بالی میں بس گئے۔ بالی میں کئی درجن خاندان ایسے ہیں جن کے آبا و اجداد کلکتے میں رہتے تھے۔“

نوٹ۔ اس کے نقلی معنی ہیں ”ادہ باپ“۔

۱۰۔ یہ ایک گاؤں ہے جو ضلع ہنگلی میں دریائے ہنگلی کے داہنے کنارے پر واقع ہے۔ یعنی کلکتے کی سمت مقابل پر (ملاحظہ ہو ”امپیریل گزیٹیئر“)

## آکھواں باب

زندگاری کی پھانسی سے لے کر اپنی کے مواخذے تک  
کے واقعات

دارن ہیٹنگز اور اپنی کے مواخذے کی ساری تاریخ میں ایک عجیب و غریب  
خصوصیت یہ پائی جاتی ہے کہ وہ واقعات جن کو جرائم قرار دیا گیا ایسے تھے جو  
زیادہ تر دن دہاڑے اور کسی قسم کے اخفا کے بغیر ظہور پذیر ہوئے تھے۔  
متعدد مواقع پر ان کا اندراج سرکاری کاغذات میں معمولی کاروبار کے  
دوران میں کیا گیا تھا اور کئی سال تک تا وقتیکہ باشندگان ملک کو عام طور پر ان کا  
علم نہ ہوا ان کو کبھی جرائم تصور نہیں کیا گیا۔ زندگاری کی پھانسی اور اپنی کے  
مواخذے کا درمیانی وقفہ تقریباً اسی قدر وسیع ہے جس قدر ۱۸۸۵ء اور ۱۸۸۶ء کا  
درمیانی وقفہ ہے جب کہ لارڈ میٹو و میرٹے لارڈ میٹو کے زمانے میں ایسے معاملات  
وقوع میں آئے جن پر توجہ اور بحث ہونے لگی لیکن محض یہ واقعات کہ چودہ سال  
گزر چکے تھے اور اس اثنا میں تمام متعلقہ اشخاص ان معاملات سے خوبی واقف  
ہو چکے تھے اور عام طور پر ان پر بحث ہو سکتی تھی علماً ان سے متعلق از سر نو  
سوالات اٹھانے کے لیے ایک ناقابل عبور سد راہ ہو جاتے ہیں۔ اگر کسی طرح  
ان سوالات کو پھر چھیڑا جائے تو یہ پھر معلوم کرنا ایک بڑا اہم کام ہو گا کہ ۱۸۸۵ء میں

وہ لوگ جو موجود تھے اور جن کو معاملات مذکور کے مشاہدے کا موقع حاصل تھا اور جن پر اپنے مشاہدے کے مطابق عمل کرنے کی ذمہ داری بھی تھی ان سوالات کے متعلق کیا خیال کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے نہایت احتیاط کے ساتھ ان تمام واقعات کو بیان کیا ہے جو ننگار کے مقدمے کی تحقیقات کے وقت ہندوستان میں پیش آئے اور جن سے ان جذبات کا اظہار ہوتا ہے جو اس تحقیقات سے مشتعل ہو گئے ہیں نے یہ بتایا ہے کہ جس وقت اور جس مقام پر واقعات مذکور پیش آئے وہاں اس وقت ان سے کوئی ناراضی پیدا نہیں ہوئی۔ ننگار کی تائید میں کسی شخص نے کوئی آزاد رائے بھی ظاہر نہیں کی کونسل کی اکثریت نے اس کی درخواست پر غور کرنے یا اس کی طرف دست امانت بڑھا کر اسے بجانے سے حقارت کے ساتھ انکار کر دیا حالانکہ اس سے زیادہ آسان اور کوئی کام نہ ہو سکتا تھا۔ جو رائے عامہ اس وقت کلکتے میں پائی جاتی تھی وہ بالکل اس کے خلاف تھی اور اس کے اُس خیال کی صداقت کی تائید کرتی تھی جو اس نے فرانسس سے ظاہر کیا تھا کہ تمام طبقوں کے لوگ یورپی، مسلمان اور ہندو اس کے مخالف ہیں۔ مہلت کے لئے بھی کوئی درخواست سبز ایک کے جو غالباً اس کے داماد کی جانب سے تھی پیش نہیں کی گئی۔ بہر حال اس سے ایک ناممکن تصور اس احساس کا حاصل ہوتا ہے جو اس وقت کلکتے میں پایا جاتا تھا اور یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ تحقیقات اور حکم سزا کے متعلق کوئی بے اطمینانی پیدا نہیں ہوئی تھی۔ ننگار کی بیجانسی کے چند روز بعد ہی ایک معاملہ وقوع میں آیا جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ خود کونسل کے اکثر ارکان نے اس وقت یہ باور نہیں کیا تھا کہ ایک خون ناحق کا از نکاب ہوا ہے اور اگر انھیں اُن بزدلوں کے زمرے میں داخل کیا جائے جو غیر طبعی خوف کی بنا پر اس قسم کے فعل سے چشم پوشی پر آمادہ رہتے ہیں تو یہ ایک ایسی لعن طعن ہے جو کوئی شخص ان پر عائد نہ کرے گا۔ اس واقعے سے میکالے صریحاً لاعلم تھا۔ اس کی طرف جیسٹس ل نے اشارہ نہیں کیا ہے بہر صورت اس کا علم ہونا چاہئے۔ نوجوان مسٹر ایپی نے اپنے باپ کی جانب سے جواب دہی میں اس کو ایک مجددے طریقے سے پیش کیا ہے۔ مسٹر میڈول نے اپنی کتاب "وقائع حیات فرانسس" میں اس کی طرف صحیح طور پر توجہ کسی تفصیل کے بغیر اشارہ کیا ہے۔ مسٹر بیورج نے اس کو نظر انداز کر دیا ہے اور میرے خیال میں اس کی اہمیت کو اس نے

نہیں سمجھا۔ وہ مختصر طور پر اس کا ذکر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ فرانسس کے جرم فعل کی تائید کرنا اس کا فرض نہیں ہے کیونکہ وہ (فرانسس) کوئی ولی نہیں تھا۔ امپی کے خلاف جو الزامات لگائے گئے ان کی وقعت و اصلیت کی حد تک میرے خیال میں واقعہ مذکور کو بہت بڑی اہمیت حاصل ہے، لیکن میں امپی کے مواخذہ سے کا بیان شروع کرنے تک اس کی تفصیل کو نیز ان خیالات کے اظہار کو جو اس کی بنا پر پیدا ہوتے ہیں ملتوی رکھتا ہوں۔ فی الحال یہ کہہ دینا کافی ہے کہ ۱۴ اگست کو نندھار کی بچھانسی سے فوروز کے بعد کلیرنگ نے کونسل میں ایک درخواست پیش کی جو اسے نندھار کی جانب سے اس کی بچھانسی سے ایک روز قبل وصول ہوئی تھی۔ اس درخواست کی نسبت فرانسس کی تحریک پر آخر کار یہ ہدایت دی گئی کہ اس توہین آمیز تحریر کو جلا دینا اور آتش کر دے اور اس کی تمام نقول تلف کر دی جائیں۔ اس واقعے کو خفیہ مجلس مشاورت میں تفصیل کے ساتھ فلینڈ کیا گیا ہے، لیکن اس سے درخواست کے مضمون کے متعلق کوئی چیز ظاہر نہیں ہوتی۔ تقریباً چودہ سال کے بعد امپی نے اس مضمون کا انکشاف کیا جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہو گا اور اسے بہت بڑی اہمیت حاصل ہے۔

اس وقت میں اسے نظر انداز کرتا ہوں۔

۱۴ اگست کو جوں نے کونسل کو یہ کھاکہ ”ایک کاغذ کو جس میں صدر عدالت کے ججوں کے خلاف غلط، مزہل حیثیت عرفی اور بغض آمیز الزام لگایا گیا۔ ہے اور جو آپ کی مجلس میں پیش ہوا تھا توہین آمیز تحریر قرار دینے کے بعد جلا دیا گیا“ اس کا حکم دے کر اس زبوں حملے کے خلاف جو عدالت عامہ پر کیا گیا تھا آپ نے جس مناسب احساس کا اظہار فرمایا ہے اس کے لئے ہم آپ کی خدمت میں اپنا ہدیہ تشکر پیش کرتے ہیں۔“ اس کے بعد انھوں نے اس کا مذکور اور اس سے متعلق کسی یادداشت کی نقل طلب کی جو کونسل کے رجسٹروں میں درج ہو اور انھوں نے اپنے خط کے ساتھ ان عضد اشقوں کی نقول جن کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے منسلک کر دیں تاکہ کونسل انھیں انگلستان کو منتقل کر دے۔ ان عضد اشقوں کو وہ تحریر ازالہ حیثیت عرفی کی براہ راست ترموید عام سمجھتے تھے۔

۱۴۔ ٹوٹنے کی درخواست، ضمیمہ عام نشان، منسلک ۲۰ و ۲۱۔ از عدالت بنام کونسل ۱۴ اگست ۱۹۶۵ء۔ از کونسل بنام عدالت ۱۴ ستمبر۔

ارکان کونسل نے اپنی یادداشتوں کی نقول دینے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے کہا کہ اس توہین آمیز کاغذ کو جلا دیا گیا ہے اور اس کے تمام تراجم کو تفت کر دینے کا حکم دے دیا گیا ہے اس لئے اس کاغذ کی کوئی نقل بھی نہیں دی جاسکتی۔ ارکان مذکور نے جبوں سے یہ دریافت کیا کہ ”آپ نے کس سے یہ تہمت آمیز اطلاع حاصل کی جو معلوم ہوتا ہے ہماری مجلس کے صیغہ راز کی کارروائیوں کے اس موقع پر نیز دیگر مواقع پر آپ کو پہنچائی گئی ہے۔ اس خط پر تمام ارکان کونسل کے دستخط تھے جن میں سٹیٹنگز بھی شامل تھا۔

اس معاملے کے بعد ایک مناقشہ چھڑ گیا اور یہ مقدمہ مذکار کے متعلق قابل ذکر آخری واقعہ ہے جو ہندوستان میں پیش آیا۔ ۱۵ ستمبر اور ۲۱ نومبر کو کونسل کی اکثریت نے ایک یادداشت قلمبند کی جس میں مذکار کے مقدمے سے متعلق فحشوں کے خلاف کسی بدکرداری کا واقعہ الزام لگائے بغیر اس کی طرف نہایت زبوں و ناگوار اشارے کئے۔ یہ اشارے ایسے تھے جن کو میرے خیال میں کوئی چیز حتیٰ یہ جانب قرار نہیں دے سکتی تھی بجز اس کے کہ ان کی تائید باوقفت شہادت کی قوت سے کی جائے لیکن اس نوعیت کی شہادت یقیناً اس وقت موجود نہیں تھی ماونہ کسی آئینہ پیش کی جاسکتی تھی۔ یہ اشارے حسب ذیل ہیں:-

”میں یقین کرتا ہوں کہ مذکار کی وفات کے بعد گورنر کو اس کا بخوبی اطمینان تھا کہ کوئی شخص جسے اپنی ذاتی حفاظت کا خیال ہو اس پر الزام لگانے کی جسارت نہ کرے گا۔ اس نازک نوعیت کے مسئلے پر ہمارے لئے یہ مناسب ہے کہ ہر دہانت دار شخص کو

۱۔ ٹوٹے کی درخواست، ضمیمہ عام، نشان، منسلک ۲۸۔ یہ یادداشت اپنی کے اس خط کے حاشیے میں درج ہے جو ۲۰ جنوری ۱۹۴۶ء کو اس کے جواب میں وزیر ہند کے نام لکھا گیا تھا۔

۲۔ یہ واضح نہیں ہے کہ ”میں“ سے مراد کون ہے۔ اپنی نے اپنے خط میں جو وزیر ہند کے نام لکھا گیا تھا یادداشت کو اس طرح بیان کیا ہے: ”گورنر جنرل نے ان چند روز کے اندر کئی یادداشتیں میرے پاس روانہ کی ہیں جن پر جنرل کلیوڈنگ، کرنل ہانسن اور سٹریٹس کے دستخط ہیں۔ ایک یادداشت پر ۱۷ ستمبر ۱۹۴۵ء کی تاریخ ثبت ہے اور دوسری یادداشتوں پر ۲۱ نومبر ۱۹۴۵ء“

اس کے خیالات پر چھوڑ دیا جائے۔ بہر حال انگریز قوم پر یہ واضح کر دینا چاہئے کہ اس جمل کا ارتکاب جس کا الزام راجہ پر لگا یا گیا کئی سال سے جو رہا سمجھتا ہے کہ اس نشان میں سینکڑوں نے اس کی حفاظت کی اور اسے اپنا آڈو کار بنایا ہے کہ نواب کے محل میں ایک اعلیٰ اہم دے پر ایک لاکھ تنخواہ کے ساتھ اس کے بیٹے کا تقرر کیا گیا اور یہ کہ وہ الزام جس کا اعتقاد اس کی تباہی پر ہو اس وقت تک نہیں لگا یا گیا جب تک کہ خود اس نے پیش روی کر کے گورنر جنرل پر بد کرداری کا ایک خاص الزام عائد نہیں کیا ہے۔ ۲۱ نومبر کی یادداشت میں شی شخص کہتا ہے کہ ”یہ قرین قیاس معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کا بغبن عام طور پر عمل میں آیا کرتا ہے۔ موجودہ حالات میں ان واقعات کا براہ راست ثبوت ہم پہنچانا غیر ممکن اہل نہیں تو دشوار ضرور ہے۔ جہاں راجہ نذکار کی پھانسی سے جو دہشت ہندوستانیوں کے دلوں میں بٹھ گئی ہے۔ وہ نہیں مٹ سکتی ہے کیونکہ اس نے اگرچہ جمل کے جرم میں سزا پائی تاہم ہندوستانی باشندے یہ خیال کرتے ہیں کہ اسے پھانسی اس لئے دی گئی کہ اس نے گورنر جنرل کے خلاف شکایت کرنے کی جسارت کی۔ یہ خیال بے بنیاد ہونے کے باوجود ہندوستانیوں میں پھیلا ہوا ہے اور انھیں قدرتی طور پر واقعات کا امتحان کرنے سے باز رکھتا ہے جس کے نتائج ان کے حق میں بھی اسی طرح ہلک ہو سکتے ہیں۔ سزا کا نشا عام طور پر عبرت دلانا ہے تاکہ ارتکاب جرائم کا انسداد ہو جائے، لیکن صورت ہذا میں ہمیں خوف ہے کہ اس سے امتحان واقعات میں مزاحمت ہوئی ہے۔“ ۵ اکتوبر کی یادداشت کے ایک اور حصے میں انھوں نے لکھا ہے کہ ”ساتھ ہی ساتھ ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ ہمیں اس (سینکڑوں) کے خلاف صدر عدالت میں دعوے دائر کرنے کی زیادہ فکر نہیں ہے“

ان خیالات کے متعلق اپسی کی رائے کا اقتباس یا خلاصہ پیش کرنا غیر ضروری ہے کیونکہ اپسی کے موافقہ پر بحث کرتے ہوئے میں ضمناً ان الزامات میں سے پر توجہ کرے گا۔ میں صرف یہ کہوں گا کہ وہ غلطیوں کے یہ بھی کہتا ہے کہ جوں نے نذکار کی تحقیقات کے اس بیان کو جس کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے بغرض اشاعت انگلستان روانہ کیا اور جیسا کہ اس کے رابطے کے ابتدائی الفاظ میں درج ہے اس کی تحریر غیر اشتعال انگیز ضرر کے تیز ترین احساس کے تحت وجود میں آئی ہے۔

اس مراسلے کی روانگی کے وقت سے جس کی تاریخ ۲۰ جنوری ۱۹۶۹ء ہے اپریل ۱۹۶۹ء تک نذکار کے مقدمے کی تحقیقات کے متعلق کوئی چارہ کار اختیار نہیں کیا گیا۔ ۱۹ نومبر ۱۹۶۹ء کو نطمانے لارڈوسے آؤتھ کے نام جو اس وقت وزیر ہند تھا ایک تفصیلی مراسلہ لکھا جس کے ساتھ تین سٹمٹس منسلک تھے اور جس میں ان نطمانے صدر عدالت کے خلاف اپنی تمام شکایتوں کو بیان کیا تھا۔ انھوں نے نذکار کے مقدمے کی نسبت اپنی رائے آخر وقت تک محفوظ رکھی، انھوں نے اس کی پھانسی کو ملتوی نہ کرنے کے متعلق ججوں کے طرز عمل پر ملامت کی اور نہایت شدت اور قوت تو ضیح کے ساتھ اس نظریے کے خلاف احتجاج کیا جس کو ججوں نے اس مقدمے میں غلط طریقے پر طے کیا تھا کہ انگلستان کے تمام قوانین فوجداری ان تمام باشندوں پر نافذ اور قابل پابندی ہیں جو ان کی عدالت کی حدود اختیار سماعت کے اندر بنگال میں رہتے ہیں۔ ان کے سامنے وہ یادداشتیں ضرور موجود ہو گئی جن میں کلپورنگ، مائن، اور فرانسس نے وہ اشارے کئے تھے جن کو اوپر بیان کیا گیا ہے، لیکن انھوں نے مقدمہ نذکار کی تحقیقات میں کسی نا انصافی یا کم از کم ججوں کی بدینتی کی طرف اشارہ تک نہیں کیا اور نہ انھوں نے مذکورہ یادداشتوں کو وزیر ہند کے پاس روانہ کیا بجز اپنی کے اس خط کے جس میں ان کے ایک حصے کی نقل بغرض تردید کی گئی تھی۔

۱۹۶۹ء سے ۱۹۷۰ء تک معاملات کی وہی حالت رہی جو میں نے بیان کی ہے۔ اس مدت میں حکومت ہند کے کل معاملے کی تحقیقات نہایت سستی کے ساتھ کی گئی اور اس کے کسی حصے کی تحقیقات اس قدر زیادہ سستی سے نہیں ہوئی جس قدر صدر عدالت کی عدالت گسٹری کی ہوئی۔ جس مجلس میں ٹوٹنے کی درخواست پیش ہوئی تھی اس نے اس موضوع پر ایک کتاب شائع کی جن کا حجم بہت بڑا ہے۔ اسی موضوع سے متعلق مختلف مسائل پر دیگر پارلیمنٹری مجلسوں نے گیارہ رپورٹیں شائع کیں۔ میں نے ان تمام رپورٹوں کا بڑی احتیاط سے مطالعہ کیا تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ آیا ان میں اپنی کے متعلق وہ امور درج ہیں جو اس کے موافدے کے وقت بیان کئے گئے تھے۔ اس موضوع سے متعلق مجھے

۱۷۔ ٹوٹنے کی درخواست، صمیمہ عام نشان۔

صرف دو حوالے ملے۔ پہلی رُو داد میں جو فروری ۱۹۴۷ء میں شائع ہوئی ایک عبارت ہے جو نذکار کے مقدمے پر روشنی ڈالتی ہے، لیکن اس میں اس کے سوا اور کچھ نہیں بیان کیا گیا ہے کہ اس کی تحقیقات اور پچھانسی سے ہندوستانی باشندوں کو صدمہ ہوا اور یہ کہ مجلس کی رائے میں ”یہ ممکن نہ تھا کہ وہ تمام حالات کو جمع کر کے اس واقعے پر ایک عام عدالتی کارروائی کی حیثیت سے نظر ڈالتی“ مجلس یہ بھی کہتی ہے کہ حکم ہنرا کی تعمیل ملتوی ہونی چاہئے تھی۔

گیارہویں رُو داد مورخہ ۱۸ نومبر ۱۹۴۳ء میں بھی نذکار کے مقدمے کا حوالہ دیا گیا ہے اور اس سے متعلق جو کاغذات تھے وہ مجلس مشاورت بنگال سے شائع ہو گئے ہیں اور ان میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس کا ذکر اوپر نہ کیا گیا ہو۔ مجلس ٹوشے سے متعلق رُو دادوں کے مضامین کا ذکر میں نے پہلے ہی کر دیا ہے۔

میں اس بات کو دو نہایت عجیب و غریب دستاویزوں کا ذکر کرتے ہوئے ختم کر دوں گا جن میں سے ایک پہلے کبھی شائع ہی نہیں ہوئی۔ اس کا تعلق اس خاص معین الزام سے ہے جو اہسی کے خلاف لگایا گیا تھا اور وہ یہ ہے کہ اگر اس کا عدالتی طرز عمل مطابق قانون اور جائز بھی تھا اسے بہ صورت نذکار کی درخواست جہلت منظور کرنی چاہئے تھی اور یہ کہ اس کے اس ترک فعل کی کوئی توجیہ نہیں ہو سکتی بجز اس کے کہ وہ پیشنگز کو مطمئن کرنا چاہتا تھا۔ میں فی الحال اس موضوع پر بحث نہیں کروں گا۔ اس کے متعلق بہت کچھ کہا جاسکتا ہے، لیکن میں اسے اہسی کے موافقہ سے پراٹھا خیال کرنے تک ملتوی رکھتا ہوں۔ مجھے محمولہ بالا کا ذرا اہسی کے اُن کاغذات میں دستیاب ہوا جو برطانوی عجائب خانے میں رکھے ہوئے تھے۔ یہ ایک خط ہے جو اہسی نے گورنر جانشین کو اگست ۱۹۴۷ء یا اپریل ۱۹۴۹ء میں لکھا تھا یہ خط جو اپنا

۱۔ اشاعت بابت ۱۹۴۷ء، جلد پنجم صفحہ ۱۲۴۔ مجلس ٹوشے کی رُو داد، نمبر ۱۹۴۷ء۔ بنگال کی عدالت سری کے متعلق مجلس فقہیہ کی گیارہ رُو دادوں میں سے پہلی رُو داد ۵ فروری ۱۹۴۷ء اور گیارہویں رُو داد ۱۸ نومبر ۱۹۴۳ء کو شائع ہوئی۔

۲۔ جلد ششم صفحہ ۶۹۹ تا ۷۱۱

۳۔ یہ کاغذ جو برطانوی عجائب خانے میں ہے ایک خط کا مسودہ ہے جس کو غالباً اہسی نے اصل کاغذ سے کچھتے وقت محفوظ رکھا تھا۔ اس مسودے میں چند فعلی اغلاط اور منزوات ہیں جن کی تصحیح میں نے تو سین باتھلیقا

مدعا بخوبی ظاہر کرتا ہے حسب ذیل ہے:-

”چونکہ میں آپ کی رائے کا بہت احترام کرتا ہوں اس لئے میں خوش ہوں کہ مجھے یہ موقع ملا ہے کہ نذکار کے خلاف سزائے موت کے حکم کی تعمیل سے متعلق کچھ عرض کروں کیونکہ آپ بھی اس تعمیل حکم کے بارے میں مجوں کی ذہنی کارروائی سے مطمئن نہیں ہیں۔ میں آپ کے ان محاسن کے مقابلے میں جن کا مجھے کافی احساس ہے آپ کی اس کشادہ دلی بے لوثی اور ہار یک بینی کا زیادہ شکریہ ادا کرتا ہوں جو آپ نے اپنی رائے کے اظہار میں ملحوظ رکھی ہے۔ جو بھاری کام میرے ذمے تھا اس کے نظر کرتے مجھے یہ کہنے کی اجازت دیجئے کہ میری یہ خواہش کہ نذکار کو ایک قابل رحم ہستی کی طرح پیش کروں اور اس کی سچائی کے التوا کی مہلت حاصل کروں آپ کی ممکنہ زور دار خواہش سے زیادہ قوی تھی اور خدا شاہد ہے کہ میرا یہ مصمم ارادہ تھا کہ اس کے مجرم قرار پانے کی صورت میں ایسا ہی کروں لیکن اس بد نصیب شخص اور ان اصحاب کے طرز عمل نے جن کے ہاتھوں میں حکومت کی باگ تھی میرے خیال میں اس امر کو ناکزیر کر دیا کہ عدل گنتری اور خود میرے خطہ آبرو کی خاطر مختلف تدابیر اختیار کی جائیں۔ اس کے مجسوس ہونے کے زمانے میں نیز تحقیقات کے دوران میں نئے نئے جعل اور بدترین دروغ ملفی کا جواز نکال ہوا وہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ میں کی ہے۔ اس پر تاریخ یوں ثبت ہے: ”گورنر جانشین ۱۸ اگست ۱۹۴۷ء  
 راپرل ۱۹۴۷ء“ اس سے غالباً وہ تاریخ ظاہر ہوتی ہے جبکہ اس خط کے وصول ہونے کی توقع تھی یا ہو سکتی تھی۔ ایک سال کے تذکرے میں گورنر جارج جانشین کا بار بار ذکر آیا ہے۔ ایک سال کا اڈیٹر  
 مسٹر ویٹیل اس گورنر کے متعلق اس طرح لکھتا ہے: ”جارج جانشین بوئسٹرال کے سر جیمس جانشین کا تیسرا  
 بیٹا تھا ۱۹۱۷ء میں مغربی فلوریڈا کا گورنر مقرر ہوا اور کارماؤتھ کے جارج سے کسی سال تک گمن رہا۔  
 اس کا انتقال ۲۸ جون ۱۹۴۷ء کو ہوا (ایکسال، جلد اول، حاشیہ ۲۸۲)۔ اس کے متعلق ایسکال یوں  
 بیان کرتا ہے: ”یہ ایک ایسا شخص تھا جس سے میں بہت واقف تھا اور جس نے جارج سوم کی موت  
 کے اس زمانے میں بہت کچھ اہمیت حاصل کر لی تھی۔ قدرت نے اس کے جسم کو ایک بھدے کے مضبوط  
 سانچے میں ڈھالا تھا اور اس کے مثال قوائے ذہنی اس کو دو لیت کئے تھے“ وہ ایک جسیدی  
 عہدہ دار تھا جو کچھ شہرت رکھتا تھا (ایسکال، جلد دوم، صفحہ ۶۸)۔

۷۔ ملاحظہ ہو اسد علی کا بیان شہادت۔

اصل جرم سے بھی زیادہ سنگین اور ظالمانہ تھا۔ تمام ملک کی آنکھیں اس کی طرف لگی ہوئی تھیں، ملازمت کے تمام مدارج کے لوگ تحقیقات کے وقت موجود تھے اور اس موقع پر سربراہ اور وہ ویسی جو کلکتے میں اور کلکتے سے کافی فاصلے پر مقیم تھے جمع ہو گئے تھے۔ جل اور دروغ حلفی کی سنگینی اُن لوگوں کے لئے جنھوں نے گواہوں کو دیکھا اور ان کے اظہار سانی کو سنا تھا بہت زیادہ موثر تھی یہ مقابلہ ان لوگوں کے جنھوں نے زور داد و تحقیقات کو پڑھا تھا حالانکہ یہ سنگینی یہاں بھی ظاہر ہوئی تھی۔ کسی قسم کی توجیہ سے ہندوستانی بارشند سے (جبکہ یورپی اشخاص ہمارے متعلق بہتر خیالات کی جانب مائل ہو گئے تھے) یہ نہیں سمجھ سکتے تھے کہ قیدی کی جالاک کے باعث اگر حکم سزا کی تعمیل نہ ہوئی ہوتی معدلت سے گریز نہ ہو سکتا تھا تا وقتیکہ اس کو ججوں کی بد کرداری یا بزوری سے یا گورنر جنرل یا کونسل کے حاکمانہ اقتدار سے منسوب نہ کیا جائے۔ میں اس بات کو آپ کے غور و فکر کے لئے چھوڑ دیتا ہوں کہ امور مذکور کا اثر اس نئی عدالت پر کیا پڑا ہو گا جس کا قیام ایسے لوگوں کے درمیان عمل میں آیا تھا جو ظلم و تعدی کے خوف اور وزن سے اس قدر محکوم منقلب اور غمبول ہو گئے تھے کہ نہایت ناقابل برداشت مضر تیں بھی ان میں ایسا کافی اغما و نہیں پیدا کر سکتی تھیں کہ وہ اپنے ظالموں پر الزام لگانے کے لئے نہایت صداقت شعار و انصاف پسند عدالت میں رجوع ہوں۔

اس خیال کا میرے ذہن پر یقیناً بہت بڑا اثر پڑا۔ اس میں شک نہیں کہ اس ملک کی تمام عدالتوں میں بد کرداری ایک موثر ترین آلہ رہی ہے۔ ہندوستانی باشندوں نے معقول طور پر اس کو اٹل اور ہمہ گیر خیال کیا ہے۔ ججوں کی دیانت و داری ایک ایسا تصور ہے جو کسی باشندہ ایشیا کے ذہن میں بھی داخل ہی نہیں ہوا۔ یہی آخری اشخاص ہیں جن سے دیانت داری کی توقع کی جاسکتی ہے۔ مجھے اس امر میں بہت شک ہے اور میں یقیناً راسخ کے بغیر یہ نہیں کہتا کہ آیا موجودہ عدالت جو کلکتے میں قائم ہے کل صوبوں میں تنہا ایک ہی عدالت (نہیں) ہے جو انگریزی حکومت کے قیام سے اب تک اثر پذیر رہی اور بد کرداری سے بالکل پاک رہی ہے۔

اگر یہ مجرم سچ جاتا تو استدلال کی قوت نہ آئندہ تجربہ ایک بھی ہندوستانی باشندے کو یقین دلا سکتا کہ ججوں نے معدلت کا توازن زر سے نہیں کیا ہے اور یہ کہ معدلت

ہمیشہ غالب رہے گی۔ ہندوستان میں عام طور پر یہ یقین کیا جاتا تھا کہ جموں کو بڑی بڑی قومیں دیکھیں اور غالباً اس قسم کی افواہ انگلستان تک پہنچی ہے۔ جب پہلے پہل راجہ کے خلاف الزامات لگائے گئے تو ان لوگوں نے ہمیں اپنا اقتدار، عدل گستری کو مستحکم کرنے کے لئے استعمال کرنا چاہئے تھا اس کی توہین کرنے، اس کو کمزور بنانے اور جموں کو ڈرانے اور دھمکی دینے کے لئے اپنا اقتدار استعمال کیا۔ عام اثر کے باعث یورپوں کی جانب نہ صرف ایسے سلام و پیام جو نندکار سے بلند تر تہہ رکھنے والے دیسیوں کو بھی کچھ نہیں پہنچتے تھے اسے پیش کئے گئے بلکہ مجلس کو ایک دربار کی شکل میں تبدیل کر دیا گیا۔ اعلیٰ رتبے کی خواتین بھی کھلے طور پر تعزیت نامے بھیجنے لگیں۔ جن لوگوں کی غرض چالو سی تھی انہوں نے یہ مناسب جانا کہ وہ اپنے مریضوں کے طعام صبح اور جلسہ ملاقات کے وقت حاضر رہنے کی بجائے مجلس جا کر زیادہ موثر طور پر اپنی مقصد براری کریں۔ مصاحبین اور معتدین روزانہ مجلس جاتے تھے اور علی العموم سلامتی و حفاظت کا بار بار یقین دلاتے تھے۔ اس طرح کے تیقنات سے اس بد نصیب شخص پر بہت بڑا اثر پڑا۔ انہوں نے اس کو اور اس کے بلذین کو جو اطمینان دلایا اور جو ڈھٹائی ظاہر کی وہ اس کے حالات کے لحاظ سے غیر معروض تھی انہوں نے بیان کیا کہ جموں کو حکم سزا کی تمہیل کرانے کی جرأت نہ ہوگی۔ اس بارے میں ان لوگوں نے بھی اس کی بہت ہمت افزائی کی جو یہاں پر اقتدار اور انگلستان میں اثر رکھتے تھے۔ گورنر جنرل اور اس کی مجلس اعلیٰ نے کارروائی میں مداخلت کی اور یہ دعویٰ کیا کہ ان کو اس کی حفاظت کرنے کا اختیار ہے، انہوں نے حکام عدالت کا اظہار لیا اور جموں کے فیصلوں کو مسترد کرنے کی کوشش کی۔ مجلس مذکور کے چند ارکان نے کھلے طور پر یہ دھمکی دی کہ وہ جموں کو برطرف کر دیں گے اگر وہ سزا میں تخفیف نہ کریں۔ بعد ازاں ایک مرنے والے یقین والی کے ساتھ یہ بیان کیا کہ اس نے ان جموں کو برطرف کر دیا ہے جو سب سے زیادہ اس کے نزدیک مستوجب سزا تھے اور یہ کہ حکم برطرفی اس موسم کے جہانگے ذریعے لایا جائے گا۔

ان علانیہ کارروائیوں کے علاوہ بہت سی خفیہ سازشیں اور خوشامدیں بھی شروع کی گئیں تاکہ عدالت کے قانون اور جموں کے کردار کے متعلق عوام کی رائے کو متاثر کیا جائے۔

۱۵۔ اس کا اشارہ غالباً کلیونرنگ کی طرف ہے۔

آپ اس زمانے کے مزاج سے بآسانی یہ فیاس کر سکتے ہیں کہ کئی امور اس وقت وقوع میں آئے ہوں گے جو اگر یہ اس زمانے میں برسر موقع ہمارے فیصلے کو متعین کرنے کے لئے اہم اجزا کی حیثیت رکھتے تھے لیکن اب اگر ان امور کو تفصیل سے بیان کیا جائے اور محل وقوع سے دور ہو کر ان کے بانیوں کے عادات و اطوار کا گہرا علم حاصل کئے بغیر ان کو پڑھا جائے تو دیگر نفوس پر وہ اپنا پورا اثر نہیں ڈال سکتے۔

مجھے یقین ہے کہ آپ میری اس عقل سلیم کی داد دیں گے جس نے مجھے یہ توقع کرنے سے باز رکھا کہ قانونی سزا انگلستان میں میری شہرت یا صنعت کا باعث ہوگی۔ مجھے ان گرفت شدہ دلائل کا بخوبی علم تھا جو اس عام بحث کی غلط فہمی پر مبنی تھیں کہ ایک جدید قانون ایک ایسے ملک میں نافذ کیا جا رہا ہے جن کے باشندے طر و طریقہ قانون اور رسم و رواج میں انگلستان سے بالکل اسی طرح مختلف ہیں جس طرح وہ آب و ہوا، رنگ اور فاصلے میں مختلف ہیں اور میں یہ جانتا تھا کہ اس کی توجیہ ایسے واقعات پر منحصر تھی جو نہ تو یہی ہیں اور نہ جن کو اچھی طرح ذہن نشین کیا گیا ہے۔ میں یہ بھی جانتا تھا کہ یہاں جو کچھ وقوع پذیر ہوا ہے اس کے بیان پر جانب داری سے کام لے کر جھوٹا رنگ چڑھا یا جائے گا حتیٰ کہ غلط واقعات بیان کئے جائیں گے اور صریح الزامات لگائے جائیں گے۔ یہاں کونسل میں ایک کا فنڈیش کیا گیا تھا جس کا منشا یہ تھا کہ میرے خلاف ایک الزام کو قلمبند کیا جائے لیکن جس شخص نے اس کا فنڈ کو پیش کیا تھا وہ کسی قدر غور کرنے کے بعد اپنے ابتدائی منشا پر قائم رہنے کی جرأت نہ کر سکا۔ اس نے اس کو بدل دیا اور خود میں نے یہ سخر بک کی کہ اس کو جلا دے کہ اس سے جلا دیا جائے چنانچہ اس کو جلا دیا گیا۔ میں یہ جانتا تھا کہ انگلستان میں اس شخص کی کیا قوت اور وزن ہے اور میں یہ بھی جانتا تھا کہ ثابت قدمی میری امارت اور سیرت کے لئے خطرناک ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ میری تیز فہمی کی داد دیں گے جبکہ میں نے اس امر پر اپنے کو قطعاً مجبور پایا کہ ایک ایسے قیدی کے خلاف حکم سزا کی تعمیل کروں جسے اگر صرف اس کے اصلی جرم کو ملحوظ رکھا جائے میں خود پچانے کا بے حد آرزو مند تھا اور سنگین حالات میں بھی اس کو بچا لیتا

۱۔ میں یہاں اس لفظ کا استعمال سمجھنے سے قاصر ہوں۔

۲۔ فرانسس نے تحریک کی اور کیورنگ نے کاغذ پیش کیا۔

بشرطیکہ یہ امر میرے اس احساس کے مطابق ہوتا جو میں اپنے اس فرض کے متعلق رکھتا تھا جسے میرے سپرد کیا گیا تھا۔

مجھے یقین ہے کہ میں یہ باور کرنے کی کافی وجہ رکھتا ہوں کہ ان لوگوں کے متقابلے میں جو اس کی حفاظت کرنے کا وعدہ کرتے تھے میں اس کو بچانے کا زیادہ خواہش مند تھا۔ مجھے اس مجبوری سے بہت تکلیف ہوئی جس میں میں گھرا ہوا تھا اور یہ تکلیف شاید اسی قدر تھی جس قدر خود مجرم کے متعلق مجھے پہنچ رہی تھی۔ لیکن مجھے چونکہ ایک سرکاری عدالت کی حمایت کرنی تھی جس سے یہاں متغدد لوگوں کو دلچسپی تھی اس لئے اس کی اہمیت انگلستان میں میری شہرت کی بہ نسبت بہت زیادہ تھی کیونکہ وہاں میں محض ایک گننا شخص ہوں اور وہاں مجھ پر صرف انفرادی حیثیت سے اثر پڑ سکتا ہے۔ مجھے اس عدالت کی عظمت، دیانت، حریت اور افادت کو قائم رکھنا تھا جسے تک کے لئے باعث رحمت بنانے کی میں نے سرگرمی کے ساتھ کوشش کی تھی۔ اس قسم کا اثر پیدا کرنے کے لئے میں (دیر) جانتا تھا کہ ہندوستانی باشندوں کو یہ یقین دلانا ناگزیر ہے کہ یہ (عدالت) نامتقولیت بدر داری، اثر پذیری، خوف یاد باؤ سے بالاتر ہے۔ میں نے اپنے خیال کے مطابق اپنا فرض ادا کیا اور اسی لئے یہ تصفیہ کر لیا کہ میں اپنے احساسات کے بارے میں ایشیا سے کام لوں گا اور جو کچھ آئندہ پیش آئے اس سے نمٹ لوں گا۔ اگر میں وہ حصہ لیتا جس کی طرف یہ احساسات مجھے شدت کے ساتھ مائل کر رہے تھے تو مجھے یہ کامل اطمینان تھا کہ اس اثر کو جس سے مجھے ڈرایا جا رہا تھا اور جس سے خوف زدہ ہونے کی میں حقیقتہً وجہ بھی رکھتا تھا اس کی انتہائی حد تک میرے فائدے کی خاطر کام میں لایا جاتا۔

چونکہ اس مقدمے سے متعلق تمام حالات کا ایک تکمل خاکہ آپ کے سامنے پیش کرنا ناممکن ہے اس لئے میں یہ توقع نہیں کر سکتا کہ آپ ایک قطعی رائے اس طرح قائم کریں گویا آپ گلگتہ جاکے ہیں۔ میں جو کچھ کہنا چاہتا ہوں (اور میرا خیال ہے کہ آپ کو اس کا یقین دلانے کے لئے مجھے زیادہ کوشش کرنے کی ضرورت نہیں ہے) وہ یہ ہے کہ میں نے قانونی سزا کو ضروری خیال کیا اور ان اصول پر عمل کیا جو منصفانہ اور مستحکم نظر آئے۔

لے۔ یہ بیان ان لوگوں کے طرز عمل کو پیش نظر رکھتے ہوئے بالکل صحیح ہے۔

اس کی صداقت سے میں بہت زیادہ مطمئن ہوں کیونکہ وہ میری رائے پر مبنی نہیں ہے۔ ہرج نے مجھ کو طور پر اسے ضروری خیال کیا اور اس قدر واضح طور پر اسے بیان کیا کہ ان جھوں میں سے کسی کی جانب سے بھی کوئی مسئلہ، کوئی اشارہ اور کوئی عہد یہ ایسا ظاہر نہیں ہوا جو حکم سزا کو ملتوی کرنے کا خیف سا میلان بھی رکھتا ہو اور جیسا کہ میں جانتا ہوں مختلف جھوں نے مختلف طریقوں سے اس پر یہاں غور کرنے کی زحمت اٹھائی تھی اور جیسا کہ مجھے اس کا بھی علم ہے کہ عام مشاوری مجالس اور خانگی خطوط میں جو انگلستان روانہ کئے گئے جھوں پر یہ الزام لگایا گیا کہ وہ مخالفین کی ان مختلف جماعتوں سے متحد ہو گئے تھے جو اس وقت اس نوآبادی میں پھیلی ہوئی تھیں، مسئلہ زیر بحث پر جسے ایک فریق کے حق میں حاصل کرنے کی کوشش کی گئی پس و پیش کے بغیر کامل اتفاق ہو جانا خود اس امر کی کامل شہادت ہے کہ جو کارروائیاں کی گئیں وہ درست تھیں۔“

دوسری قابل ذکر دستاویز ایک بے حد نایاب کتاب کا اقتباس ہے جسے ترتیب دے کر دوبارہ طبع کیا جائے تو اس محنت کا کافی معاوضہ مل سکتا ہے۔ میں مسیر المتاخرین کی طرف اشارہ کر رہا ہوں۔ یہ کتاب سلطنت مغلیہ کے زوال کی تاریخ ہے جو ایک مسلمان سید غلام حسین خاں نے لکھی ہے اور جس کا ترجمہ ایک غریب الاطن فرانسسی نے کیا ہے جو اپنا نام مصطفیٰ بتاتا ہے۔ مصنف کا مطمح نظر صحت بیان نہیں ہے۔ اس کی تصنیف بے ربط اور بے ترتیب ہے اور اس کا مواد زیادہ تر افواہوں سے ماخوذ ہے، لیکن ویسی خیالات ویسی معاملات اور اٹھارویں صدی سے متعلق شمالی ہند کے اخلاقی و سیاسی حالات کے بیان کے لحاظ سے یہ نہ صرف لاجواب ہے بلکہ لاثانی بھی۔ حسب ذیل اقتباس اس کے محاسن اور معائب کی ایک اچھی مثال ہے۔ میں اس کو یہاں اس لئے درج کرتا ہوں کہ اس سے کونسل کے تشدد کے متعلق اچھی کے بیان کی تشریح اور توثیق ہوتی ہے اور اس لئے بھی کہ اس سارے معاملے کے متعلق ویسی آباوہی کے کسی حصے کی جو رائے تھی اس کی بھی وہ ایک واحد شہادت ہے جو اب دستیاب ہو سکتی ہے۔ یہ سچ ہے کہ مصنف ایک مسلمان ہے جو جیسا کہ میکالے نے بتایا ہے ”ایک ایسے زبردست ہندو کے خلاف اپنے بیان کردہ احساسات رکھے گا جس نے محمد رضا خاں کی تباہی کے ذریعے ترقی کرنے کی کوشش کی تھی۔“ میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ فرانسسی زبان کے

فقروں سے جو ترجمے میں بکثرت پائے جاتے ہیں کتاب کی ایک دلچسپ حوالی شکل ہو گئی ہے جو خوبی سے خالی نہیں۔ یہ مترجم جس نے اس کتاب کے ویباچے میں خود اپنی ہستی اور اپنی سرگزشت کے متعلق ایک نہایت عجیب و غریب بیان دیا ہے اپنے خیال کا اظہار یوں کرتا ہے: بدوہ شخص جسے پیدا کنشی طور پر انگریز ہونے کا فخر حاصل نہ ہو اور جو ایرانی بھی نہ ہو اور جس نے کبھی انگلستان بھی نہ دیکھا ہو اور کسی زبان کے سیکھنے میں بجز اس کی ذات کے کوئی دوسرا استاد بھی نہ رہا ہو فارسی سے انگریزی میں ترجمہ کرنے کی کوشش کرے جو طبع بھی کیا جائے ایک عجیب و غریب بات ہے، مختصر یہ کہ اسے اپنی نسبت ایک بیان دینا چاہیے۔ لوگوں کے ذہن اس وقت کو نسل کے اختلافات اور گورنر ہنٹن کی ہلاکت پر متوجہ تھے۔ یہ شخص جس میں قدرت نے تیز و موثر طباعی اور اعلیٰ درجے کی ذہانت و دلچسپی تھی اور جس کی فراست امور مملکت و سیاسیات میں فی زمانہ کوئی حریف نہیں کھتی تھی چھوٹے چھوٹے معاملات پر جھگڑانا اپنی شان کے خلاف سمجھتا تھا اور یہ سمجھ کر کہ اختلاف رائے کا ایک طریقہ اختیار کرنا مناسب ہو گا اس نے سب سے پہلے ان الزاموں سے جو اس پر لگائے گئے تھے اور ان بدکرداریوں اور بے وفائیوں سے جو اس سے منسوب کی جاتی تھیں اپنے کو برمی کرنے اور بعد کو جنرل کی نادانی، اس کے طرز عمل کی سنگینی، اس کی کتاب کاری و درشت مزاجی کو منظر عام پر لانے کا تہیہ کیا۔ اس کے بعد اس نے یہ ارادہ کیا کہ ان تنگ نظر الزام دہندوں کو مناسب سزا دلانی جائے جنہوں نے ملک میں اس طرح کی شورش برپا کر رکھی تھی اور خاص کر نذکار کو جو ایک بد باطن اور بد کردار شخص تھا اور جس نے اپنے کو ان کا سردار اور رہنما بنا لیا تھا۔ اسے امید تھی کہ ان تمام امور کی تکمیل کا بند و بست کرنے نیز اس شورش کو فرو کرنے کے بعد جو جنرل کی جماعت نے برپا کر رکھی تھی خود جنرل کو وہ آسانی سے دبا لیا گا۔ اس مقصد سے اس نے اپنا بہت سا وقت ان

۱۔ سیر المتاخرین، جلد دوم، صفحہ ۶۳ تا ۶۶۔

۲۔ یہ جیسا کہ مترجم نے اس کے بعد کی ایک اور عبارت کے متعلق کہا ہے بہت مبہم ہے۔

۳۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ مصنف کی رائے یہ تھی کہ ہینٹن نے نذکار پر مقدمہ چلایا تھا۔ یہ خیال کس

حد تک صحیح ہے اس پر میں ذیل میں بحث کروں گا۔

۴۔ اس نے ایسا کوئی عمل نہیں کیا۔

انہوں کی تردید میں صرف کیا جو اس کے خلاف اس عہدہ دار نے زندگوار اور اس کے پیروں کی تحریک پر لگائے تھے اور اس نے اپنے مخالفین کے جھوٹے بیانات کو آشکارا کر کے اپنے طرز عمل کو پوری طرح سچی بہ جانب قرار دیا۔ لیکن جب یہ زندگوار کی برائیوں کو منظر عام پر لارہا تھا اور ان میں سے اکثر و بیشتر فلک فی الواقع سب کا جوت، ہم پہنچا رہا تھا تو یہ ظاہر ہو گیا کہ یہ شخص سہراوردہ لوگوں کے دستخط اور مہر سے جعلی ہنڈیاں تیار کیا کرتا تھا اور یہ کہ اس نے ان لوگوں کی مہروں کی بعینہ تکلیس کر کے جعلی مہروں کو اپنے گھر میں رکھا تھا اور بوقت ضرورت کسی شخص کے سہی دستخط اور مہر سے ہنڈیاں اور تمسکات تیار کرنے آمادہ رہتا جو بسد کو اس کی مرضی پر پیش کئے جاتے۔ ان دغا بازیوں سے اس نے ہر شخص کو موعوب و مخوف کر رکھا تھا۔ ان تکلیسات میں سے ایک جعلی تمسک تھا جو اس نے بلاتی داس کے حق میں کھیل کیا تھا۔ بلاتی داس ایک مہاجن تھا جس کو ہرزلمنے میں بڑی ساکھ حاصل رہی اور خصوصاً میر قاسم خاں کے زمانے میں اس کی بہت بڑی شہرت تھی۔ اس نے اس تمسک کو چھپنی کے صرف کے پاس پیش کر کے اس رقم کو کا ملا وصول کر لیا جو اس نے اپنے لئے رکھوائی تھی۔ ایسے سنگین جرم کی تحقیقات کرنے اور قانونی سزا دینے کے لئے یہ لازم تھا کہ ایک جویری اعظم متعبر رہو۔ جویری اعظم سے مراد بارہ معتبر انگریزوں کی جماعت ہے جو بذریعہ قرعہ اندازگی منتخب کی جاتی ہے۔ اگر ملزم کو ان سب پر اعتراض ہو تو وہ بچے بعد دیگرے ان پر اعتراض کر کے دو مرتبہ ان کو بدلواسکتا ہے لیکن تیسری مرتبہ وہ ان میں سے کسی پر اپنے حق اعتراض کو استقبال کرنے سے محرم ہو جاتا ہے اور وہ حسبہ بارہ کی تعداد میں قائم رہتے ہیں۔ ان کا

۱۴۔ اس کا اشارہ فقینا اس مقدمہ سازش کی طرف ہے جو زندگوار کے خلاف چلایا گیا۔

۱۵۔ یہ صریحاً اس زمانے کی مبالغہ آمیز بازاری افواہ ہے، لیکن باروں نے ایک خط میں جو اپنی بہن کے نام لکھا تھا اسی طرح کا اعادہ کیا ہے۔ ملاحظہ ہو کتاب ہذا کا آخری باب۔

۱۶۔ یہ خود اسی کے حق میں ہو گا۔

۱۷۔ یہ ان عجیب و غریب مخلوق تصورات کی ایک مفید مثال ہے جو ہندوستانی باشندے انگریزی اداروں کے متعلق رکھتے ہیں۔ اس میں ایک جہت انگیز بات یہ ہے کہ مصنف کی رائے میں اہم اشخاص اہل جویری تھے نہ کہ بیچ دجن کا ذکر کہیں بھی نہیں کیا گیا ہے۔ تین جویریوں سے اس کی

فرض یہ جاننا ہے کہ اسے کیا سزا دی جائے اور جب تک وہ اس سزا کو معلوم نہ کر لیں ان سے کوئی شخص گفتگو نہیں کر سکتا تاکہ وہ منشا نہ ہو کہ عدل و انصاف کے راستے سے سبک نہ جائیں۔ اس امر کے ثابت ہونے اور یہ قرار پانے تک کہ نذکار مجرم ہے اور سزائے موت کا مستحق ہے اور یہ کہ اسے سولی کی سزا دی جائے جووری اعظم کی بار بار تشکیل عمل میں آئی اور دو مرتبہ وہ بدل دی گئی اس وقت عدالت لوگوں سے کچھ کچھ بھری ہوئی تھی۔ نذکار ایک بد باطن اور مغرور آدمی تھا اور نوع انسان کے بہت بڑے حصے۔۔۔ سے ان بن رکھتا تھا اگرچہ اس نے دو یا تین آدمیوں پر احسانات کئے تھے اور اپنے روابط مستحکم رکھے تھے۔

جو ہی وہ یہ دیکھتا کہ کوئی شخص چند روز سے اس کی پیشی میں حاضر نہیں ہو رہا ہے خواہ یہ غیر حاضری اس کی پیاری کی وجہ سے یا اس وجہ سے ہو کہ وہ اس سے کوئی امید وابستہ رکھتا نہیں چاہتا اسی وقت وہ اس کا دشمن ہو جاتا اور جب تک وہ اسے بالکل تباہ و برباد نہ کر دیتا چین نہیں لینا تھا۔ انجام کار اس نے اپنے کئے کی سزا پائی اور اس کی موت واقع ہوئی۔ یہ بات قابل غور ہے کہ جب جنرل کلیورنگ نے اسے قوی یقین دلایا تھا کہ اسے کوئی شخص کبھی مضرت نہیں پہنچائے گا اور یہ کہ اگر اسے سولی کے زینے تک لے بھی جائیں تو اسے ہرگز کسی چیز سے خوف زدہ نہ ہونا پڑے گا بشرطیکہ وہ گورنر کی بد کرداری کو ملاحظہ نہ کر لے کی سخت کوشش کرے، شخص جس کی قسمت میں موت کبھی جا چکی تھی اپنی ششقیل مزاجی اور گورنر سے تنفر کی وجہ سے اس کے خلاف الزامات فراہم کرنے میں کبھی نہیں تنگ اور اس نے ہرگز اس کی پروا نہیں کی کہ وہ خود کس طرح حملے کا شکار ہو رہا ہے۔ یہ شخص جو جنرل کے مشورے اور سخریک پر دن بدن دلیر ہو رہا تھا گورنر کے خلاف ایک مدت سے منغذ و نئے الزامات لگا رہا تھا، اس نے اپنی نفسانیت اور

بقیہ حاشیہ ص ۱۰۸ گزشتہ۔ کیا مراد ہو سکتی ہے اس کا مجھے علم نہیں۔ غالباً اس کی مراد جو جس عظیم اور ان معمولی اہل جووری سے ہے جو طلب کئے گئے تھے اور جن کو بلا فرحلف دیا گیا تھا۔ یہ ممکن ہے کہ مصنف کا اشارہ ان تین تحقیقاتوں کی طرف ہو جن میں سے ایک حمل سے متعلق تھی اور دو سازش سے بہر حال اس کا یہ خیال کہ جووری نے نذکار کا تصفیہ کیا قابل غور ہے۔

عداوت کی شدت میں اس کا کبھی خیال نہیں کیا کہ وہ بیکہ و تنہا رہ گیا ہے اور حلے کا شکار بن گیا ہے گورنر نے اس کے تمام الزاموں کو رد کر کے نذکار کی سمحت دیکر داریوں اور جسبوں کا ثبوت فراہم کیا اور اس معاملے سے اس قدر ہنگامہ برپا ہو گیا کہ ان دونوں شخصوں کے سوائے و جوابات، انگریزی زبان اور انگریزی رسم الخط میں لکھے گئے اور ان سب کو ایک کتاب کی صورت میں ترتیب دے کر انگلستان بھیجا گیا جہاں اس کتاب سے اس قدر کثیر تعداد میں نقلیں کی گئیں کہ اس موضوع کی خوب تشہیر ہوئی اور اس قوم میں اس سے بے حد محسوس پیدا ہو گیا بہر حال جنرل کی حمایت ایک ایسے جرم کے مقابلے میں جو پائے ثبوت کو پہنچ چکا تھا بے سود ثابت ہونے سے نذکار نے حکم نہ کو آئینی طریقے سے برداشت کیا اور تہ آجادی اثنالی ۱۸۵۰ء کو اسے سولی دے دی گئی۔ اس کی رقم پور مال متر و کہ دو چربٹر کر کے اس کے بیٹے راجہ گورداس کے حوالے کیا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ کل رقم باون لاکھ روپے تکس پہنچی تھی اور اسی قدر مالیت اس کے مشر و کہ اور دیگر جائیداد مقبوضہ کی تھی۔ جو عجیب و غریب اشیاء اس کے مکان سے برآمد ہوئیں ان میں ایک صندوق چھبھی تھا جس میں کئی منٹا زاشخامس کی جعلی مہربیں تھیں۔ اس برآمدگی کی وجہ سے اس کے مجرمانہ کارنامے روشن ہو گئے اور ان کا وہی حشر ہوا جس کے وہ مستحق تھے۔

اس عبارت کو میکالے نے جس طرح استعمال کیا ہے اس کا ذکر یہاں مناسب ہے مفقود نذکار کی تحقیقات کا ذکر کرنے کے بعد وہ کہتا ہے کہ دو تمام طباقوں میں شدید اشتعال پیدا ہو گیا تھا۔ فرانسس اور فرانسس کے چند انگریز پیروؤں نے گورنر جنرل اور چیف جسٹس کو بدترین قائلین سے تعبیر کیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ کلیورنگٹ نے طلقاً یہ کہا تھا کہ نذکار کو

۱۔ یہ مرد و تحقیقات کا ایک عجیب و غریب بیان ہے۔

۲۔ ۵ اگست ۱۸۵۰ء

۳۔ چیف جسٹس نے اسی سے یہ تحریک کی کہ اس کی جائیداد ترقی کر لی جائے لیکن جی نے انکار کر دیا (ملاحظہ ہو جلد دوم صفحہ ۷۷) میں نہیں جانتا کہ آیا اس کی کوئی افواہ مصنف تک پہنچی تھی یا گورداس کو وصیت نامہ یا صداقت نامہ وراثت دیا گیا تھا۔

سولی کے زینے پر بھی بچا لیا جائے گا۔ اس کے متعلق مسٹر ایسی کہتا ہے کہ "میری تحقیقت فرانس نہ اس کے پیروؤں نے گورنر جنرل اور چیف جسٹس کے بارے میں اس وقت تک اس قسم کا کوئی بیان دینے کی جسارت کی تھی۔" یہ بالکل صحیح ہے کیونکہ اس کا ثبوت اُس بیان سے پورے طور پر ملتا ہے جو میں نے پہلے ہی دے دیا ہے۔ کیلورنگ کا طرز عمل اور فرانس کے خطوط ثابت کرتے ہیں کہ ان میں سے کوئی شخص بھی چھانسی کے وقت ان مہم شہادت سے آگے نہ بڑھ سکا جن کا تا کیہ کسی شہادت سے نہیں ہوئی لیکن ہے کہ بعد کو فرانس کے ذہن میں یہ شہادت بدیہی حقائق میں تبدیل ہو گئے ہوں لیکن مسٹر ایسی آگے مل کر یہ دریافت کرتا ہے کہ "مسٹر میکالے نے یہ کہاں پڑھایا ہے کہ جنرل کیلورنگ نے حلفاً یہ کہا تھا کہ سندھ کار کو سولی کے زینے پر بھی بچسا لیا جائے گا؟۔۔۔۔ میں نے اس قدر مطالعہ کیا ہے کہ میری آنکھیں تقریباً اندھی ہو گئیں اور اس مفرد سے متعلق جو چیز بھی ہو اس کے پڑھنے کے لئے میں نے اپنی آنکھوں سے زیادہ روشن اور تیز آنکھوں سے بھی کام لیا ہے۔۔۔۔ مجھے کوئی ایسی عبارت جس میں جنرل کیلورنگ کا یہ بیہودہ حلفی بیان درج ہو مل سکی نہ وہ مجھے بتائی جاسکی یہ یہ ناممکن ہے کہ اس بیٹے سے ہمدردی نہ کی جائے جو اپنے باپ کی حمایت کرے لیکن مسٹر ایسی کئی جھانک دلیل نہیں تھا اور نہ اس کی تحقیقات ہمیشہ صحیح راستے پر ہوتی تھی۔ میکالے نے اپنا ادعا اس عبارت سے اخذ کیا ہے جو اوپر پیش کی گئی ہے۔ اس نے اس عجیب و غریب کتاب کو پڑھا تھا (جیسا کہ اس کے تبصرے کی ایک اور عبارت سے ظاہر ہوتا ہے)۔ اس بنا پر وہ یہ کہنے کا مجاز ہے کہ "کہا جاتا ہے کہ کیلورنگ نے نہ کار کو یہ اطمینان دلایا تھا کہ اگر وہ سولی کے زینے پر بھی لایا جائے تو اسے کوئی مضرت نہ پہنچ سکے گی" یہ کہنا کہ

۱۵۔ مسٹر ایسی کا بیان، صفحہ ۱۰۹۔

۱۶۔ "دوستز ہوف کا اس طرح ذکر کرتا ہے، "یہ آرکینجیل کی رہنے والی ہے جس کے متعلق ہم نے کہیں پڑھا ہے۔" بے شہدہ اس نے سیر المتاخرین کی جلد دوم کے صفحہ ۲۷۲ پر ترجمہ کی یہ مختصر خبر ایسی تھی، "آرکینجیل میں پیدا ہوئی، وغیرہ۔ اسی مقام پر اس نے کیلورنگ کی موت کا قصہ بھی پڑھا جو ہمیں ملتا ہے اس امر کے باعث کہ وہ اس کی شادی کی محفل میں موجود رہے واقع ہوئی تھی۔ اس موقع پر حقیقتاً وہ مسلمان مورخ کا حال دیتا ہے۔"

کہا جاتا ہے کہ کلیورنگک نے طلفا یہ کہا تھا کہ اسے سولی کے زینے پر بھی بچالیا جائے گا ایک مختصر اور کچھ زیادہ دُپس بیان ہے لیکن بات ایک ہی ہے۔ بہر حال یہ بیان صداقت کے بالکل خلاف واقع ہوا ہے کیونکہ کلیورنگک نے نہایت واضح طور پر طلفا بیان کیا ہے کہ وہ نذکار کو بچانے کا کبھی ارادہ ہی نہیں رکھتا تھا۔

مندرج بالا عبارت سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ اس وقت ہندوستانی باشندوں کا یہ خیال تھا کہ ایڈیلنگز نے نذکار پر مقدمہ چلایا اور یہ کہ اسے گورنر جنرل پر الزام لگانے کی پاداش میں سزا دی گئی۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے (اگر ثبوت کی ضرورت ہو) کہ ہندوستانیوں کی رائے عامہ بہت مبہم، غلط اور بے بنیاد ہوتی ہے۔ یہ میرا اعتقاد ہے کہ اس موضوع سے متعلق جس رائے عامہ کو امیکائے مشرق میں یوں اور متعدد دیگر ممتاز مصنفین نے اختیار کیا ہے وہ ہندوستانی باشندوں کے عاجلانہ، بے بنیاد اور سراسر جہلانہ جذبہ تعصب کے انعکاس کے سوا اور کچھ نہیں جو کسی ثبوت کے بغیر فرانسس کے بغض اور کذب بیانی سے مشتعل ہوا تھا۔ اس رائے کے متعلق میں نے اپنی بہت سی وجوہ تفصیل کے ساتھ پہلے ہی بیان کر دی ہیں، لیکن آئندہ ابواب میں ان کو اور زیادہ تفصیل سے بیان کیا جائے گا۔

— — — — —

# صحت نامہ

داستان نندکار و مواخذہ سرالجابی

جلد اول

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۶	۱۵	عدالت گسٹری	عدل گسٹری	۱	۲	۳	۴
۱۹	۱۲	بسا ہوا تھا	میں بسا ہوا تھا	۲۵	۲۸	اس سے درپردہ	اس میں اس امر
۲۰	۲۳	۱۷۳۵	۱۷۳۰			اس بات کا قبول	کا اقبال مفر
۲۱	۱۱	سہ الیہ	سہ الیہ	۵۸		گرنہ نکلتا ہے کہ یہ	ہے کہ
۲۲	۱۶	بلند حال	بلند خیال	۱۰۰		بیسٹنگز	بیسٹنگز
۲۴	۱۹	قلب	قلب	۶	"	آرچولڈ	آرچولڈ
۲۶	۷	فرانسس	فرانسس	۱۰	۱۰۸	بغیر اس کے	بغیر اس کے
۲۸	۱	میں	وہ	۱۰	۱۰۹	پھر حال	پھر حال
"	۲۴	دروغ	لمحہ	۱۱۰		صغفہ ۹۵۹	صغفہ ۹۵۹
			جھوٹ	۱۱۱		کیا تم کی	کیا تم

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳	۳	۲	۱	۳	۲	۲	۱
لی میٹر	لی میٹر	۱۳	۱۶۹	Saboot	Saloot		
"	"	۹	"	Pottack	Poltack	۲۰	۱۱۱
کشن جیون داس	کشن جیون داس	۱۱	۱۶۰	ربا	ربا	۱	۱۳۲
لی میٹر	لی میٹر	۲۱	۱۶۱	قبل اس کے کہ	قبل اس کے کہ	۹	۱۵۹
مفقول	مفقول	۲۳	۱۶۲	کے روبرو	کے روبرو	۲۰	۱۶۲
کے لوگوں	نے لوگوں	۱۵	۲۰۲	کیا	دلیا	۳	۱۶۳
خواہ وہ	واہ خوہ	۲۰	"	التجائی	التجالی	"	۱۶۵
مدارج	مدارج	۲	۲۵۰	کھانے	کھالے	۲۳	۱۶۶
جنرل کلیورنگ	جنر کلیورنگ	۱۲	۲۵۹	چیمیرس	چیمیرس	۲۰	۲۶۸







